حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ

دریافت کنندہ و محقق اول

قبر مسیح در محلّہ خانیار سرینگر کشمیر

مرزا خلیل احمد قمر

خلیفہ طاہر احمد

فہرست ابواب

باب پنجم:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی اشاعت میں خدمات

باب ششم:

روایات حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب

باب ہفتم:
خطوط

باب ہشتم:
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات اور بیت خلافت اولیٰ

باب نہم:
حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت

باب دہم:

محترم خلیفہ عبدالرحیم صاحب مرحوم

پیش لفظ

حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ کے حالات زندگی بہت کم دستیاب تھے۔ان کو یکجا کر کے شائع کرنے کی طرف ان کے پوتوں خلیفہ طاہر احمد صاحب اور خلیفہ جمیل احمد صاحب نے صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب سے کہا کہ کسی صاحب قلم سے جو مواد شائع شدہ تھا اور بیانات کو ترتیب دینے کے لئے رابطہ کروادیں۔حضرت خلیفہ صاحب کے بیٹے خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب نے کچھ مواد جمع کیا ہوا تھا جس کو وہ اپنی زندگی میں مکمل نہ کر سکے ان کے بعد خلیفہ جمیل احمد صاحب نے بڑے جوش اور جذبہ سے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔اس کے ساتھ ساتھ ان کے بڑے بھائی خلیفہ طاہر احمد صاحب نے بڑی دانشمندی اور فہم وفراست سے اس مواد کو دیکھا جو اکٹھا کیا گیا تھا۔ پھر ہر روایت اور واقعہ کی پوری پوری چھان بین کر کے اور بعض اوقات خاکسار سے تبادلہ خیال کر کے شامل اشاعت کیا۔اس مواد کا اصل ماخذ تو حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونیؓ کے بیان فرمودہ حالات ہیں جو انہوں نے اپنی وفات سے دو تین سال قبل مولوی عبدالواحد صاحب ایڈیٹر ''اصلاح'' کو لکھوائے تھے اس وقت حضرت خلیفہ صاحب اونچا بھی سننے لگے تھے خلیفہ عبدالرحیم صاحب نے بھی بار بار پوچھ کر ان واقعات کو لکھنے میں مدد دی یہ

واقعات رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نمبر 12 صفحہ 58 تا 87 درج ہیں۔ اس میں سے کچھ واقعات اخبار الحکم 7-14 نومبر 1939ء کی اشاعت میں شائع فرمائے۔ مختصر طور پر یہ واقعات حیات احمد جلد پنجم صفحہ 115 تا 125 حاشیہ میں درج کئے گئے ہیں اس طرح کچھ روایات اور بھی موجود تھیں ان کی مدد سے یہ مواد تیار کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں خاکسار محترم خلیفہ طاہر احمد اور خلیفہ جمیل احمد صاحب کے بھرپور تعاون کا ممنون ہے۔ مجھے اس وقت اپنے پیارے دوست یوسف سہیل شوق مرحوم کی یاد آ رہی ہے مرحوم سے اس کتاب کا ذکر ہوا تھا۔ خیال تھا کہ کمپوز کروا کر نظر ثانی کے لئے کہوں گا۔ مگر افسوس کہ وہ اس سے قبل ہی اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔

خاکسار

مرزا خلیل احمد قمر

باب اول

آباؤاجداد کے حالات تحریر کرنے کے بارے میں ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 31-اکتوبر 1986ء میں فرمایا:

''ایک قابل فکر بات یہ ہے کہ ان ممالک میں جب میں نے نوجوان نسلوں سے پوچھا ہے کہ تمہارے دادا کون تھے یا تم کس ملک کے رہنے والے ہو تو اکثر جواب میں Blank چہرہ نظر آیا۔ان کے چہرے پر آثار ہی ظاہر نہیں ہوئے پتہ ہی نہیں کہ دادا کون ہے اور کس جگہ سے تعلق رکھنے والے تھے کس خاندان کے تھے ابتدا میں انہوں نے کیا قربانیاں پیش کیں۔تو سوالات کا مقصد تو یہی تھا کہ کہ پتہ لگے کہ نئی نسل کو اپنے محسنوں کا پتہ ہے کہ نہیں......

اس لئے یہ بہت ہی اہم بات ہے کہ اپنی نسلوں کو اپنے خاندان کے بزرگوں کے واقعات بتائیں اور ان کو پوری طرح روشناس کرائیں کہ احمدیت کس طرح ان خاندانوں میں داخل ہوئی کس قسم کی قربانیاں انہوں نے دیں؟ کیا ان کا مقام اور مرتبہ تھا،اللہ

تعالیٰ نے اپنے کیا کیا نشانات ان پر ظاہر فرمائے، کیسا ان کو جماعت سے عشق تھا۔ کیسا والہانہ تعلق تھا اور ان کا اثر رسوخ علاقہ میں کیا تھا، کیسے معزز لوگ تھے وہ۔ یہ سارے واقعات ایسے ہیں جن کا ذکر عام ہوتے رہنا چاہیئے۔ اگر یہ ذکر چلے گا تو آپ کی اگلی نسلوں کا پہلی نسلوں کے ساتھ گہرا تعلق قائم ہوتا چلا جائے گا اور یہ جو خطرہ درپیش ہے باہر کے رہنے والوں کو کہ ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کو یہاں کا معاشرہ ہم سے چھین نہ لے اس کے دفاع کے لئے یہ جو بندھن باندھیں گے آپ ان کے اور اپنے پرانے آباء واجداد کے درمیان یہ بہت ہی مفید کام سرانجام دیں گے۔ اس لئے یہ بھی کریں اور ان کے دل میں یہ محبت پیدا کریں کہ اپنے ان بزرگوں کے احسانات کا بدلہ اتارنے کی خاطر تلاش کر کے ان کے تحریک جدید کے دور اول کے کھاتوں کو زندہ کریں۔''

(خطبات طاہر جلد پنجم صفحہ 723-721)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اگست/ستمبر 1988ء میں مشرقی افریقہ کے تاریخی دورہ پر تشریف لے گئے۔ اس دورے کے دوران اور اس کے بعد بھی کئی مواقع پر آپ نے احباب جماعت احمدیہ کو بزرگان کے حالات زندگی اکٹھا کرنے کی تحریک فرمائی۔ اس موقع پر حضور نے مشرقی افریقہ کے ابتدائی رفقاء اور بزرگان کے حالات زندگی اکٹھے کرنے کے لئے ایک کمیٹی بھی مقرر فرمائی۔ حضور نے احمدیت کی پہلی صدی کے آخری خطبہ جمعہ 17/مارچ 1989ء میں اپنے اپنے خاندان کے بزرگوں کے حالات اور ان کے احسانات کو جمع کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

''اس امر کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ سمندر کی تہہ میں بغیر مقصد کے اپنی لاشیں بچھانے والے گھونگوں کی پہلی نسل اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ اس کی آئندہ نسلیں ضرور فتح یاب ہونگی اور وہ نسل سب سے بڑی فتح پانی والی ہے جو سب سے پہلے ترقی کے سلیقے سکھاتی ہے۔ پس اپنے ان بزرگوں کے احسانات کو نہ بھولیں جو خدا کی راہ میں اپنی جانیں بچھاتے رہے جن پر احمدیت کی بلند و بالا عمارتیں تعمیر ہوئیں اور یہ عظیم الشان جزیرے اُبھرے۔ وہ لوگ ہماری دعاؤں کے خاص حق دار ہیں۔ اگر آپ اپنے پرانے بزرگوں کو ان عظمتوں کے وقت یاد رکھیں گے جو آپ کو خدا کے فضل عطا کرتے ہیں تو آپ کو حقیقی انکساری کا عرفان نصیب ہوگا۔ تب آپ جان لیں گے کہ آپ اپنی ذات میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتے۔1

حضور نے مزید فرمایا:۔

''میں نے افریقہ کے دورے میں ایک یہ ہدایت دی تھی کہ اپنے بزرگوں کی نیکیوں اور احسانات کو یاد رکھ کے ان کیلئے دُعائیں کرنا یہ ایک ایسا اچھا خلق ہے کہ اس خلق کو ہمیں اجتماعی طور پر نہیں بلکہ ہر گھر میں رائج کرنا چاہئے ان کے حالات کو زندہ رکھنا تمہارا فرض ہے ورنہ تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔ اس سلسلہ میں مَیں نے ایک ملک غالباً کینیا میں ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ چنانچہ اس کمیٹی نے بڑا اچھا کام کیا اور ایک عرصہ تک ان کا میرے ساتھ رابطہ رہا اور بعض ایسے بزرگوں کے حالات اکٹھے کئے گئے جو نظروں سے اوجھل ہو چکے

تھے۔اس لئے ہر خاندان کو اپنے بزرگوں کی تاریخ اکٹھا کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ان کی بڑائی کیلئے شائع کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے آپ کو بڑائی عطا کرنے کیلئے ان کی مثالوں کو زندہ کرنے کیلئے ان کے واقعات کو محفوظ کریں اور پھر اپنی نسلوں کو بتایا کریں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے آباء اجداد تھے اور کس طرح وہ لوگ دین کی خدمت کیا کرتے تھے۔'' 2ے

حضور نے فرمایا:۔

''بعض ایسے بھی ہونگے جن کو یہ استطاعت ہوگی کہ وہ ان واقعات کو کتابی صورت میں چھپوا دیں ...... میں امید رکھتا ہوں کہ اگر اس نسل میں ایسے ذکر زندہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے ذکر کو بھی بلند کرے گا اور آپ یاد رکھیں کہ اگلی نسلیں اسی طرح پیار اور محبت سے اپنے سر آپ کے احسان کے سامنے جھکاتے ہوئے آپ کا مقدس ذکر کیا کریں گی اور آپ کی نیکیوں کو ہمیشہ زندہ رکھیں گی۔'' 3ے

ے 1,2,3 (خطبہ جمعہ فرمودہ 17/مارچ 1989ء از الفضل 27 مارچ 1989ء صفحہ 7)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کو بھی جماعت میں بہت مقام تھا اور جو صحابہ کی اولاد ہیں، جب بھی کبھی کوئی تعارف کرانے لگے تو ضرور کراتے ہیں کہ میرے نانا یا دادا صحابی تھے۔تو یہ جو اُن کا صحابی ہونا تھا یہ اُن اولادوں کو یہ احساس دلانے والا ہونا چاہئے کہ جس طرح انہوں نے اپنے نفس کو

بھی کچلا، ہجرت کا حق بھی ادا کیا، اپنے گھر بار کو بھی چھوڑا، قربانیاں بھی کیں۔ اُس مقام کو ہم نے قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔......

پس جو صحابہ کی اولادیں ہیں مَیں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے قربانیاں دیں تو انہوں نے مقام پایا۔ اب ہم میں صحابہ میں سے تو کوئی نہیں ہے صرف اتنا کہہ دینا کہ ہم صحابی کی نسل میں سے ہیں، کافی نہیں ہوگا۔ اگر اس زمانے میں بعد میں آنے والے اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے جہاد بھی کریں گے اور ہجرت بھی کریں گے تو وہ آپ لوگوں سے کہیں آگے نہ بڑھ جائیں۔ اس لئے اس طرف توجہ رکھیں اور آپ کے بڑوں نے جو قربانیاں کیں اور جس مقام کو پایا اس کو اگلی نسلوں میں بھی قائم رکھنے کی کوشش کریں۔‘‘

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل لندن مورخہ 9 تا 15 مارچ 2007ء صفحہ 5 تا 7)

صحابہ کرامؓ کا مقام

صحابہ کرامؓ کا جو مقام ہے اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں: ؎

مُبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مُجھ کو پایا
وُہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

اِسی طرح حضور علیہ السلام ڈاکٹر عبدالحکیم کے جواب میں فرماتے ہیں:

''آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم مولوی نورالدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں دوسرے ایسے ہیں اور ایسے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ اس افترا کا کیا خدا تعالیٰ کو جواب دینگے میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں میں اپنے ہزار ہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسےٰ نبی کے پیروؤں سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزار ہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہرہ پر صحابہؓ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نُور پاتا

ہوں۔ہاں شاذ ونادر کے طور پر اگر کوئی اپنی فطری نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہوتو وہ شاذ ونادر میں داخل ہے میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ دستبردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سُناتا۔مگر دل میں خوش ہوں۔''

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 165 پرانا ایڈیشن)

اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

''لوگوں کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے ابتدائی ایام میں آپؑ پر ایمان لائے آپؑ سے تعلق پیدا کیا اور ہر قسم کی قربانیاں کرتے ہوئے اس راہ میں انہوں نے ہزاروں مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں ان کی وفات جماعت کے لئے کوئی معمولی صدمہ نہیں ہوتا۔میرے نزدیک ایک مومن کو اپنی بیوی،اپنے بچوں،اپنے باپ،اپنی ماں اور اپنے بھائیوں کی وفات سے ان لوگوں کی وفات کا بہت زیادہ صدمہ ہونا چاہئے......پس ایسے لوگوں کی وفات ایک بہت بڑا اور اہم مسئلہ ہوتا ہے اور ان لوگوں کے لئے دُعا کرنا ان پر احسان کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنے اوپر احسان ہوتا ہے کیونکہ جو شخص ان لوگوں کے لئے دُعا کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کا بدلہ دینے کے لئے اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ

وہ اس دُعا کرنے والے کے لئے دُعا کریں اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ تمہاری دُعا سے خداتعالیٰ کے فرشتوں کی دُعا زیادہ سُنی جائیگی۔حدیثوں میں آتا ہے کہ جب کوئی مومن نماز میں اپنے بھائی کے لئے دُعا کرتا ہے تو اس وقت وہ اپنے لئے دُعا سے محروم نہیں ہوتا بلکہ اس وقت فرشتے اس کی طرف سے کھڑے ہوجاتے ہیں اور جو کچھ خدا تعالیٰ سے وہ اپنے بھائی کے لئے مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ خدایا اسے فلاں چیز دے وُہی دُعا فرشتے اس کے لئے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو اس دعا کو مانگنے والے کو بھی وہ چیز دے جو یہ اپنے بھائی کیلئے مانگ رہا ہے۔......

میں آج کا خطبہ بھی اسی مضمون کے متعلق پڑھنا چاہتا ہوں اور جماعت کے دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں ایسی ہستیاں ہیں جو دنیا کے لئے ایک تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہیں چونکہ یہ مغربیت کے زور کا زمانہ ہے اِس لئے لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کا کس طرح یہ قانون ہے کہ پاس کی چیز بھی کچھ حصّہ ان برکات کا لے لیتی ہے جو حصّہ برکات کا اصل چیز کو حاصل ہوتا ہے۔قرآن کریم نے اس مسئلہ کو نہایت ہی لطیف پیرایہ میں بیان فرمایا اور لوگوں کو سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ نبی کی بیویاں نبی نہیں ہوتیں پھر ان کو مومنوں کی مائیں کیوں قرار دیا گیا ہے۔اس

لئے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر برکات لے کر آتے ہیں ان کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے والا انسان بھی کچھ حصّہ ان برکات سے پاتا ہے جو اُسے حاصل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کبھی بارش نہیں ہوتی تھی اور نمازِ استسقاء ادا کرنی پڑتی تھی تو حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح دُعا فرمایا کرتے تھے کہ اے خدا پہلے جب کبھی بارش نہیں ہوتی تھی اور ہماری تکلیف بڑھ جاتی تھی تو ہم تیرے نبی کی برکت سے دُعا مانگا کرتے تھے اور تو اپنے فضل سے بارش برسا دیا کرتا تھا مگر اب تیرا نبی ہم میں موجود نہیں۔ اب ہم اس کے چچا حضرت عباسؓ کی برکت سے تجھ سے دعا مانگتے ہیں۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے ایک دفعہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تو ابھی آپؓ نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بارش برسنی شروع ہوگئی۔

اب حضرت عباسؓ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی عہدے پر قائم نہیں کئے گئے تھے ان کا تعلق صرف یہ تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ اور جس طرح بارش جب برستی ہے تو اس کے چھینٹے اردگرد بھی پڑ جاتے ہیں بارش صحن میں ہو رہی ہوتی ہے تو برآمدہ وغیرہ بھی گیلا ہو جاتا ہے اسی طرح خدا کا نبیؑ ہی اس کا نبیؑ تھا مگر اس سے تعلق رکھنے والے۔ اس کی بیویاں اور اس کے چچے۔ اسکی لڑکیاں اس کے دوست اور اس کے رشتہ دار سب انسان برکات سے

کچھ نہ کچھ حصہ لے گئے جو اس پر نازل ہوئی تھیں کیونکہ یہ خدا کی سُنت اور اس کا طریق ہے کہ جس طرح بیویاں بچے اور رشتہ دار برکات سے حصہ لیتے ہیں اسی طرح وہ گہرے دوست بھی برکات سے حصّہ لیتے ہیں ۔ جو نبی کے ساتھ اپنے آپ کو پیوست کر دیتے ہیں یہ لوگ خدا کی طرف سے ایک حصن حصین ہوتے ہیں اور دنیا ان کی وجہ سے بہت سی بلاؤں اور آفات سے محفوظ رہتی ہے مجھے جو شعر بے انتہا پسند ہیں ان میں سے چند شعر وہ بھی ہیں جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت ایک مجذوب نے کہے۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ حضرت جنید بغدادی جب وفات پا گئے تو ان کے جنازہ کے ساتھ بہت بڑا ہجوم تھا اور لاکھوں لوگ اس میں شریک ہوئے ۔ اس وقت بغداد کے قریب ہی ایک مجذوب رہتا تھا بعض لوگ اسے پاگل کہتے اور بعض ولی اللہ سمجھتے وہ بغداد کے پاس ہی ایک کھنڈر میں رہتا تھا کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا اور نہ لوگوں سے بات چیت کرتا مگر لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جب جنازہ اٹھایا گیا تو وہ بھی ساتھ ساتھ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا وہ نماز جنازہ میں شریک ہوا قبر تک ساتھ گیا اور جب حضرت جنید بغدادی کو لوگ دفن کرنے لگے تو اس وقت بھی وہ اسی جگہ تھا جب لوگ حضرت جنید بغدادیؒ کو دفن کر چکے تو اس نے آپؒ کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ چار شعر کہے۔

وَاَسَــفَــا عَــلٰــی فــراق قــوم　　هــم الــمــصــابــيــح والــحــصــون

والــمــدن والــمــزن والرواسى　　والــخــيــر والامــن والســكــون!

لــم تَتَــغَيَّــر لــنــا الــلــيــالــى　　حتّٰــى تــوفّهُــم الــمــنــون!

فــكــل جــمــر لــنــا قــلــوب　　وكــل مــاء لــنــا عــيــون!

اِس کے معنے یہ ہیں کہ:۔ ہائے افسوس ان لوگوں کی جدائی پر جو دنیا کے لئے سورج کا کام دے رہے تھے اور جو دنیا کے لئے قلعوں کا رنگ رکھتے تھے اور انہی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے عذابوں اور مصیبتوں سے دنیا کو نجات ملتی تھی...... وہ شہر تھے جن سے تمام دنیا آباد تھی وہ بادل تھے جو سُوکھی ہوئی کھیتیوں کو ہرا کر دیتے تھے وہ پہاڑ تھے جن سے دنیا کا استحکام تھا۔ اسی طرح وہ تمام بھلائیوں کے جامع تھے اور دنیا ان سے امن اور سکون حاصل کر رہی تھی...... ہمارے لئے زمانہ تبدیل نہیں ہوا مشکلات کے باوجود ہمیں چین ملا۔ آرام حاصل ہوا اور دُنیا کے دُکھوں اور تکلیفوں کے لئے ہمیں گھبراہٹ میں نہ ڈالا مگر جب وہ فوت ہوگئے تو ہمارے سُکھ بھی تکلیفیں بن گئے اور ہمارے آرام بھی دُکھ بن گئے۔......

پس اب ہمیں کسی آگ کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے دل خود انگارا بنے ہوئے ہیں اور ہمیں کسی اور پانی کی ضرورت نہیں کیونکہ ہماری آنکھیں خود بارش برسا رہی ہیں۔

یہ ایک نہایت ہی عجیب نقشہ ایک صالح بزرگ کی وفات کا ہے اور کہنے والا کہتا ہے کہ یہ اشعار اس مجذوب نے کہے اور پھر وہ

وہاں سے چلا گیا۔ جب دوسرے دن اس کھنڈر کو دیکھا گیا تو وہ خالی تھا اور مجذوب اس ملک کو ہی چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ تو یہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ کے انبیاء کی صحبت حاصل ہوتی ہے۔ یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے انبیاء کا قُرب رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کے نبیوں اور اس کے قائم کردہ خلفاء کے بعد دوسرے درجہ پر دنیا کے امن اور سکون کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ بڑے لیکچرار ہوں، ایسے لوگ خطیب ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ پھر پھر کر لوگوں کو تبلیغ کرنے والے ہوں ان کا وجود ہی لوگوں کے لئے برکتوں اور رحمتوں کا موجب ہوتا ہے اور جب کبھی خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی نافرمانی کی وجہ سے کوئی عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس عذاب کو روک دیتا ہے اور کہتا ہے ابھی اس قوم پر مت نازل ہو کیونکہ اس میں ہمارا ایسا بندہ موجود ہے جسے اس عذاب کی وجہ سے تکلیف ہوگی۔ پس اس کی خاطر دنیا میں امن اور سکون ہوتا ہے۔ مگر یہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے یہ تو اس عام درجہ سے بھی بالا تھے ان کو خدا نے آخری زمانہ کے مامور اور مرسل کا صحابی اور پھر ابتدائی صحابہ بننے کی توفیق عطا فرمائی اور ان کی والہانہ محبت کے نظارے ایسے ہیں کہ دنیا ایسے نظارے صدیوں دکھانے سے قاصر رہے گی۔

پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے نقش قدم پر جماعت کے دوستوں کو چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہنے والے کہیں گے کہ یہ شرک کی تعلیم

دی جاتی ہے یہ جنوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ پاگل پن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پاگل وہی ہیں جنہوں نے اس رستہ کو نہیں پایا اور اس شخص سے زیادہ عقلمند کوئی نہیں جس نے عشق کے ذریعہ خدا اور اس کے رسول کو پالیا اور جس نے محبت میں محو ہو کر اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ اب اسے خدا سے اور خدا کو اس سے کوئی چیز جُدا نہیں کر سکتی کیونکہ عشق کی گرمی ان دونوں کو آپس میں اس طرح ملا دیتی ہے جس طرح ویلڈ نگ کیا جاتا ہے اور دو چیزوں کو جوڑ کر آپس میں بالکل پیوست کر دیا جاتا ہے مگر وہ جسے محض فلسفیانہ ایمان حاصل ہوتا ہے اس کا خدا سے ایسا ہی جوڑ ہوتا ہے جیسے قلعی کا ٹا نکا ہوتا ہے کہ ذرا گرمی لگے تو ٹوٹ جاتا ہے مگر جب ویلڈ نگ ہو جاتا ہے تو وہ ایسے ہی ہو جاتا ہے جیسے کسی چیز کا جزو ہو۔ پس اپنے اندر عشق پیدا کرو۔ اور وہ راہ اختیار کرو جو ان لوگوں نے اختیار کی پیشتر اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو صحابی باقی ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں......

یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں نشانوں کا چلتا پھرتا ریکارڈ تھے۔ نہ معلوم لوگوں نے کس حد تک ان ریکارڈوں کو محفوظ کیا ہے مگر بہر حال خدا تعالیٰ کے ہزاروں نشانات کے وہ چشم دید گواہ تھے ان ہزاروں نشانات کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ اور آپؑ کی زبان اور آپؑ کے کان اور آپؑ کے پاؤں وغیرہ کے ذریعہ ظاہر ہوئے۔ تم صرف وہ نشانات پڑھتے ہو جو الہامات پورے ہو کر نشان قرار پائے مگر ان نشانوں سے ہزاروں گُنے زیادہ

وہ نشانات ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان۔ ناک۔ کان ہاتھ اور پاؤں پر جاری کرتا ہے اور ساتھ رہنے والے سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ خدا کے نشانات ظاہر ہو رہے ہیں وہ انہیں اتفاق قرار نہیں دیتے کیونکہ وہ نشانات ایسے حالات میں ظاہر ہوتے ہیں جو بالکل مخالف ہوتے ہیں اور جن میں ان باتوں کا پورا ہونا بہت بڑا نشان ہوتا ہے۔ پس ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک رجسٹر ہوتا ہے جسے ہم زمین میں دفن کر دیتے ہیں اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کر لی ہیں تو یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم نے ان کی نقلیں نہیں کیں تو یہ ہماری بدقسمتی کی علامت ہے۔ بہرحال ان لوگوں کی قدر کرو۔ ان کے نقشِ قدم پر چلو اور اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ فلسفیانہ ایمان انسان کے کسی کام نہیں آتا وہی ایمان کام آسکتا ہے جو مشاہدہ پر مبنی ہو اور مشاہدہ بغیر عشق نہیں ہوسکتا جو شخص کہتا ہے کہ بغیر مشاہدہ کے اسے محبت کامل حاصل ہوگئی ہے وہ جُھوٹا ہے مشاہدہ ہی ہے جو انسان کو عشق کے رنگ میں رنگین کرتا ہے اور اگر کسی کو یہ بات حاصل نہیں تو وہ سمجھ لے کہ فلسفہ انسانوں کو محبت کے رنگ میں رنگین نہیں کرسکتا۔ فلسفہ صرف دُوئی پیدا کرتا ہے۔'' (الفضل 28/اگست 1941ء صفحہ 2 تا 8)

اِسی طرح حضورؓ فرماتے ہیں:

''اگر نبی کے زمانہ میں لوگ خصوصیّت سے عزتیں اور رُتبے حاصل کرتے ہیں تو اس کی وجہ ہوتی ہے کہ ان کو دوسرے لوگوں سے

زیادہ قربانیاں کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ خدالحاظ دار نہیں ...... یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی قربانیوں کو ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا کہ جس سے زیادہ انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آتا۔ بھلا ان باتوں کا خیال بھی تو کرو اور اندازہ لگاؤ ان قربانیوں کا جوان لوگوں نے کیں۔ ہمارے ہاں اگر کسی کو پانچ بجنے کے بعد کسی دن دفتر میں ایک آدھ گھنٹہ کام کرنا پڑے تو گھبرا جاتا ہے۔......مگر ذرا ان لوگوں کی حالت تو دیکھو...... جنگِ اُحد کے موقع پر جب ایک غلط فہمی کی وجہ سے صحابہؓ کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور کفار کو یہ معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف چند افراد کے ساتھ میدانِ جنگ میں رہ گئے ہیں تو قریباً تین ہزار کافروں کا لشکر آپؐ پر چاروں طرف سے اُمڈ آیا۔ اور سینکڑوں تیراندازوں نے کمانیں اُٹھالیں اور اپنے تیروں کا نشانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ کو بنالیا تا کہ تیروں کے بوچھاڑ سے اس کو چھید ڈالیں۔ اس وقت وہ شخص جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو کھڑا کیا وہ طلحہؓ تھا۔ طلحہؓ نے اپنا ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ کے آگے کھڑا کر دیا اور ہر تیر جو گرتا تھا بجائے آپؐ کے چہرہ پر پڑنے کے طلحہؓ کے ہاتھ پر پڑتا تھا۔ اس طرح تیر پڑتے گئے یہاں تک کہ زخم معمولی زخم نہ رہے اور زخموں کی کثرت کی وجہ سے طلحہؓ کے ہاتھ کے پٹھے مارے گئے اور اُن کا ہاتھ مفلوج ہوگیا...... طلحہؓ سے کسی نے پُوچھا ایک تیر پڑنے سے انسان کی جان

نکلنے لگتی ہے لیکن آپؓ کے ہاتھ پر پے در پے اور متواتر تیر پڑ رہے تھے کیا آپ کو درد نہیں ہوتی تھی اور آپؓ کے مُنہ سے سی سی نہیں نکلتی تھی۔ طلحہؓ نے کہا درد بھی ہوتی تھی اور دل سی سی کرنے کو بھی چاہتا تھا مگر میں اس لئے ایسا نہیں کرتا تھا کہ جب انسان ہائے کرتا ہے یا سی سی کرتا ہے تو درد کی وجہ سے ہاتھ ہل جاتا ہے اور میں ڈرتا تھا کہ میرا ہاتھ ہلا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تیر لگ جائے گا۔ یہی وہ قربانیاں تھیں جنہوں نے صحابہؓ کو صحابہؓ بنایا۔ یہی وہ قربانیاں تھیں جنہوں نے ان کو وہ درجہ عطا کیا کہ دنیا کے پردہ پر کم ہی مائیں ایسی ہونگی جو شاذونادر کے طور پر ایسے بچے جنیں۔ دنیا کے لئے دوسرا بہترین موقع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اُتر کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا زمانہ ہے۔ جو برکتیں دنیا میں کسی کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے سوا حاصل نہیں ہوسکتی تھیں آج حاصل ہوسکتی ہیں ......مومن کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ہر دوزخ اس کے لئے جنت بن جاتی ہے...... جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیالکوٹ سے واپس آرہے تھے تو لوگوں نے آپؑ پر پتھر پھینکے...... جب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر واپس آرہے تھے تو انہیں لوگوں نے طرح طرح کی تکالیفیں دینی شروع کیں اور دِق کیا۔ مولوی برہان الدین صاحبؓ اُنہی میں سے ایک تھے۔ جب وہ واپس جارہے تھے تو کچھ غنڈے ان کے پیچھے ہوگئے اوران پر گند وغیرہ پھینکا۔ آخر بازار میں

ان کو گرا لیا اور ان کے مُنہ میں گوبر ڈالا۔ دیکھنے والوں نے بعد میں بتایا کہ جب مولوی برہان الدین صاحبؓ کو جبرًا پکڑ کر ان کے مُنہ میں زبردستی گوبر اور گند ڈالنے لگے تو انہوں نے کہا ''الحمدللہ۔ ایہہ نعمتاں کتھوں۔ مسیح موعودؑ نے روز روز آناں وے؟''یعنی الحمدللہ یہ نعمتیں انسان کو خوش قسمتی سے ہی ملتی ہیں۔ کیا مسیح موعودؑ جیسا انسان روز روز آسکتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ایسا موقعہ ملے۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دوزخ پیدا کی ہی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ خدتعالیٰ نے ان کو ایسا بنا دیا ہے کہ ان کی برکات کی وجہ سے ہر دوزخ ان کے لئے برکت بن جاتی ہے اور راحت کا موجب ہوتی ہے۔''

(الفضل 10-اکتوبر 1945ء صفحہ 1-2)

مکرم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف **''اصحاب احمد''** تحریر کرتے ہیں

''جب میں تصور کرتا ہوں کہ یہ بزرگ ایک ایک کر کے ہم سے جُدا ہو رہے ہیں تو میرے جیسا شخص جو ان سے بہت کم مستفیض ہوسکا اور جسے صحابہ کبار کے بیشتر حصہ کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا اس کا دل بھی بیٹھنے لگتا ہے اور وہ سوچتا ہے اور سخت بیقرار ہو کر سوچتا ہے کہ کیا وہ دُنیا تاریک وتار نہ ہوگی اور کیا اس کی زندگی تکلیف دہ نہ ہوگی کہ جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک صُحبتوں سے فیض یافتہ صحابہ کرامؓ سے خالی ہوجائے گی اور ہم اس آواز سے محروم ہو چکے ہونگے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے مُرسل علیہ السلام کی زبان مبارک سے

یہ بات سُنی۔آپؑ سے مصافحہ کیا۔آپؑ کو یُوں کرتے دیکھا۔آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور فدائی تھے۔آپؑ سے سُنا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔آپؑ کی زبانِ مبارک سے وحی سُنی اور پھر پوری ہوتی دیکھی۔حضورؑ کے ہمراہ سیر کرنے کا اور مجالس میں بیٹھنے کا اور نمازیں ادا کرنے کا موقعہ ملا۔سو میں بھرے دل سے نئی پود کی خدمت میں عرض پرداز ہوں کہ اے پیارو! وقتِ عزیز کو ہاتھ سے نہ جانے دو اوران بزرگوں سے فائدہ اُٹھالو اور اپنے تئیں ان کا عکس بنا لو تا کہ وہ بھی خوش ہوں کہ انہوں نے بہترین ہاتھوں میں عنانِ سلسلہ سونپی ہے اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ ،حضرت امّ المومنین اطال اللہ بقاء ہا اور تمام صحابہؓ کے لئے خاص طور پر اپنی دعاؤں کو وقف کر دیں تا سلسلہ کی ترقی کے الٰہی وعدے ان کی زندگیوں میں پورے ہوں۔اے اللہ تو توفیق عطا کر۔آمین

اللہ تعالیٰ نے جبکہ ہمیں بتا دیا ہے کہ وہ زمانہ آ رہا ہے کہ جب بادشاہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے جو کہ فقط کچھ عرصہ حضورؑ کے جسم مبارک سے چھو چکے ہونگے برکت ڈھونڈ ینگے تو اس سے ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ حضورؑ کی پاک صُحبت اور انفاسِ قدُسیہّ سے ابدال واقطاب کے رنگ میں مستفیض ہونے والے صحابہ کا مقام کتنا بلند و بالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔کاش ہم ان کی کماحقّہ قدر کریں۔اے اللہ تُو توفیق عطا کر! آمین !!

(اصحابِ احمد جلد 2 صفحہ 13 تا 20)

باب دوئم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور مسیح موعود کے آنے کی پیش خبری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اللہ تعالیٰ نے دنیا کے حالات کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم: 41)

یعنی خشکی اور تری میں بگاڑ پیدا ہو چکا تھا دنیا میں اخلاق حسنہ معدوم ہو چکے تھے۔ فسق و فجور کا دور دورہ تھا۔ دنیا جہالت اور فساد سے بھر چکی تھی ملک عرب میں ایک وحشی قوم آباد تھی جو تعصب اور نافرمانیوں میں حد سے تجاوز کر چکی تھی ان کی زندگی حیوانوں کی طرح بسر ہوتی تھی۔

عربوں کا حال یہ تھا نہ باپ کی عزت نہ ماں کی حرمت کا خیال تھا۔ باپ کی عورتوں کو ورثہ میں تقسیم کر لیا جاتا تھا۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیا جاتا تھا۔ شراب قمار بازی ان کا مقصود حیات تھا۔ معمولی باتوں پر قتل و غارت پر تیار ہو جانا اور پھر یہ لڑائیاں سالوں جاری رہتی۔ قتل و قصاص کا سلسلہ طویل سے طویل تر ہوتا جاتا۔ بت پرستی عام تھی۔ ہر قبیلہ کا الگ الگ بت تھا۔ جس کی وہ پوجا کرتے تھے خانہ کعبہ میں 360 بت تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی ہدایت کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اہل

مکہ نے آپ کی شدید مخالفت کی۔آپ پر ایمان لانے والوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا اپنے ظلموں کی انتہا کردی ان غریب غلاموں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ کی رسالت پر ایمان لانے کے جرم میں اونٹ کی ٹانگوں سے باندھ کر چیر دیا جاتا رہا اور کبھی آپ پر ایمان لانے والوں کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا جاتا اور ان کی چھاتی پر بھاری پتھر رکھے جاتے ان کوئلوں کے شعلوں سے اسلام قبول کرنے والوں کی چربی پگھل پگھل کر انہیں ٹھنڈا کر دیتی پھر بھی ان کا جذبہ انتقام ٹھنڈا ہونے میں نہیں آتا تھا۔ان بیچاروں کا کیا قصور تھا۔کہ وہ خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا اقرار کرتے تھے اور اس کے فرستادہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاتے تھے۔تاریخ کے صفحات اہل مکہ کے مظالم سے جو وہ اسلام قبول کرنے والوں پر کرتے تھے بھرے پڑے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات کو بھی بہت سے مظالم کا نشانہ بنایا گیا شعب ابی طالب میں تین سال تک بائیکاٹ کا سامنا کیا۔آخر آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضوان علیہم پر کی جانے والی زیادتیوں نے دعاؤں میں ایک جوش و جذبہ سوز گداز پیدا کر دیا کہ عرش الٰہی کے کنکرے بھی ہل گئے اور بالآخر ان بے کس بے چاروں کو عرب کی سرزمین کا وارث بنادیا اسلام کے شیر دل بہادر جوانوں نے تاریخ کے صفحات پر بے مثال جرأت بہادری اور جوانمردی کی داستانیں رقم کیں کہ دنیا اسکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ساٹھ ہزار کے لشکر کے سامنے صرف ساٹھ اسلامی مجاہدین میدان جنگ ہی کرے انہوں نے ......ایک ایک دن میں ایک ایک لاکھ لوگ صحابہ کی تلواروں اور تیروں کا نشانہ بنے۔بعض مواقع پر ایک ہزار کے کے مقابلے پر ایک مسلمان تھا۔ان کو زندگی سے زیادہ موت عزیز تھی۔وہ میدان جنگ میں شہید ہو کر جلد آنحضرت ﷺ کے دیدار کے خواہشمند تھے۔

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں مکہ اور عرب کی بہت سا علاقہ فتح ہو چکا

تھا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم اس سے کسی کی پیروی کر کے مجھ تک پہنچ سکوں گے۔ چنانچہ صحابہ نے بھی نومسلموں کی تعلیم وتربیت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور یہ صحابہ عرب کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور اسلام کی ترویج واشاعت کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔دنیا میں ایک نئی تہذیب کی بنیادیں استوار کی جارہی تھیں جس نے دنوں میں اپنے رنگ میں دنیا کو رنگین کردیا۔اسلام کی تہذیب وتمدن،عدل وانصاف رواداری اس کا طرہ امتیاز بن گیا اپنے تو اپنے غیر بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام کے بارے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

''ہمارے ہادی اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسولؐ کے لئے کیا کیا جان نثاریاں کیں، جلاوطن ہوئے،ظلم اٹھائے،طرح طرح کے مصائب برداشت کیے، جانیں دیں لیکن صدق ووفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جاں نثار بنادیا۔وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا۔جس کی شعاع ان کے دل میں پڑ چکی تھی ،اس لیے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کرلیا جاوے،آپؐ کی تعلیم ، تزکیہ نفس ،اپنے پیروؤں کو دنیا سے متنفر کرادینا،شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہادینا۔اس کی نظیر کہیں نہ مل سکے گی۔ یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا ہے اوران میں جو باہمی الفت ومحبت تھی ،اس کا نقشہ دوفقروں میں بیان فرمایاہے : وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ (الانفال:64) یعنی جو تالیف ان

میں ہے وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی ،خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا۔اب ایک اور جماعت مسیح موعود کی ہے جس نے اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرنا ہے۔صحابہؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی۔جس کی تعریف میں قرآن شریف بھرا پڑا ہے کیا آپ لوگ ایسے ہیں؟ جب خدا کہتا ہے کہ حضرت مسیح کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو صحابہؓ کے دوش بدوش ہوں گے۔صحابہؓ تو وہ تھے جنہوں نے اپنا مال،اپنا وطن راہ حق میں دے دیا اور سب کچھ چھوڑ دیا۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہوگا۔ایک دفعہ جب راہ خدا میں مال دینے کا حکم ہوا،تو گھر کا کل اثاثہ لے آئے۔جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے ،تو فرمایا کہ خدا اور رسول کو گھر چھوڑ آیا ہوں۔رئیس مکہ ہو اور کمبل پوش ،غرباء کا لباس پہنے۔یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ تو خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ان کے لئے تو یہی لکھا ہے کہ سیفوں (تلواروں) کے نیچے بہشت ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 27)

''آنحضرت ﷺ کے پاس وہ کیا بات تھی کہ جس کے ہونے سے صحابہؓ نے اس قدر صدق دکھایا اور انہوں نے نہ صرف بت پرستی اور مخلوق پرستی ہی سے منہ موڑا بلکہ درحقیقت ان کے اندر سے دنیا کی طلب ہی مسلوب ہو گئی اور وہ خدا کو دیکھنے لگ گئے وہ نہایت سرگرمی سے خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسے فدا تھے کہ گویا ہر ایک ان میں سے ابراہیم تھا انہوں نے کاملِ اخلاص دین کی راہ میں ذبح ہونا قبول کیا

بلکہ بعض صحابہؓ نے جو یک لخت شہادت نہ پائی تو ان کو خیال گذرا کہ شاید ہمارے صدق میں کچھ کسر ہے جیسے کہ اس آیت میں اشارہ ہے

مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ (الاحزاب: 24)

یعنی بعض تو شہید ہو چکے تھے اور بعض منتظر تھے کہ کب شہادت نصیب ہو دیکھنا چاہیئے کہ کیا ان لوگوں کو دوسروں کی طرح حوائج نہ تھے اور اولاد کی محبت اور دوسرے تعلقات نہ تھے؟ مگر اس کشش نے ان کو ایسا مستانہ بنا دیا تھا کہ دین کو ہر ایک شئے پر مقدم کیا ہوا تھا۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 428)

آنحضرت ﷺ صحابہ کی مجلس میں سورۃ جمعہ کی تفسیر فرما رہے تھے۔ جب آپ قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

وَّاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ

(سورہ جمعہ:4)

اور ان کے سوا ایک دوسری قوم بھی وہ اس کو بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب وحکمت والا ہے۔

اس آیت میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ سے صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ آخرین کون ہیں؟

آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا

لو کان الایمان معلقا بالثریا لنا له رجل اور رجال من فارس. (بخاری)

یعنی اگر ایک وقت ایمان ثریا تک بھی اُڑ گیا تو اہل فارس کی

نسل سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ اسے واپس لے آئیں گے اس میں مہدی موعود کی خبر ہے۔

آنحضرت ﷺ نے آنے والے مہدی موعود کی ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی۔

شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطّوسی اپنی کتاب جواہرالاسرار میں جو ۸۴۰ھ میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔

''دراربعین آمدہ است کہ خروج مہدی ازقریہ کدعہ باشد۔

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ ویصدقہ اللّٰہ تعالٰی ویجمع اصحابہ من اقصَی البلاد علی عدّۃ اھل بدر بثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر رجلا ومعہ صحیفۃ مختومۃ (ای مطبوعۃ) **فیھا عدد اصحابہ باسمائھم وبلادھم وحلالھم** یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (یہ نام دراصل قادیان کے نام کومعرب کیا ہوا ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔ اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا۔ یعنی تین سو ۳۱۳ تیرہ ہوں گے۔ اوران کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔''

آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے قادیان ضلع گورداسپور 1885ء میں ماموریت کا دعویٰ فرمایا اور اپنے ماموریت کا اشتہار بیس ہزار تعداد میں شائع کر کے دنیا بھر کے نمایاں لوگوں کو بذریعہ ڈاک بھجوایا جس میں بادشاہ، ممبران

پارلیمنٹ، سیاستدان، اہل علم مذاہب کے نمایاں علماء کو دعوت دی کہ وہ میرے پاس ایک سال کی مدت قیام کریں اور خدا تعالیٰ کا نشان دیکھیں اگر میں ناکام رہا تو دوصد روپے ماہوار کے حساب سے جرمانہ ادا کروں گا یہ بھی پیشکش کی کہ یہ رقم کسی بینک میں پیشگی جمع کروادی جائے گی تاکہ ناکامی کی صورت میں یہ رقم اس شخص کو فوراً مل جائے۔آپ کے دعویٰ کے مقابلہ میں ہندوؤں میں صرف لیکھرام سامنے آیا جو 6/مارچ 1896ء کو خدا تعالیٰ کے قہر کا نشان کا مورد بنا۔عیسائی پادریوں نے بھی بہت کچھ زور مارا اور حکومت کی حمایت کے باوجود ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1893ء میں اپنی مشہور کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' کے آخر پر اپنے صحابہ کی ایک فہرست شائع فرمائی دوسری دفعہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کا ذکر کر کے انجام آتھم کے آخر پر صفحہ 325 تا 328 اپنے صحابہ کی فہرست درج فرمائی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ نے بھی اپنے پیشرو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو مدنظر رکھکر خدا اور رسول کی محبت کے نظارے دنیا میں پیش کئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کو دنیا بھر میں پھیلانے کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔

نہ صرف خود قرآن شریف کو سمجھا اور اس پر عمل پیراہ ہوئے بلکہ دنیا کو اپنے وجود سے ثابت کیا کہ دنیا میں صرف اسلام ہی دین حق ہے اور دنیا کا نجات دہندہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، زندہ کتاب قرآن شریف ہے اور زندہ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر گناہ سے توبہ کر کے اپنے اندر نیک اور پاک تبدیلی پیدا کی۔کہ دیکھنے والے غیر بھی اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ایک صحابی احمدیت کی صداقت کا ثبوت ہے۔وہ

ایک رجسٹر ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجالس کی تفصیل آپ سے عشق اور اپنے اوقات حضرت کی مجلس میں شامل ہو کر احمدیت کا چلتا پھرتا اشتہار بن گئے ۔ بعض صحابہ نے کتب تحریر فرمائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجالس میں آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کو اپنی ڈائریوں میں محفوظ کر لیا بعض حضور کی محبت و شفقت کے نظاروں کو قلمبند کر لیا کرتے تھے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے استفادہ کریں اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کر کے احمدیت کی صداقت کا زندہ ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا جس کو دیکھ کر مزید افراد کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ۔ حضرت مسیح موعود کو قبول کرنے والوں میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد تھے۔ ان میں علماء، اعلیٰ تعلیم یافتہ، پیر، صوفی، مصنف، سرکاری ملازم، عام لوگ جو حضور اقدس کے ساتھ اپنے جذبات محبت وعشق کے لحاظ سے اپنی اپنی دنیا کے لئے ایک نمونہ تھے۔ حضرت مصلح موعود نے جوبلی 1939ء کے موقع پر احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات اور مجالس کی تفصیل بیان کرنے کی تاکید فرمائی وہاں نظارت اصلاح وارشاد کے تحت بعض مربیان سلسلہ کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ شہر شہر گاؤں گاؤں جا کر صحابہ سے ان کے حالات دریافت کریں یہ سارے حالات جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی روایات 15 رجسٹروں میں جمع کیں گئیں جو اب خلافت لائبریری میں موجود ہیں ۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نے ان میں سے بہت سی روایات اخبار الحکم میں شائع کر کے ہمیشہ کے لئے ان کو محفوظ کر لیا۔ حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی کے فرمودہ حالات زندگی جو اخبار الحکم میں شائع ہوئے ہیں اور حضرت خلیفہ صاحب کے بارے میں شائع ہونے والے متفرق واقعات کو مرتب کر کے احباب کے سامنے یہ حقیری کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ آمین

حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب کے حالات زندگی

حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ کو حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح اول کے شاگرد خاص اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ممتاز اور جلیل القدر اور ابتدائی صحابہ کبار میں شمولیت کا مقام حاصل ہے۔ آپ کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ حضرت مولوی صاحب کے کسی دوسرے شاگرد نے آپ کی خدمت میں رہ کر اتنا لمبا عرصہ آپ کی شاگردی اختیار نہیں کی۔

آپ کو احمدیت قبول کرنے سے قبل ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیعت لینے سے بہت پہلے سے تعارف حاصل تھا۔ آپ کو سلسلہ احمدیہ کے کئی اہم تاریخی مواقع پر خدمات کی توفیق ملی۔

آپ کو جماعت احمدیہ کے پہلے جلسہ سالانہ میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہوا۔ جنگ مقدس کے آغاز میں آپ سفیران جنگ میں شامل تھے۔ پھر اس مباحثہ میں فریقین کے پرچہ جات کو لکھنے کی سعادت پائی۔ جلسہ مذاہب عالم کے سلسلہ میں حضرت اقدس کے ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے مضمون کو بھی صاف کر کے لکھا۔ اس کے علاوہ آپ کو حضرت اقدس کی کتب کو صاف کر کے لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی حضور کی کتاب کشتی نوح کے اصل مسودہ کے چند اوراق ان کے ورثا کے پاس ابھی تک محفوظ ہیں۔

سب سے اہم ترین منفرد عظیم الشان اعزاز آپ کو قبر مسیح کے انکشاف اور قبر مسیح کی تحقیقات کے سلسلہ میں حاصل ہوا۔ کتاب نزول المسیح میں پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا نقشہ تیار کیا بلکہ گواہ کے طور پر آپ کا نام درج ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی عظیم الشان پیشگوئی کہ جب مہدی آئے گا اس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہوگی جس میں اس کے 313 صحابہ کے نام لکھے ہونگے آپ بھی اس پیشگوئی کی صداقت کے گواہ بنے آپ کا نام بھی اس فہرست میں شامل ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا ایک الہام خاص آپ کے بارہ میں ہوا اسکے علاوہ حضور نے الہام وکشوف میں اور اپنی کئی کتب میں آپ کا ذکر فرمایا۔ ع

ایں سعادت بزور بازو نیست

پیدائش اور آباؤ اجداد

حضرت خلیفہ نورالدینؓ صاحب جمونی بیان فرماتے ہیں:۔

''ہمارا اصل وطن جلال پور جٹاں ضلع (گجرات پنجاب) ہے۔ لیکن مہاراجہ رنبیر سنگھ آنجہانی کے ابتدائی وقت یعنی بہت کافی عرصہ سے ہم ریاست جموں وکشمیر مقیم ہو گئے ہیں۔

میرے والد کا نام معظم الدین تھا جو جلال پور ضلع گجرات میں امام مسجد تھے۔ لوگوں کو انکا نام بلانا مشکل ہوتا تھا۔ اسلئے جب وہ اہل حدیث ہو گئے تو انہوں نے اپنا نام تبدیل کر کے محمد عبداللہ رکھ لیا۔'' 1

خلیفہ صاحب کے والد مولوی عبداللہ معظم دین صاحب ایک بڑے عالم اور بزرگ انسان تھے جوانی کے زمانے ہی میں کتب دینیہ

جمع کرتے رہتے تھے کہ میرا لڑکا ہوگا تو وہ ان کو پڑھے گا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو بچپن سے ہی تحصیل علم کا شوق تھا اور یہی شوق حضرت مولوی نور الدین صاحب سے ملاقات اور شاگردی کا سبب بنا۔ آپ کے والد صاحب لکڑی کا کاروبار کرتے تھے۔ 2

کنوئیں میں گرنا ..... خواب کی تعبیر

آپ فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ بچپن میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں کنوئیں میں گر گیا ہوں۔ اور مَیں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ یہ خواب اس طرح پوری ہوئی کہ ہمارے گاؤں میں ایک کنواں تھا۔ جس کا پانی خراب اور کھاری ہوگیا تھا۔ اور لوگوں نے اس سے پانی بھرنا چھوڑ دیا تھا۔ پھر اس کنوئیں کو صاف کیا تو سب لوگ اس کنوئیں سے پانی لینے گئے۔ میں بھی گیا۔ پانی نکال رہا تھا۔ معلوم نہیں کس طرح مَیں کنوئیں میں گر گیا۔ گرتے وقت میں یہ محسوس کر رہا تھا۔ گویا میں خواب میں کنوئیں میں گر رہا ہوں۔'' اور مَیں اپنے دل میں کہہ رہا تھا (کہ ایسا ہی پہلے بھی مجھے خواب آیا تھا) کہ مَیں پانی میں گر گیا ہوں۔ کسی نے مجھے گرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اور اس نے شور مچایا۔ اس پر بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ چونکہ مجھے بچپن سے ہی تیرنے کی مشق تھی۔ اس لئے مَیں پانی میں تیرتا رہا۔ لوگوں نے جلدی جلدی پیڑھی سے رسّہ باندھ کر پیڑھی کنوئیں میں لٹکائی۔ اور میں اس پر بیٹھ کر باہر نکل آیا۔'' 3

اس خواب کی تعبیر حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب نے یہ فرمائی کہ آپ سے

اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام والا سلوک کریگا اور آپ کے رزق کا متکفل ہوگا اور غیب سے رزق کے سامان فرمائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حصول تعلیم

''میرا سن پیدائش ۱۹۰۸ء بکرمی (۵۱-۱۸۵۲ء) ہے۔ میں نے پانچ چھ سال کی عمر میں قرآن مجید، معمولی مسائل اور صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرنے کے بعد مضافات میں جہاں کہیں کسی مشہور مولوی کا پتہ چلتا وہاں جا جا کر عربی، فارسی، فقہ اور حدیث کا علم حاصل کرتا رہا۔

میں بارہ چودہ سال کی عمر کا تھا کہ مولوی غلام رسول صاحب ساکن قلعہ میاں سنگھ (المعروف مولوی صاحب قلعہ والے) کا مرید ہوا۔ اور انکی بیعت کی۔ 4''

خلیفہ صاحب کے والد صاحب نے آپ کو حصول تعلیم کیلئے سہارنپور بھیجا پھر بعد میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کی مکہ سے واپسی پر آپ کے پاس بھیرہ چلے گئے۔ 5

''مَیں ابتدائے جوانی میں گجرات میں رہتا تھا۔ اور اس وقت فرقہ اہل حدیث کا ابتدائی چرچا تھا اور پبلک میں اس کی سخت مخالفت تھی۔ اُن کی باتیں معقول پا کر مَیں بھی اہل حدیث میں شامل ہو گیا۔ ایک دفعہ سیال شریف جاتے ہوئے راستہ میں بھیرہ میں مولوی سلطان احمد صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے

ذکر کیا کہ میرا بھائی نورالدین نام مکّہ میں حدیث پڑھ رہا ہے۔اس طرح پہلی دفعہ میں نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاوّل کا حال سنا۔ 6

''ایک دفعہ میرا بھیرہ جانا ہوا۔وہاں حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب خلیفہ اول کے بڑے بھائی سلطان احمد صاحب نے ذکر کیا کہ ان کے بھائی یعنی حضرت خلیفہ اول حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے مکّہ گئے ہوئے ہیں اور کچھ عرصہ تک واپس آئیں گے۔ میں انکا منتظر رہا۔ایک روز صبح کے وقت گجرات میں میرے والد صاحب اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی حمام میں نہانے کے لئے گئے۔نہا کر مولوی برہان الدین صاحب نے فرمایا کہ بھیرہ میں بھی ایک اہل حدیث۔ حدیث کا علم پڑھ کر آیا ہے۔ میں نے مولوی صاحب سے ان کا نام پوچھا۔انہوں نے فرمایا۔نورالدین۔ میں نے پوچھا کہ کیا وہ آ گیا ہے۔ کہنے لگے ''ہاں۔'' 7

''پھر جب مَیں نے سنا کہ مولوی صاحب مکہ سے واپس آ گئے ہیں تو مَیں انہیں ملنے کے واسطے گیا اور ان کے عقائد اور تحقیقی مسائل سے متفق ہو کر ان کے پاس رہا۔'' 8

حضرت مولانا حکیم نورالدینؓ خلیفہ اول کی شاگردی

حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''میں نے کہا کہ میں تو اس کا منتظر تھا۔ چنانچہ میں نماز صبح پڑھ کر ایک کمبل کندھے پر رکھ کر چل پڑا اور تیسرے روز بھیرہ پہنچا۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مولوی صاحب نے حکیم فضل دین صاحب اور دیگر اہل حدیثوں سے فرمایا کہ یہ ایک اور اہل حدیث آیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے مجھے اہل حدیثوں کی مسجد یعنی حکیماں والی مسجد کا امام مقرر فرمایا۔ اور حضرت مولوی صاحب نے میرا کھانا اپنے گھر پر مقرر کر دیا۔ مولوی صاحب مجھے خود حدیث پڑھاتے تھے۔ لیکن پڑھائی کے دوران میں بہت سے مریض آجاتے۔ حضرت مولوی صاحب ایک دو حدیثیں پڑھانے کے بعد مجھے نسخے لکھوانے لگ جاتے اور پھر فرماتے۔ ان کو یہ یہ دوائیاں بانٹ دو۔ دوائیوں کی تقسیم کے بعد مولوی صاحب پھر پڑھانا شروع کر دیتے۔ اسی اثناء میں اور مریض آجاتے۔ تو پھر نسخے لکھنے اور دوائیوں کی تقسیم کا کام شروع ہو جاتا۔ غرضیکہ مریضوں کے ہر گروہ کے وقفہ کے درمیان ایک دو حدیث کی پڑھائی ہوتی۔ 9

حضرت خلیفہ صاحب کا سفر لاہور

آپ بیان فرماتے ہیں کہ

''اس اثناء میں ایک بار بھوپال سے ایک اہل حدیث منشی جمال الدین صاحب نے حضرت مولوی صاحب (حکیم نور الدین صاحب) کو بھوپال آنے کے لئے لکھا۔ مولوی صاحب بھوپال میں مقیم ہونے کے ارادہ سے بھیرہ سے روانہ ہوئے۔ اور مجھے بھی لاہور تک ساتھ لائے۔ لاہور پہنچ کر فرمایا کہ بھوپال پہنچ کر اور وہاں مقیم ہو کر آپ کو بھی بلا لیں گے۔ اتنی دیر آپ یہیں ٹھہریں۔ لیکن اسی اثناء میں مولوی صاحب کے بڑے بھائی مولوی محمد سلطان صاحب فوت ہو گئے۔ اس لئے مولوی صاحب کو واپس آنا پڑا۔ مولوی صاحب نے لاہور پہنچ کر مجھ سے فرمایا کہ بھیرہ چلو۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں اب یہاں پر مدرسہ میں باقاعدہ تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ لیکن مولوی صاحب اصرار کر کے مجھے بھیرہ واپس لے گئے۔ اور فرمایا کہ ہم آپ کو طب اور حدیث خود پڑھائیں گے۔ پھر میں ہمراہ ہولیا۔ اور حسب سابق تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔

میں قریباً دس بارہ سال حضرت مولوی صاحب کے پاس رہا۔ اور اسی اثناء میں آپ کے گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے رہا۔ اور حضور کے بچوں کی تعلیم و پرورش میں امداد کرتا رہا۔ ادویات کی کوٹ چھان کی نگرانی۔ مریضوں کے نسخے لکھنے اور پھر نسخوں کی تیاری اور تقسیم کا کام سب میرے سپرد تھا۔''[10]

قیام بھیرہ اور پہلی شادی

حافظ عبدالعزیز صاحب مولوی صاحب کے بچوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ دادی اماں کو بھی وہ قرآن پڑھاتے رہے۔ بعد میں حافظ صاحب نے اپنی بیٹی کی دادا جان (حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب) سے شادی کروادی۔ دادا جان یہ تمام عرصہ مولوی صاحب کے ساتھ رہے۔اور جب مولوی صاحب جموں آئے تو خلیفہ صاحب بھی ان کے ساتھ جموں آ گئے ۔ 11

حضرت خلیفہ اول کا ریاست جموں وکشمیر میں ملازمت کرنا (1877-76) اور آپ کو ساتھ لے جانا

آپ کا بیان ہے

''متھرا داس صاحب ساکن بھیرہ نے جو مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب والئی ریاست جموں وکشمیر کے عہد میں ریاست ھٰذا میں ملازم تھے۔ مہاراجہ صاحب موصوف سے حضرت مولانا نورالدینؓ کے علم وفضل کا تذکرہ کیا۔ اور بتلایا کہ مولوی صاحب جو پہلے ایک ریاست میں ملازم تھے وہاں سے واپس اپنے وطن بھیرہ میں آ گئے ہیں۔ مہاراجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب کو جا کر فوراً لے آؤ۔ وہ بھیرہ میں آئے۔ اور مولوی صاحب، خاکسار اور متھرا داس صاحب یکّہ میں سوار ہو کر کئی روز میں براستہ وزیر آباد سیالکوٹ

جموں پہنچے۔ حضرت مولوی صاحب کے مشاہرہ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ تو متھرا داس نے کہا کہ مولوی صاحب کو دوصد روپیہ ماہوار یہاں ایک ریاست میں ملتا تھا۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب نے دوصد روپیہ ماہوار دینا فی الفور منظور کر لیا۔ اور کہا اگر ایسا آدمی دو ہزار روپیہ ماہوار بھی مانگے تو ہم اس قدر رقم دینی منظور کر کے بھی انہیں ضرور رکھ لیں۔ اسکے بعد مہاراجہ صاحب نے پہلے چار اور پھر پانچ صد تک تنخواہ بڑھا دی۔'' 12

اس سے قبل حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب نے رؤیا میں دیکھا جس میں کشمیر جانے کا اشارہ تھا۔

''حضرت ﷺ ہنس پڑے اور مجھ سے کہا تو کشمیر دیکھنا چاہتا ہے میں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ چل پڑے اور میں پیچھے پیچھے تھا۔ بان ہال کے رستے سے ہم کشمیر گئے۔'' 13

بندش اذان بہ حکم مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب اور آپ کو مہاراجہ کی طرف سے خلیفہ کا خطاب

آپ فرماتے ہیں:۔

''جموں میں جس مکان میں ہم رہتے تھے۔ وہ محلّات شاہی کے سامنے تھوڑی دور تھا۔ میں اپنے مکان کے باغ میں ایک طرف اذان دیا کرتا تھا۔ اور خاکسار و مولوی صاحب نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اس جگہ بھی حضرت مولوی صاحب نے مجھے امام مقرر کر

رکھا تھا۔ ان دنوں ریاست جموں وکشمیر میں اذان کی سخت بندش تھی۔ اور اذان دینے والے کے لئے سخت سزا مقرر تھی۔ ایک دن میں نے جوش میں آکر اذان بلند آواز سے کہہ دی۔ تو مہاراجہ صاحب نے حضرت مولوی صاحب کو بلا بھیجا اور کہا کہ دیکھئے مولوی صاحب آپ کے خلیفہ نے اذان کہی ہے۔ اس اذان میں حیؔ علی الصلوٰۃ حیؔ علی الفلاح کے الفاظ آئے ہیں۔ کیا ان کا مطلب یہی ہے کہ آکر نماز پڑھو؟

مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ مطلب صحیح ہے۔ مہاراجہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھئے مولوی صاحب پھر یہ خدا کا حکم ہے نا۔ کہ نماز کی طرف آؤ۔ مولوی صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔ مہاراجہ نے کہا کہ جو خدا کا حکم سن کر نماز پڑھنے نہ آئے تو وہ بہت ہی گنہگار رہے۔ حضور نے فرمایا کہ ''سرکار بالکل درست ہے۔'' مہاراجہ صاحب نے کہا کہ ہماری رعایا غریب اور کمزور ہے۔ اب اگر خدا کا یہ حکم سن کر وہ نماز نہیں پڑھے گی تو اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ اس لئے ہم نے اذان دینے کا حکم ہی بند کر رکھا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے واپس آکر مجھے یہ واقعہ بتلایا اور کہا کہ دیکھو کس طریقہ سے اذان کی بندش کے لئے ہمیں کہا ہے۔ نیز یہ بھی کہا کہ آپ کو ''خلیفہ'' کا خطّاب مہاراجہ صاحب نے دیا ہے۔ اس روز کے بعد سے حضرت مولوی صاحب اور دیگر احباب نے مجھے ''خلیفہ'' کے لقب سے ملقب کرنا شروع کر دیا۔ اس سے پہلے مجھے کوئی خلیفہ نہیں کہتا تھا۔''[14]

دریا میں کشتی ڈوبنے کا واقعہ

''ایک دفعہ دسمبر کے مہینہ میں حضرت مولوی صاحب نے مجھے جموں سے بھیرہ سامان لانے کے لئے بھیجا۔ ان دنوں دریا ''توی'' پر پُل نہیں ہوتا تھا اور لوگ سیالکوٹ سے جموں توی تک تانگے پر جایا کرتے تھے۔ اور وہاں سے کشتی پر دریا کو پار کیا کرتے تھے۔ جب میں بھیرہ سے واپس آیا تو دریا توی کے کنارے شام کے وقت پہنچا۔ ان دنوں شہر جموں کے دروازے شام کے بعد بند ہو جاتے تھے۔ اور اگر کسی کو شہر میں جانا ہوتا تو بہت سا چکر لگا کر جنگل کے راستہ ایک طرف سے شہر میں جا سکتے تھے اس لئے بہت سے لوگ جو اس وقت کنارہ پر موجود تھے جلدی پار ہونے کے خیال سے ایک ہی کشتی میں سوار ہو گئے جو کنارہ پر موجود تھی۔ چند ایک خچریں بھی بمع سامان کشتی والوں نے لا دلیں۔ اس لئے کشتی بوجھل ہو کر توی کے درمیان میں ڈوب گئی۔ اور ہم سب پانی میں گر گئے۔ میں نے مولوی صاحب کی ایک ہلکی رضائی اپنے اوپر لپیٹی ہوئی تھی۔ مَیں نے اسے اپنے اوپر لپیٹے رہنے دیا۔ میرے ایک ہاتھ میں ایک ہینڈ بیگ تھا جس میں مولوی صاحب کی بیوی کے پارچہ جات تھے۔ میں نے اسے بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور دریا میں بہتا بہتا دور نیچے چلا گیا۔ آخر میرا ہاتھ ایک خچر کی دُم پر پڑ گیا۔ میں نے دُم پکڑ لی اور محفوظ ہو گیا۔ اور آخر کار جہاں پر دریا میں پاؤں لگنے لگے وہاں سے پیدل چل کر دریا کو پار کیا۔ پھر وہاں سے دریا کے کنارے کنارے چل کر

جنگل کے راستہ سے شہر میں داخل ہوا۔ اور کافی رات گئے حضرت مولوی صاحب کے مکان پر پہنچ گیا۔ مولوی صاحب یہ سارا واقعہ سن کر حیران رہ گئے۔ اور فرمایا کہ آپ نے سامان چھوڑ کیوں نہیں دیا؟ تا کہ آسانی سے تیر سکتے۔'' 15؎

امام مہدی کا انتظار

خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے تھے کہ حضرت والد صاحب سناتے تھے کہ

''جب بھی کوئی مشہور عالم دین فوت ہوتا تو حضرت مولوی نورالدین صاحب مجھے بتایا کرتے تھے کہ آج فلاں عالم فوت ہو گئے۔ فلاں بزرگ گذر گئے یا فلاں مولوی صاحب اسلام کی خدمت کرنے والے فوت ہو گئے۔ میں کہا کرتا تھا کہ آپ مرنے کی خبریں تو دیتے ہیں مگر کسی نیک یا بزرگ کے پیدا ہونے کی خبر نہیں دیتے تو ایک دن مولوی صاحب بہت خوش خوش تشریف لائے اور مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے کہ تم ہمیشہ کہتے تھے کہ آپ عالموں اور بزرگوں کے مرنے کی اطلاع دیتے ہیں کسی عالم کے پیدا ہونے کی خبر نہیں دیتے تو میں تمہیں آج ایک عالم کے پیدا ہونے کی خبر سناتا ہوں کہ قادیان میں ایک نیک اور عالم شخص پیدا ہوا ہے جو کہ اسلام کے دفاع میں لٹریچر شائع کر رہا ہے اسکی سربلندی کے لئے کوشاں ہے۔ اس طرح حضرت مولوی صاحب کے ذریعہ سے حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانیؑ سے غائبانہ تعارف ہوا تھا غالباً ان دنوں براہینِ احمدیہ شائع ہو رہی تھی۔ 16؎

حضرت مسیح موعودؑ کے اسم مبارک سے واقف ہونا

''شیخ رکن الدین صاحب جو ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اور جموں میں ایک ہندو کے مکانات اور جائداد کے کاردار تھے۔ انہوں نے جموں میں حضرت مولانا نورالدینؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان نام میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی حمایت میں رسالے و کتب لکھی ہیں۔ (غالبًا ان دنوں ''براہینِ احمدیہ'' شائع ہو رہی تھی) حضرت مولانا نورالدینؓ صاحب (خلیفہ اوّل) نے یہ سن کر حضور (حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی) کی خدمت میں خط لکھ کر کتب منگوائیں۔ اور ان کتب کی آمد پر حضورؑ کے نام کا جموں میں چرچا ہوا۔ میں ان دنوں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا مرید تھا اور ان کے خاندان سے میرے تعلقات تھے۔ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا ایک لڑکا مولوی عبدالواحد حضرت مولوی نورالدین اعظم کے ہاں بیاہا ہوا تھا۔'' 17

حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب

کی قادیان آمد...... مارچ 1885ء

1885ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نشان نمائی کی دعوت کا ایک اشتہار شائع فرمایا۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی ریاست جموں کے شاہی طبیب کی حیثیت سے جموں میں مقیم تھے کہ یہیں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اشتہار ملا اور آپ حضرت اقدس کی زیارت کے لئے دیوانہ وار جموں سے قادیان روانہ ہو گئے۔

حضرت مولانا حکیم نورالدینؓ صاحب حضرت اقدس سے پہلی ملاقات کا ذکر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

> ''چنانچہ آپ اس وقت سیڑھیوں سے اُترے تو میں نے دیکھتے ہی دل میں کہا کہ بس یہی مرزا ہے اور اس پر میں سارا ہی قربان ہو جاؤں۔''
>
> ''حضرت اقدس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ میں ہوا خوری کے واسطے جاتا ہوں کیا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ چنانچہ آپ دور تک میرے ساتھ چلے گئے اور مجھے یہ بھی فرمایا کہ امید ہے کہ آپ جلد واپس آجائیں گے حالانکہ میں ملازم تھا اور بیعت وغیرہ کا سلسلہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں پھر آ گیا اور ایسا آیا کہ یہیں کا ہو رہا۔''[18]

رؤیا کی تعبیر بیان فرمودہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاول بیان فرماتے ہیں :۔

''رستے میں میں نے اپنا ایک رؤیا بیان کیا جس میں مَیں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تھا اور عرض کیا تھا کہ کیا حضرت ابو ہریرہؓ کو آپؐ کی احادیث بہت کثرت سے یاد تھیں؟ اور کیا وہ آپؐ کی باتوں کو ایک زمانہ بعید تک بھی نہیں بھولا کرتے تھے؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا کوئی تدبیر ہوسکتی ہے کہ جس سے آپؐ کی حدیث نہ بھولے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ قرآن شریف کی ایک آیت ہے جو میں تمہیں کان میں بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے اپنا منہ مبارک میرے کان کی طرف جھکایا اور دوسری طرف معاً ایک شخص نورالدین نام میرے شاگرد نے مجھے بیدار کر دیا اور کہا ظہر کا وقت ہے آپ اُٹھیں۔

یہ ایک ذوقی بات تھی کہ میں نے مرزا صاحب کے سامنے اسے پیش کیا کہ کیوں وہ معاملہ پورا نہ ہؤا؟ اس پر آپ کھڑے ہو گئے اور میری طرف منہ کر کے ذیل کا شعر پڑھا۔

من ذرّہ نہ آفتابم ہم از آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

پھر فرمایا کہ جس شخص نے آپ کو جگایا تھا اسی کے ہم معنی کوئی آیت قرآن کریم کی ہے اور وہ یہ ہے۔ لا یمسّہٗ اِلّا المطھّرون غرض یہ تو ایک پہلا بیج تھا جو میرے دل میں بویا گیا اور حضرت مرزا صاحب کی سادگی جواب اور وسعتِ اخلاق اور طرزِ ادا نے میرے دل پر ایک خاص اثر کیا۔'' 19ؔ

حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت اور اس کی تعبیر

جموں میں آپ کو آنحضرت ﷺ کی خواب میں پھر زیارت ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ ''جموں کے ایک مندر (واقع جلا کا محلّہ) کے سامنے پرچون کی دکان ہے وہاں ایک لکڑی کی چوکی پر آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں حضورؐ نے آپ کو گذرتے دیکھ کر فرمایا کہ تم ہمارے یہاں سے آٹا لے لو۔ چنانچہ حضورؐ نے لکڑی کے ایک ترازو میں آٹا تولا۔ جو بظاہر ایک آدمی کی خوراک کے قابل تھا۔ آپ نے اپنے دامن میں اس کو لیا۔ جب آپ کی جھولی میں آٹا ڈال چکے تو پلڑے کو زور سے ڈنڈی سے مارا اور سب آٹا آپ کے دامن میں گرادیا۔ بعدازاں آپ نے حضورؐ سے سوال کیا کہ کیا آپؐ نے

حضرت ابو ہریرہؓ کو کوئی ایسی بات بتائی تھی جس سے وہ آپؐ کی
حدیثیں یاد رکھتے تھے۔حضورؐ نے فرمایا۔''ہاں۔'' آپ نے عرض کیا
کہ وہ بات مجھے بھی بتا دیں تا میں بھی آپؐ کی حدیثیں یاد کرلوں۔
فرمایا ہم کان میں بتاتے ہیں۔آپ نے کان آگے کیا اور حضورؐ نے
بھی اپنا دہن مبارک آپ کے کان سے لگا یا کہ خلیفہ نورالدین
صاحب نے نماز کے لئے آپ کو جگا دیا۔آپ نے سوچا کہ حدیث پر
عمل کرنا یہی حدیثوں کے یاد کرنے کا ذریعہ ہے۔اٹھانے والا بھی
خواب ہی کا فرشتہ ہوتا ہے اور ''نورالدین'' کے لفظ سے اس وقت یہ
تعبیر آپ کے ذہن میں آئی۔خدا کی قدرت آئندہ چل کر آپ اس
جگانے والے کے نام کی طرح خود ہی صحیح معنوں میں خلیفہ نورالدین
ہو گئے اور اس مبارک خواب کی ایک دوسری تعبیر کھلی۔''20

ایک رؤیا اور بخاری کی تعلیم

حضرت خلیفہ صاحب نے بخاری کی تعلیم خود مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ سے پائی۔آپ کے بخاری پڑھنے کے بارے میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب نے بخاری کے درس کے دوران فرمایا کہ

''میں ریاست جموں میں تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ
میرے پاس ایک دودھ کا پیالہ ہے آدھا میں کسی کو پلا چکا ہوں۔ باقی
آدھا میرے پاس ہے اتنے میں نورالدین (تاجر کتب جموں) میرے
پاس آیا۔وہ آدھا میں نے اس کو دیا اور اس نے پی لیا۔یہ خواب میں نے

خلیفہ نورالدین جمونی کو سنائی میں نے کہا تم مجھ سے عمدہ علم پڑھو گے۔وہ ان دِنوں کچھ ناراض تھے کہنے لگے میں تو آپ سے کچھ پڑھنا نہیں چاہتا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی (غفرہ اللہ) نے (آخر 1886ء میں چھ ماہ کے دوران ناقل)21ے کشمیر میں مجھ سے بخاری پڑھنی شروع کی جب وہ نصف ختم کر چکے تو اتفاقاً وہاں نورالدین بھی آگئے22ے بعض باتیں جو پسند آئیں تو بے اختیار کہہ اٹھے کہ اب مَیں بھی پڑھوں گا۔23ے اور باقی نصف کے درس میں وہ بھی شامل ہوئے وہ تو خواب کے واقعہ کو بھول چکے تھے جب بخاری کو ختم کر چکے تو میں نے انہیں یاد دلایا کہ دیکھو خواب کیسی سچی نکلی اور بخاری کی کیسی عظمت ثابت ہوئی ہے۔24ے

ملازمت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ رزاقیت کا ظہور

ریاست جموں کشمیر میں ملازمت کے بارے میں آپ بیان کرتے ہیں

''میں ایک دفعہ جموں سے پیدل براستہ گجرات کشمیر گیا۔راستہ میں مَیں نے گجرات کے قریب ایک جنگل میں نماز پڑھ کر اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ والی دعا نہایت زاری سے پڑھی اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے میری روزی کا سامان کچھ ایسا کر دیا کہ مجھے کبھی تنگی نہیں ہوئی۔اور باوجود کوئی خاص کاروبار نہ کرنے کے غائب سے ہزاروں روپے میرے پاس آئے۔ میں نے ابتداء میں سرکاری ملازمت بھی کی ہے۔ میرے ایک ہندو دوست نے حضرت مولانا

نورالدین صاحب سے کہا کہ آپ کے ماتحت اتنے محکمے ہیں (ان دنوں حضرت مولوی صاحب کے ماتحت بہت سے محکمے تھے۔) آپ ان میں سے کسی پر خلیفہ نورالدین کو بھی لگا دیں۔ پھر مجھے حضرت مولوی صاحب نے عربی فارسی کا ترجمان مقرر فرما دیا۔'' 25ے

آپ نے کچھ وقت سری نگر کشمیر میں مردم شماری کے محکمہ میں بھی ملازمت کی تھی اس لئے آپ شہر کے کونہ کونہ سے واقف تھے۔ 26ے

قحط و اموات

حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب بیان فرماتے ہیں

ان دنوں کشمیر میں ایک سال (1880ء) سخت قحط اور اسکے بعد ہیضہ کا مرض پھوٹ پڑا۔ قحط کے باعث غلّہ اسقدر کم ہو گیا کہ کشمیر میں ایک روپیہ کے ایک سیر چاول ملتے تھے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب نے پنجاب سے غلہ منگوا کر ایک روپیہ کا سوا سیر عوام کی بہبودی کے لئے سرکاری خرچ پر بکوایا۔ حضرت مولوی صاحب نے ان دنوں میرے سپرد یہ ڈیوٹی کی کہ شہر سری نگر میں پھر کر اموات و مریضوں کے متعلق رپورٹ کرتا رہوں۔ اور لوگوں کو صفائی کی ہدایت کروں۔ میں ہر محلّہ میں جاتا اور رپورٹ تیار کرتا۔ چونکہ مجھے وباء زدہ علاقہ میں جانا ہوتا تھا اس لئے مہاراجہ صاحب کا حکم تھا کہ میں مہاراجہ صاحب کے محلات واقعہ لال منڈی میں نہ جاؤں۔ میں (اوپر اوپر) کے راستے حضرت مولوی صاحب کے ہاں پہنچ جاتا تھا۔ اور جب

راجہ صاحب مجھے ادھر جاتے دیکھ لیتے تو حضرت مولوی صاحب سے کہتے کہ دیکھئے مولوی صاحب وہ آپ کا خلیفہ مجھ سے چوری چھُپ چھُپ کر جا رہا ہے۔ جب سری نگر میں وباء وغیرہ سے آرام ہوگیا تو میں پھر بطور ترجمان کام کرنے لگا۔ میری یہ ملازمت حضرت مولوی صاحب کے ریاست سے واپس چلے جانے تک رہی اور حضور کے جاتے ہی ختم ہوگئی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے میرے لئے روزی کے اور غیبی سامان مہیا کر دئے۔

حضرت مولوی صاحب نے ایک دفعہ مجھے فرمایا تھا کہ بچپن میں کنوئیں میں گرنے سے آپ کی مشابہت حضرت یوسف علیہ السلام سے ہے۔ ان کی طرح غیب سے خدا آپ کے لئے روزی کا سامان کریگا۔ (اس لیے آپ کی روزی کے سامان غیب سے ہوئے۔ یاد رہے کہ خلیفہ نورالدین صاحبؓ نے بچپن میں خواب دیکھا تھا کہ وہ کنویں میں گر گئے ہیں اور پھر انہیں جلد نکال دیا گیا ہے۔ ناقل) اس ملازمت کے بعد مجھے سرکاری دفاتر کی ضروریات سٹیشنری وغیرہ کی سپلائی کے ٹھیکے مل جاتے رہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کاروبار میں اتنی برکت دی کہ میں نے ہزاروں روپیہ کمایا اور بہت سے لوگوں نے ہزاروں روپیہ مجھ سے قرض لیا (تقریباً بیس ہزار کے لگ بھگ) جو انہوں نے واپس نہ کیا۔ مولوی اللہ دتہ صاحب مرحوم (313 اصحاب میں شامل تھے) میرے بہنوئی میرے شریک کار تھے۔ کاروبار زیادہ تر انہی کے ہاتھ میں تھا اور دکان پر وہی بیٹھا کرتے تھے۔ میں اکثر آزاد

ہی رہتا اور اکثر قادیان آتا جاتا رہا۔ خدا تعالیٰ نے اس کاروبار میں اتنی برکت دی مولوی اللہ دتہ صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جو غالباً 1915ء میں ہوئی میں نے کوئی کاروبار نہیں کیا۔ 27ے

اپنی ملازمت کے دوران کا ایک واقعہ

حضرت خلیفہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ

''جن دنوں میں ملازم تھا۔ ان دنوں ایک دفعہ مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب صحت کی خرابی کے باعث موسم گرما میں دیر تک کشمیر میں ٹھہرے رہے۔ اور ماہ دسمبر کے وسط میں یہاں سے جموں روانہ ہوئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ یکم پوہ (پندرہ دسمبر) کو ہم ویری ناگ سے جموں کے لئے روانہ ہوئے۔ ویری ناگ میں مجھے سامان کے لئے مزدور نہ ملے۔ میں نے تحصیلدار کو بہت دفعہ کہا لیکن مزدور نہ مل سکے۔ اور عصر کے قریب کا وقت ہوگیا۔ باقی سب لوگ مہاراجہ صاحب کے ساتھ کافی وقت پہلے روانہ ہو چکے تھے۔ میرے ساتھ ایک یتیم لڑکا تھا جسکی پرورش حضرت مولوی نورالدین صاحب فرما رہے تھے۔ میں نے سامان کو وہیں چھوڑا اور اس لڑکے کو گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھا کر چل نکلا۔ مہاراجہ صاحب کا ان دنوں حکم تھا کہ جو سامان پیچھے رہ جائے۔ اسے منزل پر پہنچا دیا جائے۔ اور عموماً سامان ضائع نہیں ہوتا تھا۔ چونکہ اس سال خشک سالی تھی اس لئے ابھی تک برف نہیں پڑی تھی۔ میں اس لڑکے کے ہمراہ رات کے بارہ بجے پیر

پنچال کو عبور کر کے مہاراجہ صاحب کے کیمپ بمقام بانہال پہنچا۔ اس وقت ایک اہلکار پنڈت حضرت مولوی صاحب کے پاس موجود تھا اور ان سے کہہ رہا تھا کہ آج آپ کا خلیفہ کہیں رستے میں ہی مر جائیگا۔ جونہی میں پہنچا۔ سب کا فکر دور ہوا اور سب مجھے نہایت تپاک سے گلے لگا کر ملے۔''28ے

حج اور صحن کعبہ میں سونا

حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب حج کی سعادت حاصل کرنے کے بارے میں بیان فرماتے ہیں۔

''میرے والد صاحب حج کا ارادہ رکھتے تھے لیکن وہ حج کو نہ جا سکے۔ جن دنوں مَیں حضرت خلیفہ اول کے پاس جموں میں تھا تو میرے پاس کچھ روپے جمع ہو گئے اور میں حج کے لئے گیا۔ اور میں اپنے خرچ پر ایک اور شخص کو جو پہلے حج کر آیا تھا بطور رہبر کے ہمراہ لے گیا تھا۔ مگر بمبئی سے جہاز میں سوار ہوتے ہی میرے کئی واقف بن گئے اس رہبر کا مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ان دنوں بدّو بڑی دلیری سے لُوٹ لیتے تھے۔ چونکہ ان دنوں اس طرف کے لوگ کمر میں ہمیانیاں باندھ کر روپیہ لے جاتے تھے اس لئے ایک بدو نے سامنے سے میری کمر میں ہاتھ مارا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا کیونکہ میں نے اپنا سارا روپیہ امرتسر کے ایک سیٹھ کے پاس جن کی مکہ میں بھی ایک دوکان تھی امانت رکھا ہوا تھا۔ جب میں حج کو گیا تو گرمیوں کے دن

تھے اور میں کعبہ کے صحن میں سو رہا کرتا تھا۔اور بعض اوقات رات کو طواف بھی کر لیتا۔دن کو میں کئی کئی بار نہایا کرتا تھا۔اس زمانہ میں مکہ کے قریب سے ایک نہر جاتی تھی جو اوپر سے ڈھکی ہوئی تھی اور کہیں کہیں اوپر سے اس کا حصہ کھلا ہوا تھا۔اور وہیں سے لوگ پانی لے لیتے تھے۔''29

آپ نے جوانی میں حج کیا مگر حاجی نہیں کہلواتے تھے۔میری پھوپھو (امتہ اللہ بیگم صاحبہ) فرماتی ہیں کہ ہم پوچھتے تھے کہ ابا جی لوگ تو حج کر کے آتے ہیں تو لوگ ان کو حاجی کہتے ہیں۔آپ کو لوگ حاجی کیوں نہیں کہتے؟ آپ جواب دیا کرتے تھے کہ

''میں نے حج دکھاوے کے لئے تھوڑا کیا ہے اس لئے لوگوں کو منع کر دیا ہے۔''30

عجیب بات ہے کہ خلیفہ صاحب کے بیٹے خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب اور پوتے خلیفہ طاہر احمد صاحب نے بھی حج کی سعادت پائی ہے مگر وہ حاجی نہیں کہلواتے۔شاید دادا جان کی پیروی میں ایسے کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جموں میں آمد اور

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونیؓ کے کمرہ میں قیام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جموں میں آمد قیام جماعت احمدیہ سے پہلے کا واقعہ ہے کہ

ایک دفعہ حضرت مولوی (حکیم نورالدینؓ) صاحب بیمار ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کی عیادت کے لئے جموں تشریف لائے۔ حضورؑ کے ہمراہ صرف حضورؑ کے خادم حضرت حافظ حامد علیؓ صاحب تھے۔ حضور نے میرے کمرے میں قیام فرمایا تھا۔ 31

حضرت مسیح موعودؑ کو حکیم فضل الدینؓ صاحب کا جموں سے خط ملا کہ حضرت مولوی صاحب سخت بیمار ہیں 32 جس پر حضور اپنے خادم حافظ حامد علیؓ صاحب کو ساتھ لے کر آپ کی عیادت کے لئے جموں تشریف لائے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جموں جاتے ہوئے آپ وزیر آباد کے محلّہ شیخ لال کے قریب پیر حیدر شاہ کے مکان پر قیام فرما رہے۔ کئی لوگ آپ کی ملاقات کے لئے بھی حاضر ہوئے جموں میں خلیفہ نورالدین صاحب جمونی کے کمرہ میں آپؑ فروکش ہوئے۔

یہ اندازاً 7 رجنوری 1888ء کا واقعہ ہے۔ آپ بخار اور سر درد کے عارضہ میں مبتلاء تھے اور کمزوری بہت ہوگئی تھی۔ حضرت اقدس تین دن تک قیام پذیر رہے۔ آپ نے پہلے سے حضرت مولوی صاحب کو اطلاع دی کہ ''مجھے بشارت دی گئی ہے کہ میرے وہاں پہنچنے کے وقت آپ کو آرام ہوگا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ 33

☆......☆......☆

حوالہ جات اور حواشی باب دوئم

1- بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب رجسٹر روایات صحابہ نمبر 12، صفحہ نمبر 58 تا 87 یہ روایات ''اخبار الحکم قادیان'' 7-14 نومبر 1939ء میں بھی شائع ہوئی تھیں۔
2- بیان مکرمہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ صحابیہ منجھلی صاحبزادی اہلیہ حضرت مستری فیض احمد صاحب جمونی صحابی بذریعہ مکرم خلیفہ طاہر احمد صاحب ومکرم خلیفہ جمیل احمد صاحب کوئٹہ۔
3- بیان حضرت خلیفہ نورالدینؓ جمونی صاحب حوالہ نمبر 1
4- بیان حضرت خلیفہ نورالدینؓ جمونی صاحب حوالہ نمبر 1
5- بیان مکرمہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ
6- تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ 379 ایڈیشن اول، از مولانا دوست محمد شاہد صاحب
7- بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ حوالہ نمبر 1
8- تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ 379 ایڈیشن اول
9- بیان حضرت خلیفہ نورالدینؓ جمونی صاحب حوالہ نمبر 1
10- بیان حضرت خلیفہ نورالدینؓ جمونی صاحب حوالہ نمبر 1
11- بیان مکرمہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ ومکرم خلیفہ طاہر احمد صاحب، مکرم خلیفہ جمیل احمد صاحب کوئٹہ
12- بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب حوالہ نمبر 1
13- مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ نمبر 108
14- بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ حوالہ نمبر 1
15- بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب حوالہ نمبر 1
16- بیان خلیفہ عبدالرحمان صاحب سابق امیر سری نگر کشمیر حال کوئٹہ جو حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔
17- بیان حضرت خلیفہ نورالدینؓ جمونی صاحب حوالہ نمبر 1
18- حیات نور صفحہ نمبر 117 طبع اول از مولوی شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل)

-19 حیات نور صفحہ 116۔اخبار الحکم 22/اپریل 1908ء صفحہ 3
-20 تاریخ احمدیت جلد چہارم ایڈیشن اول صفحہ نمبر 100،از مولانا دوست محمد شاہد صاحب
-21 تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ نمبر 117 طبع اول
-22 درس حدیث صحیح بخاری حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا حکیم نورالدینؓ
مندرجہ اخبار ''البدر قادیان 21-اگست 1913ء
-23 تاریخ احمدیت جلد چہارم طبع اول صفحہ 128
-24 درس حدیث صحیح بخاری حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا حکیم نورالدینؓ
مندرجہ اخبار ''البدر قادیان 21-اگست 1913ء
-25 بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب حوالہ نمبر 1
-26 مضمون میاں محمد ابراہیم جمونی صاحب مرحوم ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ
سابق مبلغ امریکہ روزنامہ الفضل 15-اکتوبر 1984ء
-27 بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب حوالہ نمبر 1
-28 بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب حوالہ نمبر 1
-29 بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب حوالہ نمبر 1
-30 بیان مکرم خلیفہ طاہر احمد صاحب ومکرم خلیفہ جمیل احمد صاحب کوئٹہ
-31 بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب حوالہ نمبر 1
-32 مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر 2 صفحہ نمبر 50
-33 تاریخ احمدیت جلد چہارم طبع اول صفحہ 123

باب سوئم

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا بیعت کرنا اور خلیفہ نورالدین جمونیؓ کو بیعت کرنے سے کچھ دیر کیلئے روکنا

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صوفی احمد جان صاحب کے مکان پر لدھیانہ میں 23 مارچ 1889ء کو پہلی بیعت لی تو خلیفہ صاحب بھی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کے ساتھ بغرض بیعت تشریف لے گئے تھے اور بیعت کے موقع پر موجود تھے۔

حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

> ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب نے تو فی الفور بیعت کر لی۔ لیکن مجھ سے کہا کہ آپ فی الحال بیعت نہ کریں۔ بلکہ عبدالواحد (غزنوی جو حضرت مولوی صاحب کے داماد تھے۔ ناقل) کو سمجھائیں۔ کیونکہ رشتہ داری کے تعلق کے باعث تو مجھ سے کھل کر بات نہیں کرتا۔ اگر آپ نے بیعت کر لی تو پھر آپ سے بھی نہ سمجھ سکے گا۔ مَیں مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی کو ایک سال تک سمجھاتا رہا۔ انہوں نے ایک بار مجھ

سے کہا کہ مرزا صاحب پر علماء نے کفر کا فتویٰ لگائے ہیں۔مَیں نے کہ تمہارے باپ پر بھی تو مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔اس کے بعد انہوں نے ایک مولوی صاحب (غالبًا مولوی محمد صاحب لکھو کے والے) کے متعلق کہا کہ اسے بھی الہام ہوتا ہے۔ اس سے لکھ کر پوچھتا ہوں۔

کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کے متعلق خدا کا کیا حکم ہے۔ایک ماہ بعد اس مولوی صاحب کا یہ جواب آیا کہ مَیں نے دعا کی تھی خدا کی طرف سے جواب ملا ہے کہ

''مرزا صاحب کافر''

میں بھدرواہ کام پر گیا ہوا تھا۔ جب جموں واپس آیا تو مجھے وہ خط دکھلایا گیا۔

مَیں نے کہا کہ یہ الہام کرنے والا خدا۔نعوذ باللہ۔کوئی بڑا ڈرپوک ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب کو کافر بھی کہتا ہے۔اور ساتھ ''صاحب'' بھی بولتا ہے ایسے ڈرپوک خدا کا الہام قابلِ اعتبار نہیں۔''1ے

(میں نے والد صاحب سے سنا تھا کہ انہوں نے مولوی عبدالواحد صاحب سے یہ بھی کہا تھا کہ چونکہ صاحب کا لفظ ادب اور تعظیم کے لئے بولا جاتا ہے۔اگر اس الہام کو استفہامیہ سمجھیں تو معنے یہ ہونگے کہ مرزا صاحب کافر نہیں ہیں۔مولوی صاحب نے کہا کہ مجھے شرح صدر نہیں۔ اسلئے والد صاحب نے فیصلہ کیا کہ اب مَیں بیعت کرلوں گا۔'' 2ے)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنا

آپ فرماتے ہیں

''اسکے کچھ عرصہ بعد مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی سے مناظرہ کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی سے واپس قادیان آئے تو حضور نے اپنے دوستوں کو قادیان بلایا۔مَیں ان دنوں ایک کام کے لئے لاہور آیا ہوا تھا۔اور لاہور سے جموں واپس جا رہا تھا۔ کہ سیالکوٹ میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ایک سرائے میں ٹھہرے ہوئے ملے۔مَیں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ مَیں نے سنا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے تمام دوستوں کو قادیان بلایا ہے۔حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ۔ میں بھی اسی لئے قادیان جا رہا ہوں۔مولوی صاحب نے مجھے بھی ساتھ لیا۔اور ہم سب قادیان چلے گئے۔مَیں نے قادیان پہنچ کر حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کر لی(آپ کی تاریخ بیعت 27-دسمبر 1891ء ہے)3۔ مجھ سے پہلے جموں میں حضرت خلیفہ اولؓ کے سوا کسی نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت نہیں کی۔ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعد میں بہت سے احمدی ہوئے۔ میرے ساتھ شیخ محمد جان صاحب وزیرآبادی اور ایک اور مولوی صاحب (جو تحریر کا عکس ہو بہو بنا لیتے تھے) نے بیعت کی۔ احمدیت کا چرچا شروع ہونے پر جموں میں ہماری کافی مخالفت ہوئی گو حضرت مولانا نورالدین صاحب کے رعب کے باعث کافی جگہوں کی نسبت سے یہ مخالفت کم ہوئی۔'' 4

پہلے جلسہ سالانہ میں شرکت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آسمانی فیصلہ میں مجوزہ انجمن کی تشکیل پر مزید غور کرنے کے لئے جماعت کے دوستوں کو ہدایت فرمائی۔ کہ وہ 27 دسمبر 1891ء کو قادیان پہنچ جائیں چنانچہ اس تاریخ کو مسجد اقصیٰ میں احباب جمع ہوئے بعد نماز ظہر اجلاس کی کاروائی شروع ہوئی سب سے قبل مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس کی تازہ تصنیف (آسمانی فیصلہ) پڑھ کر سنائی پھر یہ تجویز کی گئی کہ مجوزہ انجمن کے ممبر کون کون صاحبان ہوں اور کس طرح اس کی کاروائی کا آغاز ہو۔ حاضرین نے بالاتفاق یہ قرار دیا کہ سر دست یہ رسالہ شائع کر دیا جائے اور مخالفین کا عندیہ معلوم کر کے براضی فریقین انجمن ممبر مقرر کئے جائیں۔ اس کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ اور حضرت اقدس سے دوستوں نے مصافحہ کیا۔ یہ جماعت کا سب سے پہلا تاریخی اجتماع اور پہلا جلسہ سالانہ تھا۔ جس میں صرف 75 احباب جمع ہوئے تھے۔ 5

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی اپنے استاد حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے ساتھ کئی روز پہلے سے ہی قادیان موجود تھے۔ آپ نے 27 دسمبر 1891ء کو حضرت مسیح موعود کے دست مبارک پر بیعت کر کے قبولِ احمدیت کی سعادت پائی۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بڑی سعادت آپ کو حاصل ہوئی کہ آپ جماعت احمدیہ کے سب سے پہلے جلسہ سالانہ میں جس میں صرف 75 افراد شامل تھے ان میں آپ بھی شامل تھے۔

حضور نے آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 337 پر اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کی فہرست درج کی ہے اس فہرست میں

34 نمبر پر آپ کا نام خلیفہ نورالدین صاحب صحاف جموں

درج فرمایا ہے۔

جنگ مقدس

22 مئی تا 5 جون 1892ء امرتسر میں عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہوا جو جماعت احمدیہ کی تاریخ میں جنگ مقدس کے نام سے معروف ہے یہ مباحثہ امرتسر مشن کے انچارج ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے ساتھ طے پایا عیسائیت کی طرف سے پادری عبداللہ آتھم نمائندہ ہونگے اور اسلام کا نمائندہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہونگے۔ اس مباحثہ کے انعقاد کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام حجتہ الاسلام روحانی خزائن جلد 6 کے صفحہ نمبر 4 4 - 6 4 میں فرماتے ہیں۔

''ڈاکٹر پادری کلارک صاحب کا جنگ مقدس اور انکے مقابلہ کے لئے اشتہار''

''واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب مندرجہ العنوان نے بذریعہ اپنے بعض خطوط کے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ علماء اسلام کے ساتھ ایک جنگ مقدس کے لئے طیاری کر رہے ہیں۔انہوں نے اپنے خط میں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ جنگ ایک پورے پورے فیصلہ کی غرض سے کیا جائے گا۔اور یہ بھی دھمکی دی کہ اگر علماء اسلام نے اس جنگ سے مُنہ پھیرلیا۔یا شکست فاش کھائی تو آئندہ ان کا استحقاق نہیں ہوگا کہ مسیحی علماء کے مقابل پر کھڑے ہوسکیں یا اپنے مذہب کو سچا سمجھ سکیں یا عیسائی قوم کے سامنے دم مار سکیں اور چونکہ یہ عاجز انہیں رُوحانی جنگوں کے لئے مامور ہو کر آیا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر یہ بھی جانتا ہے کہ ہر ایک میدان میں فتح ہم کو ہے۔اس لئے بلاتوقف ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط کے اطلاع دی گئی ہے کہ ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آ کر حق اور باطل میں کُھلا کُھلا فرق ظاہر ہو جائے۔ اور نہ صرف اسی پر کفایت کی گئی بلکہ چند معزز دوست جو سفیرانِ پیغامِ جنگ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بمقام امرتسر بھیجے گئے۔جن کے نام نامی یہ ہیں:-

1-مرزا خدا بخش صاحب۔2- منشی عبدالحق صاحب۔

3- حافظ محمد یوسف صاحب۔4- شیخ رحمت اللہ صاحب۔
5- مولوی عبدالکریم صاحب۔6- منشی غلام قادر صاحب فصیح۔
7- میاں محمد یوسف خاں صاحب۔8- شیخ نور احمد صاحب۔
9- میاں محمد اکبر صاحب۔10- حکیم محمد اشرف صاحب۔
11- حکیم نعمت اللہ صاحب۔12- مولوی غلام احمد صاحب انجینئر۔
13- میاں محمد بخش صاحب۔14- خلیفہ نورالدین صاحب۔
15 میاں محمد اسمٰعیل صاحب۔

تب ڈاکٹر صاحب اور میرے دوستوں میں جو میری طرف سے وکیل تھے کچھ گفتگو ہو کر بالا تفاق یہ بات قرار پائی کہ یہ مباحثہ بمقام امرت سر واقع ہو۔اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے اس جنگ کا پہلوان مسٹر عبداللہ آتھم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ تجویز کیا گیا۔اور یہ بھی اُن کی طرف سے تجویز کیا گیا کہ فریقین تین تین معاون اپنے ساتھ رکھنے کے مجاز ہونگے۔ اور ہر یک فریق کو چھ چھ دن فریق مخالف پر اعتراض کرنے کے لئے دئے گئے۔اس طرح پر کہ اول چھ روز تک ہمارا حق ہوگا کہ ہم فریق مخالف کے مذہب اور تعلیم اور عقیدہ پر اعتراض کریں۔مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کی اُلوہیت اور اُن کے منجی ہونے کے بارہ میں ثبوت مانگیں یا اور کوئی اعتراض جو مسیحی مذہب پر ہوسکتا ہے پیش کریں۔ایسا ہی فریق مخالف کا بھی حق ہوگا کہ وہ بھی چھ روز تک اسلامی تعلیم پر اعتراض کرتے جائیں۔اور یہ بھی قرار پایا کہ مجلسی انتظام کے لئے ایک ایک صدر انجمن مقرر ہو جو فریق

مخالف کے گروہ کو شور وغوغا اور ناجائز کارروائی اور دخل بیجا سے روکے اور یہ بات بھی باہم مقرر اور مُسلم ہو چکی کہ ہر ایک فریق کے ساتھ پچاس سے زیادہ اپنی قوم کے لوگ نہیں ہونگے۔ اور فریقین ایک سو ٹکٹ چھاپ کر پچاس پچاس اپنے اپنے آدمیوں کے حوالہ کریں گے۔ اور بغیر دکھلانے ٹکٹ کے کوئی اندر نہیں آسکے گا۔ اور آخر پر ڈاکٹر صاحب کی خاص درخواست سے یہ بات قرار پائی کہ یہ بحث 22 مئی 1893ء سے شروع ہونی چاہئیے۔ انتظام مقام مباحثہ اور تجویز مقام مباحثہ ڈاکٹر صاحب کے متعلق رہا اور وہی اس کے ذمہ وار ہوئے۔ اور بعد طے ہونے ان تمام مراتب کے ڈاکٹر صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کی اس تحریر پر دستخط ہو گئے جس میں یہ شرائط بہ تفصیل لکھے گئے تھے اور یہ قرار پایا کہ 15 مئی 1893ء تک فریقین ان شرائط مباحثہ کو شائع کر دیں اور پھر میرے دوست قادیان میں پہنچے۔ اور چونکہ ڈاکٹر صاحب نے اس مباحثہ کا نام ''جنگ مقدس'' رکھا ہے۔ اِس لئے ان کی خدمت میں بتاریخ 25-اپریل 1893ء کو لکھا گیا کہ وہ شرائط جو میرے دوستوں نے قبول کئے ہیں وہ مجھے بھی قبول ہیں۔''

جنگِ مقدس کے مباحثہ کے موقعہ پر خدمت کی سعادت

اس تاریخ ساز موقع پر حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جموںؓ کو تاریخی خدمت کا موقع ملا۔ آپ دونوں فریقوں کی طرف سے پڑھے جانے والے پرچوں کے اور سوالات کے

جوابات لکھتے جاتے تھے۔حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی جو خود بھی اس تاریخی موقع پر موجود تھے اور حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب کے ساتھ خدمت میں مصروف تھے۔اس تاریخی اہمیت کے موقع کی منظرکشی ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''امرتسر میں جب آتھم کے ساتھ مباحثہ قرار پایا تو بیس پچیس آدمی فریقین کے شامل ہونے تھے۔ ہماری طرف سے علاوہ غیر احمدیوں کے مولوی عبدالکریم صاحب اور سید محمد احسن صاحب بھی شامل ہوتے تھے۔اور ایک شخص اللہ دیا لدھیانوی جلد ساز تھا جس کو توریت وانجیل خوب یاد تھی اور کرنیل الطاف علی خان صاحب رئیس کپور تھلہ عیسائیوں کی طرف بیٹھا کرتے تھے۔ایک طرف عبداللہ آتھم اور ایک طرف حضرت صاحب بیٹھتے تھے۔دونوں فریق کے درمیان خلیفہ نورالدین صاحب جمونی اور خاکسار مباحثہ لکھنے والے بیٹھا کرتے تھے۔اور دو کس عیسائیوں میں سے اسی طرح لکھنے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ بحث تقریری ہوتی تھی اور ہم لکھتے جاتے تھے اور عیسائیوں کے آدمی بھی لکھتے تھے۔اور بعد میں تحریروں کا مقابلہ کر لیتے تھے۔حضرت صاحب اختصار کے طور پر غ سے مراد غلام احمد اور ع سے مراد عبداللہ لکھاتے تھے۔آتھم بہت ادب سے پیش آتا تھا۔ جب عیسائیوں کے لکھنے والے زیادہ جلد نہ لکھ سکتے تو آتھم خاکسار کو یعنی مجھے مخاطب کر کے کہا کرتا کہ یہ عیسائی ہمارے لکھنے والے ٹٹو ہیں۔ان کی کمریں لگی ہوئی ہیں انہیں بھی ساتھ لینا۔ کیونکہ میں اور خلیفہ نورالدین صاحب بہت زودنویس تھے۔آتھم کی طبیعت میں تمسخر تھا۔6

حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''بہت دفعہ حضرت صاحب (مسیح موعودؑ) اشتہار و مضامین بول کر والد صاحب سے لکھواتے تھے۔ جنگ مقدس یعنی آتھم والا مباحثہ بھی والد صاحب کا لکھا ہوا ہے اسی طریق پر کہ حضرت صاحب تقریر فرماتے جاتے تھے اور والد صاحب اور خلیفہ نورالدین صاحب جموں والے لکھتے جاتے تھے۔ خلیفہ صاحب موصوف بھی زودنویس تھے۔''7

اس زمانے میں شارٹ ہینڈ وغیرہ نہیں تھا بلکہ زودنویسی کی بدولت ہی حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی کو بہت سی خدمات کا موقع ملا۔ حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کا خط بہت صاف تھا اور شکستہ خط کو پڑھنے اور تیز تر لکھنے کا آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا جو حضرت خلیفہ صاحب کا زودنویس ہونا بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قُرب کا موجب ہوا۔

غرض اس واقعہ کے بیان کرنے کی یہ ہے کہ خدمت سلسلہ کے لئے کوئی نہ کوئی خصوصیت حاصل ہونی چاہیے خواہ کسی رنگ میں ہو۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی کوئی خصوصیت پیدا کر لینا بعض اوقات بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔8

ایک ایمان افروز واقعہ

مباحثہ کے دوران میں ایک عجیب ایمان افروز واقعہ پیش آیا جس نے اپنوں اور بیگانوں کو حیران کر دیا۔ عیسائیوں نے آپ کو

شرمندہ کرنے کے لئے یہ صورت نکالی کہ ایک دن چندلولے لنگڑے اور اندھے اکٹھے کر لئے اور کہا کہ آپ کو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے ان پر ہاتھ پھیر کر اچھا کر دیں۔ مجلس میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔ اور مسلمان نہایت بے تابی سے انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں اور عیسائی اپنی اس کاروائی پر پھولے نہیں سماتے تھے لیکن جب حضورؑ نے اس مطالبہ کا جواب دیا تو ان کی فتح شکست سے بدل گئی اور سب لوگ آپ کے جواب کی برجستگی اور معقولیت کے قائل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس قسم کے مریضوں کو اچھا کرنا انجیل میں لکھا ہے ہم تو اس کے قائل ہی نہیں ہمارے نزدیک تو حضرت مسیحؑ کے معجزات کا رنگ ہی اور تھا۔ یہ تو انجیل کا دعویٰ ہے کہ وہ ایسے بیماروں کو جسمانی رنگ میں اچھا کرتے تھے۔ لیکن اسی انجیل میں لکھا ہے کہ اگر تم میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا تو تم مجھ سے بھی بڑھ کر عجیب کام کر سکتے ہو پس ان مریضوں کو پیش کرنا آپ لوگوں کا کام نہیں بلکہ ہمارا کام ہے اور اب میں ان مریضوں کو جو آپ نے نہایت مہربانی سے جمع کر لئے ہیں آپ کے سامنے پیش کر کے کہتا ہوں کہ براہ مہربانی انجیل کے حکم کے ماتحت اگر آپ لوگوں میں ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہے تو ان مریضوں پر ہاتھ رکھ کر کہیں کہ اچھے ہو جاؤ۔ اگر یہ اچھے ہو گئے تو ہم یقین کر لیں گے کہ آپ اور آپ کا مذہب سچا ہے۔ حضرت اقدس کی طرف سے یہ برجستہ جواب سنکر پادریوں کے ہوش اُڑ گئے اور انہوں نے جھٹ اشارہ کر کے ان لوگوں کو وہاں سے رخصت کر دیا۔ 9

بیماروں کو پیش کرنے کے مطالبہ پر بروئے انجیل انہیں پرلوٹ پڑا تو وہ بے اختیار ہو کر اس کا جواب یوں دیتے ہیں۔

''رائی کے دانہ پر آپ کے پیر پھر پھسلے اور پہاڑوں پر جا ٹھہرے ورنہ کیسی عجیب جوتی آپ نے پشمینہ میں لپٹ کر ہمارے سر پر چلائی کہ جاگو اُٹھو ورنہ رائی بھر ایمان نہیں رہتا آپ نہ گھبرایئے ایمان کہیں نہیں جاتا ہے خدمت میں عرض کیا گیا کہ یہ فرمانا صرف رسولوں کیلئے ہے نہ ہمارے لئے۔''10؎

مباحثہ کا اثر

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس مباحثہ میں یہ اصول پیش کیا کہ فریقین کو لازم ہوگا کہ جو دعویٰ کریں وہ دعویٰ اس الہامی کتاب کے حوالہ سے کیا جائے جو الہامی قرار دی گئی ہے اور جو دلیل پیش کریں وہ دلیل بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سنہری اصول کا التزام کرتے ہوئے قرآن کریم کی صداقت جس خوبی سے نمایاں کر کے دکھائی ہے اس کا لطف اصل پرچے دیکھنے سے ہوسکتا ہے۔ اس کے مقابل عیسائی مناظر اس میں سراسر ناکام ہوئے یہ اسی فتح عظیم کا نتیجہ تھا کہ کرنیل الطاف علی خاں صاحب رئیس کپورتھلہ جو مباحثہ میں عیسائیوں کی صف میں بیٹھتے تھے آخری دن حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پہنچے اور عیسائیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔11؎

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے سیرۃ المہدی میں لکھتے ہیں:

''بیان کیا مجھ سے خلیفہ نورالدین صاحب جمونی نے کہ آتھم کے مباحثہ میں مَیں بھی لکھنے والوں میں سے تھا آخری دن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آتھم کے متعلق پیشگوئی کا اعلان فرمایا تو آتھم نے خوف زدہ ہو کر کانوں کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دانتوں میں انگلی لی اور کہا کہ میں نے تو دجال نہیں کہا۔''12

جنگ مقدس کے مناظرہ میں حضرت اقدسؑ کے پرچوں کی کتابت جنگِ مقدس کا ایک اور پھل

''جس وقت پادری عبداللہ آتھم سے جنگِ مقدس والا مناظرہ امرتسر میں ہوا۔ تو میں حضرت صاحب کی طرف سے پرچوں کا کاتب ہوتا تھا جو مجلس میں پڑھے جاتے تھے۔ (ان دنوں خواجہ کمال الدین صاحب عیسائی ہونے کے لئے تیار تھے۔ انہیں (ان کے خسر) خلیفہ رجب الدین صاحب اس مناظرہ میں اپنے ساتھ لائے۔ خواجہ کمال الدین صاحب پر حضور کے دلائل و کلام کا ایسا اثر ہوا کہ وہ اس مناظرہ میں پکے مسلمان (احمدی) ہو گئے۔13

حضرت خلیفہ اول کا ریاست جموں کشمیر سے تشریف لے جانا.....16ستمبر 1892ء

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جموئیؓ بیان فرماتے ہیں کہ

''مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہد حکومت میں مہاراجہ صاحب اور انکے بھائیوں میں ناچاقی رہا کرتی تھی۔ حضرت مولانا نورالدینؓ کے متعلق بعض ہندوؤں نے مہاراجہ صاحب کے کان بھرے کہ مولوی صاحب کی سازباز مہاراجہ صاحب کے چھوٹے بھائی راجہ امر سنگھ صاحب سے ہے۔ اس پر مہاراجہ صاحب نے حضرت مولوی صاحب کو ریاست سے چلے جانے کا حکم دیا۔ اور مولوی صاحب تشریف لے گئے۔ حضرت مولوی صاحب نے اس وقت کے حالات دیکھ کر از خود ہی ملازمت چھوڑ جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ

''لگی ہوئی روزی چھوڑ کرنہیں جانا چاہیئے۔''

حضرت مولوی صاحب کے ریاست سے چلے جانے کے ایک روز بعد مہاراجہ صاحب کے چھوٹے بھائی راجہ امر سنگھ صاحب جوکہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو انہوں نے حضرت مولوی صاحب کے جانے پر افسوس کیا۔ اور کہا کہ اگر مولوی صاحب ایک روز اور ٹھہرے ہوتے تو میں مہاراجہ صاحب سے یہ حکم منسوخ کرا دیتا۔ مہاراجہ پرتاب سنگھ صاحب کی اپنے بھائیوں سے ناچاقی رہتی

تھی۔اور بعض لوگوں نے مہاراجہ پرتاب سنگھ صاحب کو یقین دلایا تھا کہ مولوی صاحب آپ کے خلاف آپ کے بھائیوں کے ساتھ ہیں۔جس سے مہاراجہ صاحب ناراض ہوگئے۔لیکن دراصل حضرت مولوی صاحب کسی کے ساتھ نہیں تھے۔چند ایک ہندوؤں نے ان کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کیا تھا۔حضرت مولوی صاحب درویش سیرت انسان تھے اور ایسے امور میں دخل نہیں دیتے تھے۔'' 14؎

حضور کے معجزہ سے ایک لڑکے کی پیدائش

حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب فرماتے ہیں:

''1893ء میں مَیں قادیان گیا ہوا تھا۔میری بیوی بھی میرے ساتھ تھی۔(یہ میری دوسری بیوی تھی)اس کے بطن سے بہت سی اولاد پیدا ہوئی جو مر جاتی رہی۔ان دنوں عورتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعا کے لئے عرض کرتی تھیں۔میری اہلیہ بھی اس معاملہ میں اپنی عرضداشت حضور کی خدمت میں پہنچاتی رہی تھی۔ان دنوں حضرت میاں محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح ثانی) چھوٹے بچے تھے۔میرے اہل خانہ نے ان سے کہا کہ حضرت صاحب سے جا کر میرے لئے تعویذ لادو۔کہ میرے ہاں لڑکا ہو۔میاں صاحب ہر روز جا کر حضرت اقدس کو کہتے۔حضرت صاحب ٹال دیتے۔ایک دن حضرت میاں صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو پکڑ لیا اور کہا کہ ابا جب تک تعویذ نہیں دو گے جانے نہیں دوں گا۔حضور نے ایک

تعویذ لکھ دیا۔ جو حضرت میاں صاحب نے میرے اہل خانہ کو لا دیا۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ میں نہیں مانتا۔ حضرت صاحب تو تعویذ کے قائل ہی نہیں۔ حضور کو جب معلوم ہوا تو حضور نے مجھے فرمایا کہ ہم نے یہ تعویذ محمود کے اصرار پر لکھ کر دیا ہے آپ اسے چاندی میں مڑھوا کر اپنے اہل خانہ کے گلے میں ڈلوا دیں اور کہہ دیں کہ جب وہ پاخانہ میں جایا کریں تو اتارلیا کریں۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد جب مَیں جنگ مقدس والے مناظرہ (22 مئی تا 7 جون 1893ء ناقل) میں حضور کے ساتھ امرتسر تھا تو مجھے گھر سے خط آیا کہ خربوزے اگر ملیں تو ہمارے لئے لیتے آؤ۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا کہ میرے گھر میں امید واری ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد (12 دسمبر 1893ء کو۔ ناقل) لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام عبدالرحیم ہے۔ جو حضور کی دعا کا نتیجہ ہے۔'' 15؎

(نوٹ خلیفہ عبدالرحیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی رنگ میں بھی اس وقت ریاست کشمیر میں اچھا رتبہ اور عزت عنایت کی ہے۔ اور میں نے اکثر ان کے خاندان میں سنا ہے کہ یہ سب حضرت مسیح موعود کی دعا کا اثر ہے۔ خدا تعالیٰ اس خاندان کو بیش از بیش دینی و دنیاوی ترقیات عنایت کرے۔ آمین خاکسار راقم)

عبدالواحد صاحب ایڈیٹر ''اخبار اصلاح'' سری نگر کشمیر۔ 16؎

تعویذ کے واقعہ کی اصل حقیقت

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے حضرت خلیفہ صاحب کو ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا ذکر آپ نے اپنی ڈائری میں یوں فرمایا ہے۔

واقعہ 12 دسمبر 1893ء بروز سہ شنبہ صبح 6 بجے بدعائے حضرت مسیح بطور اعجاز تولد فرزند ثانی عبدالرحیم۔

عاجز نورالدین

از ڈائری خلیفہ نورالدین 17

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب اس تعویذ والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تعویذ کے حصول کے لئے حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کی کوشش قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ تذکرۃ المہدی صفحہ 184 میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''حضرت اقدس کبھی تعویذ آجکل کے درویشوں، فقیروں، مولویوں کی طرح سے نہیں لکھتے تھے۔ پانچ چار دفعہ آپ کو تعویذ لکھنے کا کام پڑا ہے اور وہ یوں پڑا ہے کہ خلیفہ نورالدین صاحب ساکن جموں کے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے اولاد کے بارہ میں دعا کرائی آپ نے فرمایا ہم دعا کریں گے۔ خلیفہ صاحب نے عرض کی کہ ایک تعویذ مرحمت ہو جاوے فرمایا لکھ دیں گے۔ پھر ایک دفعہ عرض کی فرمایا ہاں یاد دلا دینا لکھ دیں گے۔

اب خلیفہ صاحب نے ادب سے تعویذ کے لئے خود عرض کرنا

مناسب نہ جانا اور جناب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ چھوٹے سے تھے۔ان سے کہا کہ تم تعویذ حضرت اقدس سے لا دو۔ ان کو حضرت اقدس کے پیچھے لگا دیا۔ یہ جب جاتے تو کہتے ابا خلیفہ جی کے واسطے تعویذ لکھ دو۔ دو چار دفعہ تو ٹالا۔لیکن یہ پیچھے لگ گئے۔ایک دن انہوں نے کہا ابا تعویذ لکھ دو۔حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ہمیں تو تعویذ لکھنا نہیں آتا۔محمود کو جس بات کی ضد پڑ جاتی ہے مانتا نہیں۔تعویذ لکھ کر دیدیا۔آپ نے معہ بسم اللہ تمام الحمد للہ لکھ کر تعویذ محمود احمد صاحب کو دیدیا یہ لے کر خلیفہ جی کو دے آئے۔ بس تعویذ کا باندھنا تھا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہ طفیل دعا مسیح ان کی بیوی حاملہ ہوئی اور لڑکا پیدا ہوا۔‘‘

نوٹ:

پہلا بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب کا اپنا بیان فرمودہ ہے جو کہ انکی اہلیہ صاحبہ نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حصول تعویذ کے لئے عرض کی۔ حضرت خلیفہ صاحب کا یہ بیان اخبار الحکم 14/7 نومبر 1939ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جبکہ دوسرا بیان حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب کا ہے جو انہوں نے تذکرہ المہدی کتاب میں درج فرمایا ہے اور یہ کتاب 1915ء میں شائع ہوئی ہے۔ دونوں بیانات کو پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب اور انکی اہلیہ صاحبہ دونوں ہی حضرت اقدس کی خدمت میں باصرار دعا کی درخواست کرتے رہے تھے مگر تعویذ کے حصول کی درخواست حضرت خلیفہ صاحب کی طرف سے نہیں کی گئی بلکہ ان کی

اہلیہ محترمہ کی طرف سے کی گئی ہے۔ اگر حضرت خلیفہ صاحب کی طرف سے ہوتی تو وہ تعویذ کے ملنے پر اسقدر حیرت کا اظہار ان الفاظ میں نہ کرتے۔

''جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے کہا میں نہیں مانتا حضرت صاحب تو تعویذ کے قائل ہی نہیں'' حضرت پیر صاحب نے باہر جو واقعہ سنا اس کو تحریر کر دیا ہے اور اصل واقعہ حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب کے بیان والا ہی درست معلوم ہوتا ہے۔

جب محترم بھائی جان (خلیفہ عبدالرحیم صاحب) فوت ہو چکے ہوئے تھے تو حصول تعویذ کے 75 سال بعد خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب گجرات گئے اور اپنی بھاوج صاحبہ سے تعویذ مانگ کر اُن کی اجازت سے کھولا۔ تعویذ نہایت خستہ ہو چکا تھا اور تہہ کی وجہ سے پھٹ چکا تھا۔ انہوں نے بڑی احتیاط سے کھول کر اُلٹا کر کے اسکو جوڑا اور مولانا عبدالمالک صاحب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ سے اسکی نقل کروا کر خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطا صاحب فاضل جالندھری سے اعراب لگوائے تو عبارت واضح ہوگئی۔ یہ ایک دُعا تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور خاص عربی میں اللہ تعالیٰ کے حضور خلیفہ نورالدین صاحب جمونیؓ اور ان کی بیوی کے لئے لکھی تھی اور دادی صاحبہ کو تعویذ کی طرح بازو پر باندھنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ 18

تعویذ کی عربی عبارت مع ترجمہ

''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی مُحَمَّدٍ مَجمَعِ الرَّحمَۃِ وَ بَارِکْ عَلٰی اَحْمَدَ شَفِیْعِ الْمُذنِبِیْنَ وَ الْمُذْنِبَاتِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَھُوَاَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ وَ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ للْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ. اٰمِیْنَ

وَالَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِیْ الْجَنَّۃِ خَالِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَاء اللّٰہُ عَطَاءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ. رَبِّ ارْحَمْ عَلٰی نُوْرِ دِیْن وَامْرَاَتِہٖ وَ نَجِّھِمَا مِنْ ھُمُوْمِھِمَا وَاعْطِ لَھُمَا وَلَدًا صَالِحاً وَاجْعَلْ لَھُمَا بَرَکَۃً وَشِفَاءً بِکِتَابِیْ ھٰذَا نَبِیِّکَ وَ کِتَابِکَ وَرَحْمَتِکَ الَّتِیْ لَا تُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَلَا کَبِیْرَۃً رَبِّ فَتَقَبَّلْ دَعْوَتِیْ وَلَا تَذَرْھُمَا فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ. اٰمِیْن ثُمَّ اٰمِیْن“

ترجمہ:۔اے اللہ تو محمد ﷺ پر مجمع رحمت برکات نازل کر اور برکت نازل کر احمد ﷺ پر جو گناہگار مرد اور عورتوں کے شفیع ہیں اور انکی آل اور اصحاب سب پر برکات نازل کر۔ نہ گناہ سے بچنے کی اور نہ نیکی کی قوت مگر اللہ تعالیٰ سے اور تو ارحم الرحمین ہے۔

''خدا جس کا نام اللہ ہے تمام اقسام کی تعریفوں کا مستحق ہے اور ہر ایک تعریف اسی کی شان کے لائق ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے وہ مالک یوم الدین۔ ہم (اے صفات کاملہ والے تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور مدد بھی تجھ سے چاہتے

ہیں۔ ہمیں سیدھی راہ دکھلا جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرا انعام ہے اور اُن راہوں سے بچا جو ان لوگوں کی راہیں ہیں جن پر تیرا غضب۔۔۔۔ دنیا میں ہی وارد ہوا اور نیز ان لوگوں کی راہوں سے بچا جن پر اگرچہ دنیا میں کوئی غضب وارد نہیں ہوا مگر اخروی نجات کی راہ سے وہ دور جاپڑے ہیں اور آخر عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

وہ لوگ جنہوں نے نیکی کی پس وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ اگر آسمان و زمین قائم ہیں سوائے اس کے اللہ تعالیٰ چاہے یہ عطاء غیر منقطع ہے۔

اے رب تو رحم فرما نورالدین اور اس کی بیوی پر اور ان دونوں کو انکے غموں سے نجات دے اور ان دونوں کو نیک بیٹا عطا کر اور ان دونوں کو میرے اس خط سے برکت دے اور شفا عطا کر اور اپنے نبی ﷺ اور اپنی کتاب کے ذریعہ اور اپنی رحمت کے ذریعہ جو کسی چھوٹی اور بڑی کو نہیں چھوڑتی۔

اے میرے رب پس قبول فرما میری دعا اور ان کو تنہا نہ چھوڑ اور تو بہتر وارث ہے اے اللہ تو ایسا ہی کر پھر ایسا ہی کر۔

نوٹ: سورۃ فاتحہ کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''ایام الصلح'' روحانی خزائن جلد نمبر 14 صفحہ 246 سے لیا گیا ہے۔

اس تعویذ کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 27 دسمبر 1931ء کو جلسہ سالانہ میں ذکر فرمایا تھا۔ یہ دراصل حضرت مسیح موعودؑ نے بچہ کی پیدائش کے لئے ایک دُعا لکھ کر دی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا ''میرے نزدیک تعویذ تحریری دعا ہے۔''

(الفضل 21رفروری 1921ء)

جلسہ مذاہب عالم میں شرکت

جلسہ مذاہب عالم منعقدہ 26-27-28دسمبر 1896ء میں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معرکتہ الآرا لیکچر ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' حضرت مولانا عبدالکریمؓ سیالکوٹی صاحب نے پڑھ کر سنایا تھا اس بابرکت اور تاریخی جلسہ میں آپ کو شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اس کے علاوہ آپ حضور کے اکثر سفروں میں ساتھ جاتے تھے اور مختلف امور میں آپ کا ہاتھ بٹاتے ۔آپ کا طرز تحریر نہایت واضح اور صاف تھا اس لئے حضور کے مسودات کو صاف کرنے کی سعادت بھی پاتے ۔

حضرت سردار عبدالرحمٰنؓ صاحب سابق مہر سنگھ تحریر کرتے ہیں ۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مساعی جمیلہ میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر امداد دیا کرتے تھے ۔سیالکوٹ، لاہور وغیرہ کے لیکچروں میں حاضر ہوکر ہر طرح امداد دیا کرتے تھے۔'' 19

نشان 123:۔حقیقۃ الوحی کے صفحہ نمبر 291 پر جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فرمایا ہے کہ

''مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا صرف قلم برداشتہ لکھا تھا اور ایسی تیزی اور جلدی سے میں لکھتا جاتا تھا کہ نقل کرنے والے کے لئے مشکل ہوگیا۔''

حضرت والد صاحب (خلیفہ نورالدین صاحب) کے پاس جو کتاب ''حقیقۃ الوحی'' تھی اس کتاب کے حاشیہ میں آپ نے یہ نوٹ دیا تھا کہ مضمون لکھنے والوں میں خاکسار اور مرزا محمد اشرف صاحب کے والد (مرزا جلال الدین صاحب) تھے۔ 20

حضرت مہدی موعود کی صداقت کا ایک نشان

احادیث میں درج ہے کہ جب امام مہدی ظاہر ہوگا تو مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی ۔جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پیشگوئی کو اپنی کتاب انجام آتھم میں مندرجہ ذیل عنوان کے تحت درج فرمایا ہے۔ 21ے

ایک اور پیشگوئی کا پورا ہونا

چونکہ حدیث صحیح میں آ چکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا۔اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اُمت مرحومہ میں کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا کہ جو مہدویت کا مدعی ہوتا اور اُس کے وقت میں چھاپہ خانہ بھی ہوتا۔ اور اس کے پاس ایک کتاب بھی ہوتی جس میں تین سو تیرہ نام لکھے ہوئے ہوتے ۔اور ظاہر ہے کہ اگر یہ کام انسان کے اختیار میں ہوتا تو اس سے پہلے کئی جھوٹے اپنے تئیں اس کا مصداق بنا سکتے ۔مگر اصل بات یہ ہے کہ خدا کی پیشگوئیوں میں ایسی فوق العادت شرطیں ہوتی ہیں کہ کوئی جھوٹا اُن سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔اور اس کو وہ سامان اور اسباب عطا نہیں کئے جاتے جو سچے کو عطا کئے جاتے ہیں۔

شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطّوسی اپنی کتاب ''جواہرالاسرار'' میں جو 840ھ میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔

''درار بعین آمدہ است کہ خروج مہدی از قریہ

کدعہ باشد .قال النبی صلی اللہ علیہ وَسَلم یحزج المہدی من قریة یقال لہا کدعہ و یصدقہ اللہ تعالیٰ ویجمع اصحابہ من اقصی البلاد علی عدة اہل بدر بثلاث مائةٍ وثلاثة عشر رجلاومعہ صحیفة مختومة (ای مطبوعة)فیہا عدد اصحابہ باسمائہم وبلادہم وخلالہم "

''یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (یہ نام دراصل قادیان کے نام کومعرب کیا ہوا ہے)اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔اور دُور دُور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا یعنی تین سو تیرہ ہونگے اور اُن کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔''

اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور اُسکے پاس چھپی ہوئی کتاب ہوجس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں ۔لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو تیرہ نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کیلئے تین سو تیرہ نام ذیل میں درج کرتا ہوں تا ہر یک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی اور بموجب منشا حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب خصلت صدق وصفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور

سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے۔'' 21ؔ

اس تین سو تیرہ صحابہ کی فہرست میں حضرت خلیفہ صاحب کا نام یوں درج ہے۔

164- خلیفہ نوردین صاحب ......جموں

حوالہ جات اور حواشی باب سوئم

1- بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب رجسٹر روایات صحابہ نمبر 12 صفحہ نمبر 58-87
2- بیان خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کوئٹہ۔
3- تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 263 طبع اول از مولانا دوست محمد شاہد صاحب
4- بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب حوالہ نمبر 1
5- تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 254 طبع اول از مولانا دوست محمد شاہد صاحب
6- اصحاب احمد جلد چہارم روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب صفحہ 148-147
از ملک صلاح الدین صاحب۔
7- اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 20
8- اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 21
9- تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 254 طبع اول
10- حیات احمد جلد سوم از شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ 389
11- تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 299-300۔
12- سیرت المہدی جلد اول صفحہ 192 طبع اول از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے
13- بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب حوالہ نمبر 1
14- بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب حوالہ نمبر 1
15- بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب حوالہ نمبر 1
16- اخبار الحکم 7 نومبر 1939ء صفحہ 6
17- یہ ڈائری خلیفہ طاہر احمد صاحب اور خلیفہ جمیل احمد صاحب کوئٹہ کے پاس موجود ہے۔
18- بیان خلیفہ طاہر احمد صاحب اور خلیفہ جمیل احمد صاحب کوئٹہ۔
19- روزنامہ الفضل قادیان 15- ستمبر 1942ء۔
20- بیان خلیفہ طاہر احمد صاحب اور خلیفہ جمیل احمد صاحب کوئٹہ۔
21- انجام آتھم روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ نمبر 324

باب چہارم

قبرمسیح کی دریافت

آپ کا سب سے اہم ترین منفرد عظیم الشان اعزاز۔قبرمسیح کے اوّلین محقق حضرت خلیفہ نورالدین جمونی۔حضرت مسیح ناصری کی قبر کی دریافت کا حیرت انگیز انکشاف۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبرکس طرح دریافت ہوئی

حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ

''جن دنوں مَیں ملازمت شہر (سری نگر) کی گشت کی ڈیوٹی پر تھا۔تو میں جہاں جاتا قبور کے متعلق وہاں کے لوگوں اور مجاوروں سے سوال کرتا اور حالات معلوم کرتا۔اور بعض اوقات ان کا ذکر حضرت مولانا نورالدین صاحب سے کرتا۔

ایک دفعہ مَیں محلّہ خانیار (سرینگر) سے گزر رہا تھا کہ ایک قبر پر میں نے ایک بوڑھے اور بڑھیا کو بیٹھے دیکھا۔میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے۔تو انہوں نے بتلایا کہ ''نبی صاحب'' کی ہے۔اور یہ قبر یوز آسف شہزادہ نبی اور پیغمبر صاحب کی قبر مشہور تھی۔میں نے کہا کہ یہاں نبی کہاں سے آیا۔تو انہوں نے کہا کہ ''یہ نبی

بہت دور سے آیا تھا۔ اور کئی سو سال قبل آیا تھا۔'' نیز انہوں نے بتایا کہ اصل قبر نیچے ہے۔ اس میں ایک سوراخ تھا۔ جس سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ لیکن ایک سیلاب کا پانی آنے کے بعد سے یہ خوشبو آنی بند ہو گئی۔ میں نے یہ تذکرہ بھی حضرت مولوی صاحب سے کیا۔ اس واقعہ کو ایک عرصہ گزر گیا۔ اور جب حضرت مولوی صاحب ملازمت چھوڑ کر قادیان تشریف لے گئے تو ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حضرت مولوی صاحب بھی موجود تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ

''مجھے وَاٰوَیۡنٰہُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیۡنٍ ۔

(المؤمنون 51)

(اور ہم نے ان دونوں کو ایک اونچی جگہ پر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور بہتے ہوئے پانیوں والی تھی ترجمہ تفسیر صغیر صفحہ 438 ناقل)

سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے مقام کی طرف گئے جیسے کشمیر ہے۔''

''اس پر حضرت خلیفہ اول نے خانیار (سرینگر) کی قبر والے واقعہ کے متعلق میری روایت بیان کی۔ حضور نے مجھے بلایا اور اسکے متعلق مزید تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے مزید تحقیق کر کے اور کشمیر میں پھر کر 560 علماء سے اس قبر کے متعلق دستخط کروا کے حضور کی خدمت میں پیش کئے جسے حضور نے بہت پسند فرمایا۔'' 1؎

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے آپ کی خدمت کا اعتراف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت خلیفہ نورالدین جمونی کی قبر مسیح کی تحقیق کے سلسلہ میں ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب ''تحفۂ گولڑویہ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

''جب میں نے اس قصہ کی تصدیق کے لئے ایک معتبر مرید اپنا جو خلیفہ نورالدین کے نام سے مشہور ہیں کشمیر سری نگر میں بھیجا تو انہوں نے کئی مہینے رہ کر بڑی آہستگی اور تدبر سے تحقیقات کی۔ آخر ثابت ہوگیا کہ فی الواقع صاحب قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں جو یوز آسف کے نام سے مشہور ہوئے۔ یوز کا لفظ یسوع کا بگڑا ہوا یا اس کا مخفف ہے اور آسف حضرت مسیح کا نام تھا جیسا کہ انجیل سے ظاہر ہے جس کے معنے ہیں یہودیوں کے متفرق فرقوں کو تلاش کرنے والا یا اکٹھے کرنے والا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کشمیر کے بعض باشندے اس قبر کا نام عیسیٰ صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں۔ اور اُن کی پُرانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک نبی شہزادہ ہے جو بلادِ شام کی طرف سے آیا تھا۔ جس کو قریباً اُنیس سو برس آئے ہوئے گذر گئے اور ساتھ اس کے بعض شاگرد تھے اور وہ کوہ سلیمان پر عبادت کرتا رہا اور اُس کی عبادت گاہ پر ایک کتبہ تھا جس کے یہ لفظ تھے کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بلادِ شام کی طرف سے آیا تھا۔ نام اس کا یوز ہے۔ پھر وہ کتبہ سکھوں کے عہد

میں محض تعصب اور عناد سے مٹایا گیا اب وہ الفاظ اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ اور وہ قبر بنی اسرائیل کی قبروں کی طرح ہے اور بیت المقدس کی طرف مُنہ ہے اور قریباً سرینگر کے پانسو آدمی نے اس محضرنامہ پر بدیں مضمون دستخط اور مہریں لگائیں کہ کشمیر کی پُرانی تاریخ سے ثابت ہے کہ صاحب قبر ایک اسرائیلی نبی تھا اور شہزادہ کہلاتا تھا کسی بادشاہ کے ظلم کی وجہ سے کشمیر میں آ گیا تھا اور بہت بڈھا ہو کر فوت ہوا اور اُس کو عیسیٰ صاحب بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی بھی اور یوزآسف بھی۔ اب بتلاؤ کہ اس قدر تحقیقات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے میں کسر کیا رہ گئی اور اگر باوجود اس بات کے کہ اتنی شہادتیں قرآن اور حدیث اور اجماع اور تاریخ اور نسخہ مرہم عیسیٰ اور وجود قبر سرینگر میں اور معراج میں بزمرۂ اموات دیکھے جانا اور عمر ایک سو بیس سال مقرر ہونا اور حدیث سے ثابت ہونا کہ واقعہ صلیب کے بعد وہ کسی اور ملک کی طرف چلے گئے تھے اور اسی سیاحت کی وجہ سے اُن کا نام نبی سیاح مشہور تھا۔ یہ تمام شہادتیں اگر ان کے مرنے کو ثابت نہیں کرتیں تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا۔ 2ے

ایک مخلص ثقہ مرید کے طور پر آپ کا ذکر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبر مسیح کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب کا ذکر اپنے ایک ثقہ مرید کے طور پر کراتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''مسیح کی قبر سری نگر خانیار کے محلّہ میں ثابت ہوگئی ہے اور یہ وہ بات ہے جو دُنیا کو ایک زلزلہ میں ڈال دے گی۔ کیونکہ اگر مسیح صلیب پر مرے تھے، تو یہ قبر کہاں سے آ گئی؟''

سوال: آپ نے خود دیکھا ہے؟

جواب: میں خود وہاں نہیں گیا، لیکن میں نے اپنا ایک مُخلص ثقہ مرید وہاں بھیجا تھا۔ وہ وہاں ایک عرصہ تک رہا اور اس کے متعلق پوری تحقیقات کر کے پانسو معتبر آدمیوں کے دستخط کرائے جنھوں نے اس قبر کی تصدیق کی۔ وہ لوگ اس کو شہزادہ نبی کہتے ہیں اور عیسیٰ صاحب کی قبر کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ آج سے گیارہ سو سال پہلے ''اکمال الدین'' نام ایک کتاب چھپی ہے وہ بعینہٖ انجیل ہے۔ وہ کتاب یوز آسف کی طرف منسوب ہے۔ اُس نے اس کا نام بُشریٰ یعنی انجیل رکھا ہے۔ یہی تمثیلیں، یہی قصّے، یہی اخلاقی باتیں جو انجیل میں ہیں پائی جاتی ہیں اور بسا اوقات عبارتوں کی عبارتیں انجیل سے ملتی ہیں۔ اب یہ ثابت شدہ بات ہے کہ وہ یوز آسف کی قبر ہے۔

یوز آسف

یوز آسف وہی ہے، جس کو یسوع کہتے ہیں۔ اور آسف کے معنی ہیں پراگندہ جماعتوں کو جمع کرنے والا۔ چونکہ مسیح علیہ السلام کا کام بھی بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنا تھا اور اہل کشمیر بہ اتفاقِ اہلِ تحقیق بنی اسرائیل ہی ہیں۔ اس لئے اُن کا یہاں آنا ضروری تھا۔'' 3

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خلیفہ نور الدین جموئیؓ صاحب کی قبر مسیح کی تحقیق کے سلسلہ میں خدمات کا ذکر کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ

''خلیفہ نوردین صاحب ہیں جو ابھی محض للہ ایک خدمت پر مامور ہوکر کشمیر بھیجے گئے تھے اور چند روز ہوئے جو فائز المرام ہوکر واپس آ گئے ہیں اور اسی طرح اور بہت سے مخلص ہیں مگر افسوس کہ اگر مَیں ان کے نام لکھوں تو یہ اشتہار اشتہار نہیں رہے گا ان سب کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اُن کو دونوں جہان کی خوشی عطا کرے جو کچھ وہ خدا کے لئے کرتے ہیں یا آئندہ کریں گے وہ سب خدا تعالیٰ کی آنکھ کے نیچے ہے......میری روح ہر وقت دُعا کرتی ہے کہ اے خدا اگر میں تیری طرف سے ہوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے وہ دن دکھلا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سر سے یہ تہمت اُٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک زمانہ گزر گیا کہ میرے پنج وقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں

کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رسول کو شناخت کرلیں اور تثلیث کے اعتقاد سے توبہ کرلیں۔ چنانچہ ان دُعاؤں کا یہ اثر ہوا ہے کہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے بلکہ صلیب سے نجات پاکر اور پھر مرہم عیسیٰ سے صلیبی زخموں سے شفاء حاصل کر کے نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے اور افغانستان سے کوہِ نعمان میں گئے اور وہاں اس مقام میں ایک مدت تک رہے جہاں شہزادہ نبی کا ایک چبوترہ کہلاتا ہے جو اب تک موجود ہے اور پھر وہاں سے پنجاب میں آئے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے آخر کشمیر میں گئے اور ایک سو پچیس برس کی عمر پاکر کشمیر میں ہی فوت ہوئے اور سری نگر خانیار کے محلّہ کے قریب دفن کئے گئے اور مَیں اس تحقیقات کے متعلق ایک کتاب تالیف کر رہا ہوں جس کا نام ہے ''مسیح ہندوستان میں'' چنانچہ مَیں نے اس تحقیق کے لئے مخلصی محبی خلیفہ نور دین صاحب کو جن کا ابھی ذکر کر آیا ہوں کشمیر میں بھیجا تھا ☆ تا وہ موقعہ پر حضرت مسیح کی قبر کی پوری تحقیقات کریں چنانچہ وہ قریباً چار ماہ کشمیر میں رہ کر اور ہر ایک پہلو سے تحقیقات کر کے اور موقعہ پر قبر کا ایک نقشہ بنا کر اور پانچ سو چھپن آدمیوں کی اس پر تصدیق کرا کر کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے جس کو عام لوگ شہزادہ نبی کی قبر اور بعض یوز آسف نبی کی قبر اور بعض عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں ۲۷ ستمبر ۱۸۹۹ء کو واپس میرے پاس پہنچ گئے۔ سو کشمیر کا مسئلہ خاطر خواہ

انفصال پا گیا ۔اور پانچ سو چھپن شہادت سے ثابت ہوگیا کہ درحقیقت یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے کہ جو سرینگر محلّہ خانیار کے قریب موجود ہے۔'' 4

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''خلیفہ نور دین صاحب کو خدا تعالیٰ اجر بخشے کہ اس تمام سفر اور رہائش کشمیر میں انہوں نے اپنا خرچ اُٹھایا اپنی جان کو تکلیف میں ڈالا اور اپنے مال سے سفر کیا۔''

تصنیف مسیح ہندوستان میں اور سفر نصیبین کی تجویز اور جلسہ الوداع

حضرت مفتی محمد صادق صاحب تحریر فرماتے ہیں

''حضرت مسیح ناصری کی قبر کا انکشاف تو ایک عرصہ سے ہو چکا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف کتابوں میں اجمالاً اس پر روشنی بھی ڈالی تھی مگر اس نظریہ کی اہمیت کے پیش نظر اس موضوع پر ایک مستقل تصنیف کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی اسے حضرت اقدس نے ''**مسیح ہندوستان میں**'' لکھ کر پورا کر دیا۔ یہ کتاب اپریل 1899ء میں تصنیف ہوئی اور 20 نومبر 1908ء کو شائع ہوئی۔اس میں حضور نے مسیح ناصری علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اتر آنے اور پھر کشمیر کی طرف ہجرت کرنے اور طبعی عمر سے وفات پانے کا ایسے زبردست عقلی و نقلی دلائل سے ثبوت دیا ہے کہ ایک محقق کو آپ کا نظریہ

تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔
باب اول :۔ مسیح کے صلیبی موت سے بچنے پر انجیلی دلائل۔
باب دوم :۔ان شہادتوں کے بیان میں جو حضرت مسیح کے صلیبی موت سے بچ جانے کی نسبت قرآن وحدیث سے ملتی ہیں۔
باب سوم :۔ان شہادتوں کے بیان میں جو طب کی کتابوں سے ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ اُتر آئے اوران کے زخموں کے لئے مرہم بنائی گئی جس کا نام مرہم عیسیٰ تھا۔
باب چہارم :۔ان شہادتوں کے بیان میں جو تاریخی کتابوں سے لی گئی ہیں جن میں حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے بعد اپنے ملک سے ہندوستان کی طرف ہجرت کرنے کا ذکر آتا ہے۔اس باب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلامی لٹریچر بدھ مت کی کتابوں اور دیگر تاریخی کتابوں سے مسیح کی سیاحت پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخ سے ثابت کیا ہے کہ مسیح کی کھوئی ہوئی بھیڑیں کشمیر اور افغانستان میں آباد تھیں ان ممالک کے باشندے اسرائیلی ہیں۔
کتاب میں حضور نے یروشلم سے سری نگر پہنچنے کا نقشہ سفر بھی دیا۔
حضور کا منشاء مبارک کتاب کی تصنیف سے قبل دس ابواب میں اپنی تحقیق پیش کرنے کا تھا۔مگر اس کتاب میں جو فی الحقیقت مجوزہ کتاب کا پہلا حصہ تھا صرف ابتدائی چار ابواب پر ہی آپ نے اکتفا کیا اور باقی ابواب کا مواد فراہم کرنے کے لئے (جس میں بعض

اہم زبانی روایات، قرائن متفرقہ اور معقولی اور الہامی شہادتوں سے بھی اس پہلو پر بحث کرنا آپ کے مدنظر تھا) حضور نے اپنے مخلص مرید خلیفہ نور الدین صاحب جمونیؓ کو قبر مسیح کی پوری تحقیقات کے لئے کشمیر بھیجا۔

حضرت خلیفہ صاحب جمونیؓ نے چار ماہ تک کشمیر میں قیام کیا اور بالآخر 17۔ستمبر 1899ء کو قبر کا نقشہ تیار کر کے اور اس پر 556 باشندگان کشمیر کی تصدیق بھی لائے کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے جسے عام لوگ شہزادہ نبی کی قبر اور بعض یوز آصف نبی اور بعض نبی صاحب کی قبر سے موسوم کرتے ہیں۔ 5

حضرت اقدس نے کشمیر میں حضرت مسیح ناصری کی قبر کا انکشاف پہلی دفعہ اپنی کتاب ''**راز حقیقت**'' میں کیا ہے۔ یہ کتاب 30/نومبر 1898ء میں شائع ہوئی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بد بخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ اُن کو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاک بلکہ اُن کی پاک رُوح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگاویں کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اُس کا دِل پلید اور ناپاک اور خدا کے قرب سے دور جا پڑتا ہے اور راندۂ درگاہ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے۔اِسی لئے لعین شیطان کا نام ہے۔اور یہ نہایت بد منصوبہ تھا کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالائق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص پاک دل

اور سچا نبی اور خدا کا پیارا نہیں ہے۔ کیونکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں ہے اور جیسا کہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بجان ودل بیزار اور خدا اُس سے بیزار ہے۔ لیکن خدائے قادر و قیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس ارادہ سے نا کام اور نامراد رکھا اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا بلکہ اس کو ایک سو بیس برس تک زندہ رکھ کر تمام دشمن یہودیوں کو اُس کے سامنے ہلاک کیا۔ ہاں خُدا تعالیٰ کی اُس قدیم سُنت کے موافق کہ کوئی اولوالعزم نبی ایسا نہیں گزرا ے قوم کی ایذاء کی وجہ سے ہجرت نہ کی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پا کر ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبت میں آئے ہوئے تھے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر آخر کار خاکِ کشمیر جنت نظیر میں انتقال فرمایا اور سرینگر خانیار کے محلّہ میں باعزاز تمام دفن کئے گئے آپ کی قبر بہت مشہور ہے۔ 6

1880ء میں جب سری نگر شہر میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی اور بہت سے لوگ اس کا شکار ہونے لگے تو خلیفہ صاحب کی ان دنوں یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ شہر میں پھر کر امراض و اموات کے بارے میں رپورٹ کریں اور لوگوں کو ماحول کی صفائی کی ہدایت کریں۔

اسی دوران حضرت خلیفہ صاحب کو محلّہ خانیار والی قبر کے بارے میں علم ہوا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے قبول احمدیت سے بہت پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ مسیحیت 1890ء کے آخر میں

کتاب ''**فتح اسلام**'' اور '' **توضیح مرام**'' میں فرمایا ہے ۔حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کو 16 ستمبر 1892ء کو کشمیر چھوڑنے کا حکم دیا گیا تھا۔اس کے بعد حضرت مولوی صاحب نے بھیرہ کو اپنا مسکن بنانے کا ارادہ کیا کہ وہاں بڑے وسیع پیمانے پر ایک شفاخانہ اور ایک عالی شان مکان تعمیر کیا جائے مکانات کی تعمیر زورشور سے جاری تھی کہ آپ پہلے حضرت اقدس کو ملنے کے لئے قادیان تشریف لے گئے اور پھر حضرت اقدس نے آپ کو قادیان روک لیا آپ اگست 1893ء میں قادیان کو اپنا وطن بنا چکے تھے۔اس کے بعد حضرت اقدس سے کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا ذکر حضرت مولوی صاحب نے کیا ہے کیونکہ حضرت خلیفہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کو ایک عرصہ گزرگیا اور جب حضرت مولوی صاحب ملازمت چھوڑ کر قادیان تشریف لے گئے تو ایک دن حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں حضرت مولوی صاحب بھی موجود تھے وہاں حضرت مولوی صاحب نے خانیار کی قبر والے واقعہ کے متعلق میری روایت بیان کی۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ مبلغ امریکہ اور انگلستان ناظر امور خارجہ نے سری نگر کشمیر میں کئی ماہ قیام کر کے قبر مسیح کے بارے میں اپنی تحقیق مکمل کی۔آپ نے اس سلسلہ میں پرانے ریکارڈ روایات اور قدیم قلمی کتب سے بھی استفادہ کیا۔آپ نے اپنی یہ تحقیق ''**تحقیق جدید قبر مسیح**'' کے نام سے شائع فرمائی اس تحقیق کے سلسلہ میں حضرت خلیفہ صاحب کا بھرپور تعاون حضرت مفتی صاحب کو حاصل رہا۔آپ اپنی کتاب میں ''**تحقیق جدید قبر مسیح**'' کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

کشمیر میں قبر مسیح کا سوال کیسے پیدا ہوا

حضرت مفتی محمد صادق صاحب اپنی کتاب ''تحقیق جدید قبر مسیح ''میں لکھتے ہیں:۔

'' بعض دوست سوال کرتے ہیں کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی تھی کہ حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔اس کے متعلق کوئی وحی یا الہام تو مجھے ملا نہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے ابتداء اس کی یوں ہوئی کہ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجلس میں بیٹھے تھے۔آپ نے فرمایا۔ کہ میں آیت کریمہ وَ اٰوَیۡنٰهُمَا اِلٰی رَبۡوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیۡنٍ پر غور کر رہا تھا اور اس پر غور کرتے ہوئے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا وہ مقام ایسا ہے جیسے کشمیر۔اس پر حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا کہ میں نے دورانِ قیامِ کشمیر میں سُنا تھا کہ یہاں ایک قبر ہے جسے عیسیٰ کی قبر کہتے ہیں اور یہ بات مجھے خلیفہ نورالدین صاحب نے بتائی تھی جو اپنی ڈیوٹی کے سلسلہ میں سارے شہر کا گشت کیا کرتے تھے۔اور کہ بعض لوگ اُسے نبی کا روضہ اور بعض شہزادہ نبی کا روضہ کہتے ہیں۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلیفہ نورالدین صاحب کو جموں سے بلایا اور آپ کو حکم دیا کہ سری نگر جا کر اس کے متعلق مکمل تحقیقات کریں۔ چنانچہ خلیفہ صاحب وہاں گئے اور چھ ماہ وہاں رہے۔اس عرصہ میں انہوں نے وہاں کے بڑے بڑے علماء سے دستخط کرا لئے کہ یہاں یہ قبر عیسیٰ کی قبر مشہور ہے اور بعض لوگوں نے اس کی تائید میں

بعض قلمی کتابوں سے بھی شہادتیں پیش کیں۔ اس وقت کشمیری لوگ صاف کہہ دیتے تھے کہ یہ کس کی قبر ہے۔ مگر بعد میں پنجاب کے مولویوں نے جا کر ان کو اس سے روکا اور منع کیا کہ ایسا مت کہا کرو۔ چنانچہ اب اگر کوئی وہاں جا کر دریافت کرے تو وہ عیسیٰ کی قبر نہیں کہتے بلکہ نبی صاحب کی یا یوز آسف کی قبر کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خلافت کے ابتدائی ایام (یکم جولائی سے 22-اگست 1909ء۔ ناقل) میں جب وہاں گئے تو ایک نوے سال کی بڑھیا وہاں بیٹھی تھی۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کس کی قبر ہے۔ تو اس نے کہا کہ انیس سو سال گذر گئے اب کون جانتا ہے کہ یہ کس کی قبر ہے اور کس کی نہیں۔'' 7

قبر مسیح کی تحقیق کے سلسلے میں حضرت خلیفہ صاحب مزید بیان فرماتے ہیں۔

''اس امر کی تحقیقات کے واسطے کشمیر بھیجا۔ اور مبلغ ۵۰ روپے سفر خرچ کے واسطے دیا جو میں نہ لیتا تھا۔ مگر حضرت صاحب کے اصرار پر بطور تبرک کے لے لیا۔ چار ماہ کشمیر میں قیام کر کے 560 آدمیوں کے دستخط کرائے کہ یہ قبر حضرت عیسیٰ نبی کی ہے۔ جو یہاں انیس سو سال سے مدفون ہیں۔ دستخط کرنے والوں میں اس وقت کے علماء، تجار، پیشہ ور، امیر و غریب، مسلم، ہندو ہر قسم کے اصحاب تھے۔'' 8

''**تحقیق جدید قبر مسیح**'' کے سلسلہ میں جن احباب نے تعاون فرمایا ان کے بارے میں حضرت مفتی صاحبؓ لکھتے ہیں۔

معاونین

کشمیر میں جن احباب نے مجھے مختلف عمارتوں اور پرانے قبرستانوں کے دیکھنے میں اور دیگر حالات کے معلوم کرنے میں امداد کی ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔ ان میں سے بعض احباب فوٹو نمبر ۱۳ میں شامل ہیں۔

۱۔ مولوی فاضل عبدالواحد صاحب مبلغ کشمیر۔

۲۔ مولوی فاضل عبدالاحد صاحب مبلغ بھدرواہ۔

۳۔ مولوی فاضل پیر محمد یوسف شاہ صاحب مبلغ ہندواڑہ۔

۴۔ خواجہ صدرالدین صاحب۔ ۵۔ مسٹر غلام نبی صاحب گلکار۔

۶۔ محمد یوسف خان صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

۷۔ حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی۔ 9

حضرت مفتی محمد صادق صاحب سابق مبلغ امریکہ ایڈیٹر ''البدر'' سلسلہ احمدیہ کے صف اول کے بزرگ ہیں آپ نے جلسہ سالانہ 1942ء پر ''**حضرت مسیح ناصری کی قبر کا انکشاف**'' کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

قبر کا ابتدائی ذکر

''جب وفات مسیح کی بحثیں زور شور سے چھڑیں تو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ کشمیر کے دارُالخلافہ سری نگر شہر میں ایک قبر ہے جو کہ وہاں کے لوگوں میں حضرت عیسیٰ نبی کی قبر کر کے

مشہور ہے۔ اس طرح چونکہ یہ امر کلام پاک کی تائید کرتا تھا۔ اس واسطے حضور نے خلیفہ نورالدین صاحب مرحوم تاجر جموں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی اصحاب میں سے تھے اس قبر کی تحقیقات کے واسطے سری نگر بھیجا۔

اس کے بعد دن بدن اس قبر کے حضرت عیسیٰ کی قبر ہونے کے متعلق مزید تائیدی امور منکشف ہوتے چلے گئے۔ جن کو نمبروار درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اس کی تائید نہ صرف قرآن، حدیث اور تاریخی اور عقلی شہادتوں سے ہوئی بلکہ خدا تعالیٰ کے تازہ الہامات نے بھی اس کی شہادت دی ۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی تصنیف ''**مسیح ہندوستان میں**'' کے صفحہ 13 پر تحریر فرمایا ہے۔

560 کشمیریوں کے دستخط

سب سے اول وہ تصدیقی تحریریں ہیں جو حضرت خلیفہ نورالدین صاحب مرحوم نے کشمیر کے علماء اور فضلاء اور تاریخ دانوں اور اکابر سے حاصل کیں۔ دراصل حضرت خلیفۃ المسیح اول مولوی حکیم نورالدین صاحب نے بھی اس قبر کا ذکر پہلے خلیفہ نورالدین صاحب تاجر سے ہی سُنا تھا۔ چنانچہ خلیفہ صاحب نے اپنے حالات میں لکھا ہے:۔

(جس زمانہ میں ہیضہ پڑنے کا ذکر ہے۔ اس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول ریاست جموں و کشمیر میں شاہی طبیب تھے۔ اور مہاراجہ صاحب کے ساتھ سردیوں میں جموں اور

گرمیوں میں کشمیر میں سکونت رکھتے تھے) حضرت خلیفہ نورالدین صاحب مرحوم تحقیقات کے واسطے چار ماہ کشمیر میں رہے اور چونکہ اسوقت سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کا وہاں کچھ چرچا نہ تھا۔ اس واسطے تمام علماء و معتبر اور مشہور آدمیوں نے تحریر کر دیا کہ یہ قبر حضرت عیسیٰ نبی کے نام سے بھی مشہور ہے جو یہاں ۱۹ سو سال سے مدفون ہیں۔ یہ دستخط ۵۶۰ آدمیوں کے ہیں اور ان میں ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ علما، تجار، پیشہ ور، امیر و غریب۔ ان میں سے چند ایک کے نام بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

مولوی واعظ رسول صاحب میر واعظ۔ مولوی احمد اللہ صاحب واعظ۔ مولوی محمد سعدالدین عتیق صاحب واعظ۔ حاجی نورالدین صاحب وکیل۔ نمبر دار عزیز میر صاحب۔ منشی عبدالصمد صاحب وکیل۔ حاجی غلام رسول صاحب تاجر۔ میر محمد سلطان صاحب صراف۔ حکیم جعفر صاحب۔ مرزا احمد بیگ صاحب ٹھیکہ دار۔ حکیم علی نقی صاحب۔ مفتی مولوی شریف الدین صاحب۔ مولوی صدرالدین صاحب مدرس۔ نمبر دار حبیب بیگ صاحب۔ عبداللہ جیو تاجر میوہ جات۔ عبدالرحیم صاحب امام مسجد۔ مہدی خالق شاہ صاحب خادم درگاہ۔ پیر نورالدین قریشی صاحب۔ احمد جو چھیٹ گر۔ سیف اللہ شاہ خادم درگاہ۔ شیخ نورالدین نورانی۔ 10

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور قبر مسیح کا انکشاف تو ایک عرصہ سے ہو چکا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف

کتابوں میں اجمالاً اس پر روشنی بھی ڈالی تھی مگر بہ نظر یہ اہمیت وعظمت کے پیش نظر اس موضوع پر ایک مستقل تصنیف کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جسے حضرت اقدس نے کتاب **''مسیح ہندوستان میں''** لکھ کر پورا کر دیا۔ اور یوں دنیائے مذاہب کے اس تہلکہ خیز انکشاف کی ابتداء جس نے دنیا کے سب سے بڑے مذاہب عیسائیت اور یہودیت کی بلند و بالا عمارت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں اور یہ ہے وہ دھماکہ خیز انکشاف جس کی اشاعت جماعت احمدیہ کے ذریعے آج دنیا کے کونے کونے میں ہو رہی ہے چودھویں صدی کی اس سب سے بڑی خبر لانے والے مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کے لائق شاگرد حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونیؓ تھے۔ 11

کسر صلیب کانفرنس لنڈن میں آپ کی اولاد کی نمائندگی

منعقدہ 2-3-4 /جون 1978ء

یہ کسر صلیب کانفرنس لندن منعقدہ 2-3-4 جون 1978ء جو زیر صدارت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ منعقد ہوئی۔ یہ کانفرنس قبرِ مسیح کی دریافت کے تقریباً 100 سال بعد منعقد ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے اس کانفرنس میں خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ عبدالمومن صاحب (کینیڈا) کو شامل ہونے کا موقع ملا۔ اسطرح حضرت خلیفہ نورالدین صاحب نے بفضل تعالیٰ قبر مسیح کی دریافت اور بعد میں حضرت مسیح موعود کے حکم پر تحقیق قبر مسیح کی اور کسر صلیب کی ابتداء میں حصہ لیا۔ ان کی جسمانی اولاد کو 100 سال بعد کسر صلیب کی اس اہم کانفرنس میں شمولیت کا موقع ملا۔ ڈاکٹر عبدالمومن صاحب نے خلیفہ نورالدین صاحب کے قبر مسیح کے دریافت اور تحقیق کے بارہ میں اور شہادتوں کے اکٹھا کرنے کا بیان کیا۔ ایک انگریز مقرر نے اپنی تقریر میں ان دونوں حضرات کی کانفرنس میں موجودگی کو سراہا اور کہا کہ مجھے بہت خوشی ہے کہ خلیفہ نورالدین کے descendents بھی اس کانفرنس میں موجود ہیں۔ 12؎

حوالہ جات اور حواشی باب چہارم

-1 بیان حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب
-2 تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ 101,100
-3 ملفوظات جلد اول صفحہ 502 جدید ایڈیشن
-4 مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 313-311
-5 تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 71-70 طبع اول
-6 رازِ حقیقت روحانی خزائن جلد نمبر 14 صفحہ 154-155
-7 تحقیق جدید قبرِ مسیح صفحہ 5 تا 7 از مفتی محمد صادق صاحب
-8 تحقیق جدید قبرِ مسیح صفحہ 5 تا 7 از مفتی محمد صادق صاحب
-9 تحقیق جدید قبرِ مسیح صفحہ 5 تا 7 از مفتی محمد صادق صاحب
-10 الفضل 31- دسمبر 1943ء صفحہ 3-4
-11 الفضل 2 ستمبر 1979ء صفحہ 5 از یوسف سہیل شوق مرحوم نائب ایڈیٹر الفضل
-12 بیان خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب بذریعہ خلیفہ طاہر احمد صاحب

باب پنجم

1- کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اشاعت میں متفرق خدمات

حضرت خلیفہ نور الدین جمونی صاحب خوشخط لکھتے تھے چونکہ حضور اقدس علیہ السلام کا خط شکستہ تھا اور کاتب کو حضور کی تحریر پڑھنے میں دقت پیش آتی تھی۔ اس لئے حضور مسودہ حضرت خلیفہ صاحب جمونیؓ یا حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی کو صاف لکھنے کے لئے دیتے تھے اور وہ اسکو صاف کر کے حضور اقدس سے تصحیح کروا کر کاتب کے حوالہ کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے بہت سے مسودوں کو صاف کر کے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضور اقدس حضرت خلیفہ صاحب کے صاف کئے ہوئے مسودہ کو دیکھتے تھے اور بسا اوقات اصلاح اور اضافہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ خلیفہ صاحب کے خاندان کے پاس حضرت اقدس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ''کشتی نوح'' اور ''نزول المسیح'' کا اصل مسودہ موجود ہے اس کے علاوہ خلیفہ صاحب حضور کی کتب کی اشاعت میں بھی سرگرم عمل رہتے تھے اور حضور کی ہدایات پر کتب کی اشاعت کی تیاری سے بھی امداد فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت اقدس نے 15/مارچ 1903ء کو صبح کی سیر کے دوران حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

آریوں کے متعلق لٹریچر کی اشاعت

''سیر کے دوران کتابوں کی اشاعت کے متعلق خلیفہ صاحب سے فرمایا کہ انکی اشاعت کروایسا نہ کہ صندوقوں میں بند پڑی رہیں۔

ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آریہ لوگ ان کتابوں کے جواب میں ایک گالیوں کا طومار لکھیں گے کیونکہ جواب دینے کی تو ان میں طاقت نہیں ہوتی۔صرف گند ہی گند بولیں گے ہم نے تو نہایت نرم الفاظ میں لکھی ہیں مگر یہ بہتان لگائے بغیر نہ رہیں گے شاید ایک اور کتاب پھر اسکے جواب میں لکھنی پڑے۔دیانند کو اسلام کی خبر نہیں تھی مگر چونکہ اس نے کتابیں ناگری زبان میں لکھیں اس لئے لوگوں کو اس کی گندہ زبانی کی خبر نہیں ہے لیکھرام نے اردو میں لکھیں اس کی خبر سب کو ہوئی۔

میرا اصول ہے کہ جو شخص حکمت اور معرفت کی باتیں لکھنا چاہے وہ جوش سے کام نہ لیوے ورنہ اثر نہ ہوگا۔ہاں بعض امور حقّہ برمحل عبارت میں لکھنے پڑتے ہیں مگر اَلْحَقُّ مُرٌّ معاملہ ہوکر ہم اس میں مجبور ہو جاتے ہیں۔میرے خیال میں سناتن دھرم اور نسیم دعوت وغیرہ لاہور بمبئی کشمیر وغیرہ شہروں میں آریوں کے پاس ضرور روانہ کرنی چاہئیں اگر شائع نہ ہوں تو پھر وہی مثال ہے۔

زہر نہادن چہ سنگ و چہ زر [1]

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کتاب ''نزول المسیح'' کی اشاعت کی تیاری کے سلسلہ اپنے اور حضرت خلیفہ صاحب کے سپرد کئے گئے کام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتاب نزول المسیح تصنیف فرمائی۔ اور اُس میں اپنی ایسی ۱۲۳ پیشگوئیاں درج کیں جو پوری ہو چکی تھیں تو اُن پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی شہادتوں کی فہرست تیار کرنے کا کام میرے اور حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی مرحوم کے سپرد کیا۔اور وہ فہرست ہم دونوں نے تیار کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کی۔اور حضور نے اُس کو درج کتاب کیا۔'' 2

2-اشاعت کتب کے لئے مالی قربانی

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونیؓ کو جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں حاضر ہو کر کتب کی اشاعت اور مسودات کو صاف کرنے کی سعادت حاصل ہوئی وہاں آپ کو اوقات کی قربانی کے ساتھ ساتھ اپنے پیارے آقا کے حضور اشاعت دین اسلام کی خاطر مالی قربانی کے بہت سے مواقع بھی ملے۔ جب بھی حضرت اقدس کی طرف سے مالی قربانی کی تحریک ہوتی آپ ہمیشہ اپنی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت اقدس کی کتب میں چندہ دینے والے احباب کی فہرست میں آپ کا نام نمایاں نظر آئے گا۔ حضرت اقدس چندہ دینے والوں کے نام شکریہ کے ساتھ کتب میں درج کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کو زبردست قربانیوں کی توفیق ملی اور آپ نے بعض اوقات بڑی بڑی رقوم بھی حضرت اقدس کے حضور پیش کیں۔ آپ اس لحاظ سے اپنے عظیم استاد حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کے رنگ میں رنگین تھے۔ نہ صرف خود مالی قربانی میں پیش

پیش ہوتے بلکہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی مالی قربانی میں حصہ لینے کی تحریک کرتے رہتے ۔ جماعتی چندوں کے لئے ایک نظام کی بنیاد کے عنوان سے مولانا دوست محمد شاہد صاحب مورخ احمدیت لکھتے ہیں ۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو سب سے زیادہ اس فکر میں رہتے تھے کہ حق کے طالبوں کا ایک گروہ ہمیشہ آپ کے پاس رہے اور دور ونزدیک سے لوگ آ کر رہیں اور اپنے شبہات کا ازالہ کریں اور خدا کی راہ آپ سے سیکھیں۔ نیز جو کچھ آپ کتاب یا اشتہار کی شکل میں لکھیں وہ شائع ہو۔ اگر چہ یہ سلسلہ اب تک باقاعدگی سے جاری تھا۔ اوراس کے لئے جماعت کے مخلصین اپنی مرضی سے حسب توفیق بوجھ اٹھاتے چلے آرہے تھے۔

جماعت کے ان 30 مخلصین کے نام جو 1902ء تک باقاعدہ چندہ ادا کرتے چلے آرہے تھے۔ اس صفحہ 217-218 کے حاشیہ میں درج کئے ہیں ان میں **حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب** کا نام نامی بھی شامل ہے۔'' 3

جب 1905ء میں نظام وصیت کا آغاز ہوا تو آپ نے وصیت کر کے اس بابرکت نظام میں شمولیت اختیار کی آپ کا وصیت نمبر 9 8 3 تھا۔

''آئینہ کمالات اسلام'' روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ 632 پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

فہرست چندہ دہندگان ورقوم چندہ جو بموقع جلسہ 29 دسمبر 1892 بمقام قادیان لکھا گیا

اس فہرست میں نمبر 2 پر **جناب خلیفہ نورالدین صاحب** کا نام درج ہے۔

کتاب ’’سراج منیر‘‘ روحانی خزائن جلد نمبر 12 صفحہ 85 پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

فہرست آمدنی چندہ برائے طیاری مہمان خانہ وچاہ وغیرہ

اس فہرست میں بھی

خلیفہ نورالدین صاحب واللہ دتا جموں

کا نام درج ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ’’تحفۂ قیصریہ‘‘ میں فہرست درج فرمائی ہے

اسمائے حاضرین جلسۂ ڈائمنڈ جوبلی بمقام قادیان ضلع
گورداسپورہ بحضور امام ہُمام حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود معہ چندہ
وبلا چندہ واسمائے غیر حاضرین جنہوں نے چندہ دیا۔از 20 جون
1897ء تا 22 جون 1897ء

اس فہرست میں

91- خلیفہ نورالدین صاحب تاجر کتب ریاست جموں

کا نام درج ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ’’ضمیمہ انجام آتھم‘‘ روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 313 بقیہ حاشیہ میں مالی قربانی کرنے والے صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے

’’اور خلیفہ نوردین صاحب جموں سب بدل وجان اس راہ
میں مصروف ہیں ......اور خلیفہ نوردین صاحب علاوہ دائمی اعانت
کے ابھی پانچ سوسو روپیہ نقد بطور امداد دے چکے ہیں۔منہ‘‘

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰنؓ صاحب نومسلم (سابق سردار مہر سنگھ) کا بیان ہے کہ

’’میں نے دیکھا کہ ایک ایک وقت میں آپ نے حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پانچ پانچ سو روپیہ نذر پیش کیا۔

جب سے آپ نے مخیرّ طور پر چندہ میں حصہ لینا شروع کیا تب سے
آپ کے کاروبار میں بھی خداوند کریم نے ترقی پر ترقی دی حضرت مسیح
موعود علیہ السلام کے مساعی جمیلہ میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر امداد دیا
کرتے تھے اور سیالکوٹ، لاہور وغیرہ لیکچروں میں حاضر ہو کر ہر
طرح امداد دیا کرتے تھے۔'' 4

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں مالی جہاد میں حصہ لینے والے افراد کا ذکر فرمایا ہے حضور نے حضرت خلیفہ صاحب کے مالی جہاد میں حصہ لینے کا ذکر مجموعہ اشتہارات جلد اول اشتہار نمبر 87 صفحہ 237-238 ''**آئینہ کمالات اسلام**'' روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ 632 پر فرمایا۔

3- درثمین کو سب سے پہلے شائع کرنے کا اعزاز

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ فرماتے ہیں

''درثمین جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار کا مجموعہ ہے سب سے پہلے شائع کرنے کی سعادت کو حضرت خلیفہ صاحب نے ہی حاصل کیا۔'' 5

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے اشعار جمع کر کے درثمین کی صورت میں سب سے پہلے آپ نے شائع کیا۔اس درثمین کے اشعار پڑھ کر حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف 1896ء میں ہوا۔اس کا دوسرا ایڈیشن آپ نے 1901ء میں درثمین کامل کے نام سے شائع کیا۔ صحابہ میں آپ ''**جامع درثمین**'' کہلاتے تھے۔

4- حضرت اقدس کی پوری ہونے والی پیشگوئیوں کے بطور گواہ

حضرت اقدس مسیح موعود نے کئی کتب میں حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب کا نام درج کیا ہے اس کے علاوہ اشتہارات میں بھی آپ کا ذکر ہے آپ نے جب ''نزول المسیح'' کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا اس میں ایسی پیشگوئیوں کے درج کرنے کا اظہار فرمایا جو پوری ہو چکی تھیں اور جن کے پورا ہونے کے بہت سے زندہ گواہ موجود تھے اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب اپنی کتاب ''ذکر حبیب'' میں لکھتے ہیں۔

> ''کتاب نزول المسیح میں جو نقشہ پیشگوئیوں کا دیا گیا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے فرمانے پر عاجز راقم نے ہی تیار کیا تھا۔ اور ہر ایک پیشگوئی کے حاشیہ میں جو گواہوں کی ایک فہرست ہے اس کے تیار کرنے میں خلیفہ نورالدین صاحب ساکن جموں نے عاجز کی خاص امداد فرمائی تھی۔ نقشہ تیار کر کے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا اور حضرت صاحب نے مناسب اصلاح کر کے اسے درج کیا۔''6

پیشگوئیوں کا یہ نقشہ صفحہ 494 تا 618 روحانی خزائن جلد نمبر 18 پر موجود ہے درج ذیل سات پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے گواہ کے طور پر حضرت اقدس نے دیگر گواہوں کے ساتھ حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب کا نام درج فرمایا ہے۔

-1 پیشگوئی نمبر 02 صفحہ 500

2- پیشگوئی نمبر 42 صفحہ 543

3- پیشگوئی نمبر 43 صفحہ 557

4- پیشگوئی نمبر 60 صفحہ 576

5- پیشگوئی نمبر 61 صفحہ 577

6- پیشگوئی نمبر 62 صفحہ 577

8- پیشگوئی نمبر 82 صفحہ 589

9- پیشگوئی نمبر 121 صفحہ 616

پیشگوئی نمبر 2

لاتیئس من رُوح الله الا ان روح قریب .الاان نصر الله قریب .یاتیک من کل فج عمیق .یاتون من کل فج عمیق ینصرک الله من عنده .ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء .لامبدل لکلمات الله دیکھوصفحہ ۲۴۱ براہین احمدیہ مطبوعہ ۱۸۸۰ء،۱۸۸۲ء سفیر ہند پریس امرتسر ترجمہ خدا کے فضل سے نومید مت ہو یعنی یہ خیال مت کر کہ کوئی طرف التفات نہیں کرتا اور نہ کوئی میری نصرت کرتا ہے یہ بات سُن کر رکھ کہ خدا کا فضل قریب ہے خبردار ہو کہ خدا کی مدد قریب ہے ۔وہ مدد ہرایک ایسی راہ سے تجھے پہنچے گی کہ کبھی بند نہیں ہوگا اور لوگ ہر یک راہ سے آتے رہیں گے جو بند نہیں ہوگا بلکہ لوگوں کے چلنے سے عمیق ہوتا رہیگا یعنی لوگ ہرایک راہ سے بکثرت تیرے پاس آئیں گے

یہاں تک کہ راہیں عمیق ہو جائیں گی۔ یہ استعارہ اس منشاء کے ادا کرنے کیلئے ہے کہ سلسلہ رجوع خلائق کا کبھی بند نہیں ہوگا اور یہ اُس زمانہ کی پیشگوئی ہے جبکہ مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا مگر شاذونادر جو صرف چند ابتدائی زمانہ کے تعارف والے تھے اور نہ گورنمنٹ کو میری طرف کچھ خیال تھا کہ اس کا اتنا بڑا سلسلہ قائم ہوگا اور نہ اس ملک کے لوگوں میں سے کوئی پیشگوئی کرسکتا تھا کہ یہ غیر معمولی ترقی ایک دن ضرور ہوگی مگر یہ خدا کا فعل ہے جو باوجود ہزار ہا روکوں کے جو قوم کی طرف سے اور مولویوں کی طرف سے ہوئیں خدا نے میری اُس دعا کو قبول کرکے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۲ میں ہے یعنی کہ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا اپنے بندوں کو میری طرف رجوع دیا۔ جب مَیں نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے اکیلا مت چھوڑ تو جواب دیا کہ مَیں اکیلا نہیں چھوڑونگا۔ اور جب مَیں نے کہا کہ مَیں نادار ہوں مجھے مالی مدد دے تو اُس نے کہا کہ ہر یک راہ سے تجھے مدد آئے گی اور وہ راہیں عمیق ہو جائینگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یکوں کی کثرت سے قادیان کی سڑک کئی دفعہ ٹوٹ گئی اُس میں گڑھے پڑ گئے اور کئی دفعہ سرکار انگریزی کو وہ سڑک مٹی ڈال کر درست کرانی پڑی اور پہلے اس سے قادیان کی سڑک کا یہ حال تھا کہ ایک یکہ بھی اُس پر چلنا شاذو نادر کے حکم میں تھا اب ہر سال راہ یکوں کے باعث سے عمیق ہو جاتا ہے اور نیز خدا نے اسی سال میں قریب ستر ہزار کے اس جماعت کو پہنچا دیا کون مخالف ہے جو اس بات کو ثابت کرسکتا ہے کہ جب ابتداء

میں یہ وحی الٰہی نازل ہوئی تو اُس وقت سات آدمی بھی میرے ساتھ تھے مگر اسکے بعد ان دنوں میں ہزار ہا انسانوں نے بیعت کی خاص کر طاعون کے دنوں میں جس قدر جوق در جوق بیعت میں داخل ہوئے اُس کا تصور خدا کی قدرت کا ایک نظارہ ہے۔ گویا طاعون دوسروں کو کھانے کیلئے اور ہمارے بڑھانے کے لئے آئی ابھی معلوم نہیں کہ طاعون کی برکت سے کیا کچھ ترقی ہوگی۔ اِسی برس میں تمام بیعت کرنیوالوں نے اپنے ذمہ لے لیا کہ کچھ نہ کچھ ماہانہ اس سلسلہ کی مدد میں نذر کیا کریں سو اِس ایک ہی برس میں ہزار ہا روپیہ کی آمدن ہوئی اور ہزار ہا لوگ بیعت میں داخل ہوئے اور داخل ہوتے ہیں اور وہ الہام کہ یاتیک من کل فج عمیق ویأتون من کل فج عمیق عین طاعون کے دنوں میں پورا ہوا۔ اگر کوئی شخص براہین احمدیہ کو ہاتھ میں پکڑے اور میری پہلی حالت غربت اور تنہائی کو جو براہین احمدیہ کے زمانہ میں تھی قادیان میں آکر تمام ہندو مسلمانوں سے دریافت کرے یا گورنمنٹ انگریزی کے کاغذات میں دیکھے کہ کب سے گورنمنٹ نے میرے سلسلہ کو ایک جماعت عظیم قرار دیا ہے تو بلا شبہ وہ یقینی اور قطعی طور پر سمجھ لیگا کہ اس قدر خدا کی طرف سے حسب منشاء پیشگوئی کے نصرت ہونا اور ستر ہزار سے بھی زیادہ لوگوں کا بیعت میں داخل ہونا باوجود تمام مولویوں کے شور فریاد کرنے کے لئے بے شک ایک معجزہ ہے ورنہ خدا قادر تھا کہ اس سلسلہ کو ترقی سے روک دیتا اور مولویوں کے منصوبوں کو پورا کر دیتا یا مجھے ہلاک کر دیتا

اور خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ یأتیک من کل فج عمیق ویاتون من کل فج عمیق اِس طرح پر بھی ہر ایک پر ثابت ہوسکتا ہے کہ بیس برس کے بعد ان دنوں میں پنجاب اور ہندوستان کے شہروں میں سے کوئی شہر خالی نہیں رہا جس کے باشندوں میں سے کوئی نہ کوئی قادیان میں نہیں آیا اور نہ کوئی ایسی طرف ہے جس سے مالی مدد نہ آئی۔ اب سوچ لو کہ کیا اِس قدر دُور دراز عرصہ کے بعد غیب کی باتیں پورا ہونا کیا بجز خدا کی وحی کے کسی اور کی کلام میں یہ طاقت ہے اور اگر انسان ایسا کرسکتا ہے تو نظیر کے طور پر پیش کرو کہ کس نے میری طرح گمنامی کی حیثیت میں ہو کر ظہور پیشگوئی کے دنوں سے بیس برس پہلے بذریعہ تحریر تمام دنیا میں شائع کیا کہ ایک دن وہ آنیوالا ہے کہ میری یہ حالت گمنامی جاتی رہیگی اور ہزارہا تحائف میرے پاس آئینگے اور ہزارہا لوگ دُور دراز ملکوں کا سفر کر کے میرے ملنے کے لئے آئیں گے مَیں جانتا ہوں کہ ایسی نظیر پیش کرنے پر ہرگز انسان قادر نہیں۔

زندہ گواہ رویت کے

مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی، مولوی محمد علی ایم اے، نواب محمد علی خان صاحب مالیرکوٹلہ، خواجہ کمال الدین صاحب بی اے پلیڈر، میر ناصر نواب صاحب دہلوی، مولوی محمد احسن صاحب امروہی، مرزا خدا بخش صاحب جھنگ، سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس، مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹ چھاؤنی، شیخ رحمت اللہ

صاحب سوداگر بمبئی ہئوس لاہور، **خلیفہ نور الدین صاحب جموں** وغیرہ گواہان جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔

پیشگوئی نمبر 42

منجملہ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان نشانوں کے وہ نشانوں کے وہ نشان ہے جو اس خدائے قادر نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کی نسبت ظاہر فرمایا اور اس کے لیے یہ تقریب پیش آئی کہ مئی اور جون ۱۸۹۳ء میں ڈاکٹر مارٹن کلارک کی تحریک سے اسلام اور عیسائیت میں ایک مباحثہ قرار پایا اس مباحثہ میں عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم انتخاب کیا گیا اور مسلمانوں کی طرف سے میں پیش ہوا۔اور عبداللہ آتھم نے مباحثہ سے کچھ دن پہلے اپنی کتاب اندرونہ بائبل میں ہمارے پیارے نبی کی نسبت دجال کا لفظ لکھا تھا جیسا کہ کتاب جنگ مقدس کے آخری صفحہ میں اس کا ذکر ہے وہ شرارت اور شوخی اسکی مجھے تمام ایام بحث میں یاد رہی اور میں دل و جان سے چاہتا ہوں تھا کہ اس کی سرزش کی نسبت کوئی پیشگوئی خدا تعالیٰ سے پاؤں۔ چنانچہ میں آتھم سے ایک دستخطی تحریر بھی اسی غرض سے لے لی تا وہ پیش گوئی کے وقت عام عیسائیوں کی طرح میری آزاردہی کے لیے کسی عدالت کی طرف نہ دوڑے۔سو میں پندرہ دن تک بحث میں مشغول رہا اور پوشیدہ طور آتھم کی سرزش کے لیے دعا مانگتا رہا۔جب بحث کے دن ختم ہو گئے تو میں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پائی کہ

اگر آتھم اس شوخی اور گستاخی سے توبہ اور رجوع نہیں کریگا جو اُس نے دجال کا لفظ آنحضرت ﷺ کی نسبت اپنی کتاب میں لکھا تو وہ ہاویہ میں پندرہ مہینہ کے اندر گرایا جائیگا۔ سو یہ امر الٰہی پا کر بحث کے خاتمہ کے دن ایک جماعت کثیر کے رُوبرو جس میں عیسائیوں کی طرف سے ڈاکٹر مارٹن کلارک اور تیس کے قریب اور عیسائی تھے اور میری جماعت کے لوگ بھی تیس یا چالیس کے قریب تھے جن میں سے اخویم مولوی حکیم نوردین صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم اور اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب اخویم منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ دفتر ریلوے لاہور اور اخویم عبدالعزیز خاں صاحب کلارک دفتر اگزیمیز ریلوے لاہور اور اخویم خلیفہ نوردین صاحب وغیرہ احباب موجود تھے۔ مَیں نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کو کہا کہ آج یہ مباحثہ منقولی اور معقولی رنگ میں تو ختم ہوگیا مگر ایک اور رنگ کا مقابلہ باقی رہا جو خدا کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب اندرونہ بائبل میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کے نام سے پکارا ہے اور مَیں آنحضرت ﷺ کو صادق اور سچا رسول جانتا ہوں اور دین اسلام کو منجانب اللہ یقین رکھتا ہوں پس یہ وہ مقابلہ ہے کہ آسمانی فیصلہ اس کا تصفیہ کریگا اور وہ آسمانی فیصلہ یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے جو شخص اپنے قول میں جھوٹا ہے اور ناحق رسول صادق کو کاذب اور دجال کہتا ہے اور حق کا دشمن ہے وہ آج کے دن سے پندرہ مہینہ تک اس شخص کی زندگی میں ہی جو حق پر ہے ہاویہ میں گریگا۔ بشرطیکہ حق کی طرف

رجوع نہ کرے یعنی راست باز اور صادق نبی کو دجال کہنے سے باز نہ آوے اور بیبا کی اور بدزبانی نہ چھوڑے ۔ یہ اس لئے کہا گیا کہ صرف کسی مذہب کا انکار کرنا دنیا میں مستوجب سزا نہیں ٹھہرتا بلکہ بے با کی اور شوخی اور بدزبانی مستوجب سزا ٹھہراتی ہے ۔غرض جب آتھم کو ایسی مجلس میں جس میں ستر سے زیادہ آدمی ہوں گے یہ پیشگوئی سنائی گئی تو اس کا رنگ فق اور چہرہ زرد ہوگیا اور ہاتھ کانپنے لگے تب اُس نے بلاوقف اپنی زبان منہ سے نکالی اور دونوں ہاتھ کانوں پر دھر لئے اور ہاتھوں کو معہ سر کے ہلانا شروع کیا جیسا کہ ایک ملزم خائف ایک الزام سے سخت انکار کر کے توبہ اور انکسار کے رنگ میں اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے اور بار بار لرزتے ہوئے زبان سے کہتا تھا کہ توبہ توبہ میں نے بے ادبی اور گستاخی نہیں کی اور مَیں نے آنخضرت ﷺ کو ہرگز ہرگز دجال نہیں کہا اور کانپ رہا تھا اس نظارہ کو نہ صرف مسلمانوں نے دیکھا بلکہ ایک جماعت کثیر عیسائیوں کی بھی اُس وقت موجود تھی جو اس عجز و نیاز کو بھی دیکھ رہی تھی ۔اس انکار سے اُس کا یہ مطلب معلوم ہوتا تھا کہ میری اس عبارت کے جو مَیں نے اندرونہ بائیبل مین لکھی ہے اور معنی ہیں بہرحال اُس نے اس مجلس میں قریباً ستر آدمی کے رُوبرو دجال کہنے کے کلمہ سے رجوع کرلیا اور یہی وہ کلمہ تھا وہ اصل موجب اس پیشگوئی کا تھا اس لئے وہ پندرہ مہینہ کے اندر مرنے سے بچ رہا کیونکہ جس گستاخی کے کلمے پر پیشگوئی کا مدار تھا وہ کلمہ اُس نے چھوڑ دیا اور ممکن نہ تھا کہ خدا اپنی شرط کو یاد نہ

کرے اور اگر چہ رجوع کی شرط سے فائدہ اُٹھانے کیلئے اسی قدر کافی تھا مگر آتھم نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنے قول دجال کہنے سے باز آیا بلکہ اسی دن سے جو اُس نے پیشگوئی کو سُنا اسلام پر حملہ کرنا اس نے بکلی چھوڑ دیا اور پیشگوئی کا خوف اُسکے دِل پر روز بروز بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ مارے ڈر کے سراسیمہ ہوگیا اور اُس کا آرام اور قرار جاتا رہا اور یہاں تک اُس نے اپنی حالت میں تبدیلی کے کہ اپنے پہلے طریق کو جو ہمیشہ مسلمانوں سے مذہبی بحث کرتا تھا اور اسلام کی رد میں کتابیں لکھتا تھا بالکل چھوڑ دیا اور ہر یک کلمہ توہین اور استخلاف سے اپنا منہ بند کرلیا بلکہ اُس کے منہ پر مہر لگ گئی اور خاموش اور غمگین رہنے لگا اور اُس کا غم اس درجہ تک پہنچ گیا کہ آخر وہ زندگی سے نومید ہوکر بےقراری کے ساتھ اپنے عزیزوں کی آخری ملاقات کے لئے شہر بشہر دیوانہ پن کی حالت میں پھرتا رہا اور اسی مسافرانہ حالت میں انجام کار فیروز پور میں فوت ہوگیا۔ اور یہ سوال کہ باوجود اسکے کہ اُس نے اپنی بیبا کی کے لفظ سے عام مجلس میں رجوع کرلیا اور بار بار عجز و نیاز سے دجال کہنے کے کلمہ سے بیزاری ظاہر کی تو پھر کیوں وہ پکڑا گیا اور کیوں جلد اُنہیں دنوں میں میں فوت ہوگیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ مباہلہ کا نشانہ ہو چکا تھا لہٰذا ان پیشگوئیوں کے موافق جو کتاب انجام آتھم کے پہلے صفحہ میں موجود ہیں جو آتھم کی زندگی میں ہی پندرہ مہینے گذرنے کے بعد کی گئی تھیں اُس کا مرنا ضروری تھا کیونکہ اُن پیشگوئیوں میں صاف لفظوں میں لکھا گیا تھا کہ آتھم انکار قسم

اور اخفاء شہادت اور اعادہ بیبا کی کے بعد جلد تر فوت ہو جائے گا۔
پس جبکہ اُس نے ارتکاب ان جرائم کا کیا تو ہمارے آخری اشتہار
سے سات مہینے بعد فوت ہوگیا اور نیز اس لئے اس کا مرنا بہرحال
ضروری تھا کہ پیشگوئی کے مضمون میں یہ بات داخل تھی کہ جو جھوٹا ہے
وہ صادق سے پہلے مریگا لہٰذا رجوع کا فائدہ اُس نے صرف اِس قدر
اُٹھایا کہ پندرہ میں نہ مرا لیکن بعد میں جبکہ وُہ پندرہ مہینہ کے گذرنے
کے پیچھے اپنے رجوع پر بھی قائم نہ رہ سکا اور اُس کے دل میں وُہ
خوف نہ رہا جو پندرہ مہینہ کی میعاد کے اندر تھا اور جُھوٹ بولا اور کہا
کہ میں پیشگوئی سے ہرگز نہیں ڈرا اور جب چار ہزار روپیہ نقد دینے
کے وعدہ سے قسم کیلئے بلایا گیا تو قسم بھی نہ کھائی۔ لہٰذا خدا نے انکار اور
اخفاء شہادت اور بیبا کی کے بعد ہمارے آخری اشتہار سے سات ماہ
کے اندر یعنی پندرہ مہینہ کے اندر ہی مار دیا اور ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو
بمقام فیروز پور اُس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ اس صورت میں جو
پندرہ مہینہ کی میعاد بہرصورت قائم رہی یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف
سے جمالی رنگ میں تھی یعنی رفق اور نرمی کے لباس میں۔ چونکہ آتھم
نے اپنی روش میں نرمی اختیار کی اُس سخت گندہ زبانی کو اختیار نہ کیا
جس کو لیکھرام نے اختیار کیا تھا اِسلئے خدا تعالیٰ نے بھی س سے نرمی کا
ہی برتاؤ کیا اور اسکو مہلت دینے اور آخر مارنے سے جمالی رنگ کا
نشان دکھلایا۔ لیکن لیکھرام نہایت دریدہ دہن اور بدزبان تھا اِسلئے خدا
نے جلالی رنگ کا نشان اس میں دکھلایا اور جب نادانوں اور اندھوں

نے اُس جمالی نشان کا قدر نہ کیا جو بذریعہ آتھم ظاہر ہوا تو خُدا نے اس کے بعد لیکھرام کی موت کا نشان جو ہیبت ناک اور جلالی تھا ظاہر کر دیا۔

زندہ گواہ رویت کے

ستر (۷۰) آدمیوں کے رُوبرو رجوع کیا۔جن میں اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب اور اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہوس لاہور اور **اخویم خلیفہ نورالدین صاحب تاجر جموں** اور اخویم منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ اور اخویم خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر پشاور اور خلیفہ رجب الدین صاحب لاہور۔

پیشگوئی نمبر 43

جب عیسائیوں نے آتھم کے نشان کو جو صاف اور روشن تھا اپنے ظلم اور افتراء سے پوشیدہ کرنا چاہا اور نادان مسلمان بھی انکے ساتھ مل گیے اور خدا کے بزرگ نشان کو قبول نہ کیا بلکہ بڑا فتنہ برپا کیا اور اس بات کو کسی نے نہ سوچا کہ پیش گوئی کا اصل مدعا تو یہ تھا کہ کاذب صادق کی زندگی میں ہی مریگا اور وہ وقوع میں آ گیا ورنہ یہ سوچا کہ آتھم نے تو ایک بھری مجلس میں دجال کہنے سے رجوع کرلیا جو اس پیشگوئی کا اصل موجب تھا تو پھر وہ شرط سے کیوں فائدہ نہ اُٹھاتا۔غرض جب خدا کی پیشگوئی کو لوگوں نے مشتبہ کرنا چاہا تو

خدا تعالیٰ نے گواہی کے طور پر ایک دوسری پیشگوئی ظاہر فرمایا یعنی لیکھرام کی نسبت پیشگوئی جو بہت قوت اور شوکت سے جلالی رنگ میں ظاہر ہوئی۔ پس واضح ہو کہ منجملہ ہیبت ناک اور عظیم الشان نشانوں کے پنڈت لیکھرام کی موت کا نشان ہے۔ جسکی بنیاد پیشگوئی میری کتابیں برکات الدعا اور کرامات الصادقین اور آئینہ کمالات اسلام ہیں جن میں قبل از وقوع خبر دی گئی ہے کہ لیکھرام قتل کے ذریعہ سے چھ سال کے اندر اس دنیا سے کوچ کریگا اور وہ عید سے دوسرا دن ہوگا تا یہ صورت اس بات پر دلالت کرے کہ جس دن مسلمانوں کے گھر میں عید ہوگی اُس سے دوسرے دن ہندوؤں کے گھر میں ماتم ہوگا اور یہ پیشگوئی نہ صرف میری کتابوں میں درج ہوگئی بلکہ لیکھرام نے خود اپنی کتاب میں نقل کر کے اپنی قوم میں اِس پیشگوئی کی قبل از وقوع شہرت دیدی اور جس قدر اس پیشگوئی کے وقوع کی شہرت ہوئی اسکے بیان کی اس سے کم شہرت نہ تھی البتہ وقوع کے وقت آریوں میں سخت قائم ہوا اور ماتم کے ذریعہ سے انہوں نے اور بھی شہرت دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برٹش انڈیا کے تمام ہندو مسلمان اور عیسائی بلکہ ہماری گورنمنٹ خود اِس نشان کی گواہ بن۔ اللہ اللہ یہ کیسا ہیبت ناک اور دہشت ناک نشان ظاہر ہوا جس نے آنکھوں والوں کو خدا کا چہرہ دکھادیا۔ واضح ہو کہ لیکھرام ہمارے نبی کریم ﷺ کا سخت دشمن اور بدزبان تھا وہ آریوں کا ایک بڑا ایڈوکیٹ اور لیکچرار تھا اور جابجا تقریریں کرتا پھرتا تھا اور کئی ایک کتابیں بھی اسلام کے برخلاف لکھی

تھیں لیکن نرا گوسالہ تھا فہم اور علم اُسکے نزدیک نہیں آیا تھا اور اُسکے پاس بجز بدزبانی اور فحش گوئی اور نہایت قابل شرم گالیوں کے اور کچھ نہ تھا اور یہاں قادیان میں بھی مباحثہ کیلئے آیا اور پھر نشان کا طلب گار ہوا۔اور جب اشتہار 20؍فروری 1886ء میں یہ لکھا گیا کہ لیکھرام پشاوری اور بعض دیگر آریوں کے قضاء وقدر کے متعلق کچھ تحریر ہوگا۔اگر کسی صاحب پر ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ اطلاع دیں تا اسکی نسبت کوئی پیشگوئی شائع نہ کی جائے تو اِس پر پنڈت لیکھرام کا کارڈ پہنچا کہ مَیں اجازت دیتا ہوں کہ میری موت کی نسبت پیشگوئی کی جائے مگر میعاد مقرر ہونی چاہیے ۔پھر رسالہ کرامات الصادقین مطبوعہ صفر ۱۳۱۱ ہجری میں یہ پیشگوئی درج کی گئی جس کے الفاظ یہ ہیں وعدنی ربی واستجاب دعائی فی رجل مفسد عدو اللہ ورسولہ المسمی لیکھرام الفشاوری واخبرنی انہ من الھالکین.انہ کان یسب نبی اللہ ویتکلم فی شانہ بکلمات کبیثۃ .فدعوت علیہ فبشرنی ربی بموتہ فی ست سنین ان فی ذٰلک لاٰ یۃ الطالبین ۔یعنی خدا تعالیٰ نے ایک اللہ اور رسول کے دشمن کے بارے میں جو آنحضرت ﷺ کو گالیاں نکالتا ہے اور ناپاک کلمے زبان پر لاتا ہے جس کا نام لیکھرام ہے مجھے وعدہ دیا اور میری دعا سنی اور جب مَیں نے اُس پر بددعا کی تو خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہوجائیگا۔یہ اُن کیلئے ایک نشان ہے سچے مذہب

کو ڈھونڈتے ہیں پھر اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ کتاب آئینہ کمالات اسلام میں یہ پیشگوئی شائع کی گئی تھی کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار پر لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ ہمارے نام لکھا تھا کہ جو موت کی پیشگوئی میری نسبت چاہو شائع کرو سو اسکی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا عجل جسد لہ خوار۔ لہ نصب وعذاب یعنی یہ ایک گوسالہ سامری ہے جو مردہ ہوکر پھر آواز نکالتا ہے یعنی روحانیت سے بے بہرہ اور بے جان ہے اور اس گوسالہ سامری کی طرح اس کا انجام عذاب ہے۔ یہ اشارہ اِس بات کی طرف تھا کہ جیسا گوسالہ سامری شنبہ کے دن ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا ویسا ہی یہ بھی ٹکڑے ٹکڑے کیا جائیگا اور پھر آگ میں جلایا جائیگا۔ غرض یہ اسکے قتل کی طرف اشارہ تھا یعنی یہ کہ وہ گوسالہ سامری کی طرح نہایت سختی سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکھرام نہایت سختی سے کاٹا گیا اور اسکے کاٹے جانے کا دن شنبہ تھا اور شنبہ سے پہلے مسلمانوں کی عید تھی اور گوسالہ سامری کے کاٹے جانے کی بھی یہی تاریخ تھی یعنی شنبہ کا دن تھا اور یہودیوں کی عید بھی تھی اور گوسالہ سامری ٹکڑے کرنے کے بعد جلایا گیا تھا۔ ایسا ہی سارا معاملہ لیکھرام کے ساتھ ہوا کیونکہ اول قاتل نے اسکی انتڑیاں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا پھر ڈاکٹر نے اسکے زخم کو چھری کے ساتھ زیادہ کھولا۔ پھر لاش پر ڈاکٹری امتحان کی چھری چلی پھر وہ آگ میں جلایا گیا اور بالآخر گوسالہ سامری کی طرح دریا میں ڈالا گیا اور جیسا کہ گوسالہ سامری کے بعد قوم

اسرائیل میں سخت طاعون پڑی تھی کہ انہوں نے اس بُت کو خدا کے
مقابل عظمت دی ایسا ہی جب قوم نے لیکھرام کو بہت عظمت دی تو پھر
بعد اسکے طاعون پڑی کیونکہ انہوں نے خدائے ذوالجلال کی پیشگوئی
کو تحقیر کی نظر سے دیکھا اور اُس شخص کو جس کا نام خدا نے گوسالہ
سامری رکھا تھا بہت بزرگی کے ساتھ یاد کیا اور اشتہار میں اس الہام
کے بعد یہ لکھا گیا تھا کہ آج ۲۰/فروری ۱۸۹۳ء کو جب لیکھرام کے
عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ
پر ظاہر کیا کہ آج سے چھ برس کے عرصہ تک اس شخص پر اُن بے
ادبیوں کی سزا میں جو اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں
کی ہیں ایک ایسا عذاب نازل ہوگا جو معمولی تکالیف سے نرالا اور
خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہوگا اور تاکیداً اس اشتہار
میں لکھا گیا تھا کہ اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے
بھگتنے کے لئے طیار ہوں اور مَیں اس عذاب پر راضی ہونگا کہ میرے
گلے میں رسہ ڈال کر مجھے پھانسی دیا جاوے اور اس پیشگوئی کے ساتھ
آتھم کی پیشگوئی کی طرح کوئی شرط نہ تھی بلکہ قطعی اور اٹل طور پر
درصورت تخلف سخت سے سخت سزا اپنے لئے قبول کر کے پیشگوئی
شائع کی گئی تھی اور اسی اشتہار مورخہ ۲۰رفروری ۱۸۹۳ء کے سرے پر
ایک نظم بھی لکھی گئی تھی جو لیکھرام کی صورت موت پر بلند آواز سے
دلالت کرتی ہے اور اسی نظم میں اُس مقام پر جہاں بطور پیشگوئی تیغ
براں کا فقرہ لکھا گیا ہے ایک ہاتھ بنایا گیا تھا جو لیکھرام کی طرف

اشارہ کرتا تھا اور ظاہر کرتا تھا کہ یہ شخص قتل کی موت سے مریگا۔اب ہم اس نظم کو جو ہماری کتاب آئینہ کمالات اسلام میں معہ نشان ہاتھ نو برس سے شائع ہوچکی ہے اس جگہ دوبارہ لفظ بلفظ نقل کر دیتے ہیں اور وہ اس طرح پر ہے۔...... یادرہے کہ یہ وہی اشعار اور وہی آخر پر نشان ہاتھ کا ہے جو لیکھرام کی موت کی طرف پیشگوئی کرتا ہے جس کو ہم نے لیکھرام کی موت اور اسکے مجروح ہونے سے پانچ برس پہلے آئینہ کمالات اسلام میں لکھا ہے اور اس نقل میں کوئی تصرف نہیں بجزاسکے کہ آئینہ کمالات اسلام میں لیکھرام کا لفظ موٹے قلم سے لکھ کر تصویر کی طرح لِٹا دیا گیا ہے اور اس جگہ وہ لاش کی تصویر ہی لکھ دی ہے جس کو خود آریوں نے نظارہ کے لئے شائع کیا ہے۔اب ان تمام اشعار سے ظاہر ہے کہ لیکھرام کی موت کے لئے ایک تیغ بران کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔پھراس پیشگوئی کی نہایت وضاحت کے ساتھ ٹائیٹل پیج برکات الدعا میں اخبار انیس ہند میرٹھ کے بعض اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے بیان کیا گیا ہے چنانچہ ہم اس جگہ بجنسہٖ وہ عبارت جو لیکھرام کی موت سے کئی برس پہلے شائع ہوچکی ہے ٹائیٹل پیج برکات الدعا سے نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

نمونہ دعائے مستجاب

انیس ہند میرٹھ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض

اس اخبار کا پرچہ مطبوعہ ۲۵/ مارچ ۱۸۹۳ء جس میں میری اُس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں میں نے

شائع کی تھی کچھ نکتہ چینی ہے مجھ کو ملا ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمتہ الحق شاق گذرا ہے اور حقیقت میں میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ یوں خود مخالفوں کے ہاتھوں اسکی شہرت اور اشاعت ہو رہی ہے ۔ سو میں اس وقت اس نکتہ چینی کے جواب میں صرف اس قدر لکھا کافی سمجھتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالیٰ نے چاہا اسی طور سے کیا میرا اس میں دخل نہیں ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اس میں شبہات باقی رہ جائینگے اس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ پیش از وقت ہے ۔ مَیں اس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر درد ہوا ہیضہ ہوا اور پھر اس کی حالت صحت کی قائم ہوگئی تو وہ پیشگوئی متصور نہیں ہوگی اور بلا شبہ ایک مکر اور فریب ہوگا کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں پس اس صورت میں بلا شبہ مَیں اس سزا کے لائق ٹھہرونگا جس کا ذکر میں نے کیا ہے لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اس طور سے ہوا کہ جس میں قہر الٰہی کے نشان صاف صاف اور کھلے طور پر دکھائی دیں تو پھر سمجھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے ۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کی محتاج نہیں ۔ اِس بارے میں تو زمانہ نزول عذاب کی ایک حد مقرر کر دینا کافی ہے پھر اگر پیشگوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان

ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتو وہ خود دِلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور یہ سارے خیالات اور یہ تمام نکتہ چینیاں جو جو پیش از وقت دِلوں میں پَیدا ہوتی ہیں ایسی معدوم ہوجاتی ہیں کہ منصف مزاج اہل الرائے ایک انفعال کیساتھ اپنی رایوں سے رجوع کرتے ہیں ماسوا اسکے یہ عاجز بھی تو قانون قدرت کے تحت میں ہے اگر میری طرف سے بنیاد اس پیشگوئی کی صرف اسی قدر ہے کہ مَیں نے صرف یا وہ گوئی کے طور پر چند احتمال بیماریوں کو ذہن میں رکھ کر اور اٹکل سے کام لیکر یہ پیشگوئی شائع کی ہے تو جس شخص کی نسبت یہ پیشگوئی ہے وہ بھی تو ایسا کرسکتا ہے کہ انہی اٹکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی پیشگوئی کردے بلکہ مَیں راضی ہوں کہ بجائے چھ برس کے جومَیں نے اُسکے حق میں میعاد مقرر کی ہے وہ میرے لئے دس (۱۰) برس لکھ دے۔لیکھرام کی عمر اسوقت شاید زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی اور وہ ایک جواب قوی ہیکل اور عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اِس عاجز کی عمر اِس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے پھر باوجود اسکے مقابلہ میں خود معلوم ہوجائیگا کہ کونسی بات انسان کی طرف سے ہے اور کونسی بات خدا تعالیٰ کی طرف سے ۔اور معترض کا یہ کہنا کہ ایسی پیشگوئی کا اب زمانہ نہیں ہے ایک معمولی فقرہ ہے جو اکثر لوگ منہ سے بول دیا کرتے ہیں ۔میری دانست میں تو مضبوط اور کامل صداقتوں کے قبول کرنے کیلئے یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ شاید اسکی نظیر پہلے زمانوں

میں کوئی بھی مل نہ سکے۔ ہاں اس زمانہ سے کوئی فریب اور مکر مخفی نہیں رہ سکتا مگر یہ تو راستبازوں کیلئے اور بھی خود کا مقام ہے کیونکہ جو شخص فریب اور سچ میں فرق کرنا جانتا ہے وہی سچائی کی دِل سے عزت کرتا ہے اور بخوشی اور دَوڑ کر سچائی کو قبول کر لیتا ہے۔ اور سچائی میں کچھ ایسی کشش ہوتی ہے کہ آپ قبول کرا لیتی ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صدہا ایسی نئی باتوں کو قبول کرتا ہے جو لوگوں کے باپ دادوں نے قبول نہیں کی تھیں اگر زمانہ صداقتوں کا پیاسا نہیں تو پھر کیوں ایک عظیم الشان انقلاب اس میں شروع ہی زمانہ بیشک حقیقی صداقتوں کا دوست ہے، نہ دشمن اور یہ کہنا کہ زمانہ عقلمند ہے اور سیدھے سادے لوگوں کا وقت گذر گیا ہے۔ یہ دُوسرے لفظوں میں زمانہ کی مذمت ہے گویا یہ زمانہ ایک ایسا بد زمانہ ہے کہ سچائی کو واقعی طور پر سچائی پا کر پھر اُسکو قبول نہیں کرتا لیکن مَیں ہرگز قبول نہیں کرونگا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر میری طرف رجوع کرنیوالے اور مجھ سے فائدہ اُٹھانیوالے وہی لوگ ہیں جو نو تعلیم یافتہ ہیں جو بعض اُن میں سے بی اے اور ایم اے تک پہنچے ہوئے ہیں اور مَیں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ یہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ صداقتوں کو بڑے شوق سے قبول کرتا ہے اور صرف اِسی قدر نہیں بلکہ ایک نومسلم اور تعلیم یافتہ یوریشین انگریزوں کا گروہ وہ جن کی سکونت مدارس کے احاطہ میں ہے ہماری جماعت میں شامل اور تمام صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اب مَیں خیال کرتا ہوں کہ مَیں نے وہ تمام باتیں لکھ دی

ہیں جو ایک خدا ترس آدمی کے سمجھنے کیلئے کافی ہیں ۔آریوں کا اختیار ہے کہ میرے اِس مضمون پر بھی اپنی طرف سے جس طرح چاہیں حاشیئے چڑھادیں مجھے اِس بات پر کچھ بھی نظر نہیں کیونکہ مَیں جانتا ہوں کہ اِس وقت اس پیشگوئی کی تعریف کرنا یا مذمت کرنا دونوں برابر ہیں اگر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور مَیں خوب جانتا ہوں کہ اُسی کی طرف سے ہے تو ضرور ہیبت ناک نشان کے ساتھ اس کا وقوعہ ہوگا اور دلوں کو ملا دیگا اور اگر اسکی طرف سے نہیں تو پھر میری ذلت ظاہر ہوگی اور اگر مَیں اُس وقت رکیک تاویلیں کرونگا تو یہ اور بھی ذلت کا موجب ہوگا وہ ہستی قدیم اور وہ پاک وقدوس جو تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے وہ کاذب کو کبھی عزت نہیں دیتا ۔یہ بالکل غلط بات ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے مجھ کو ذاتی طور کسی سے بھی عداوت نہیں بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدس کو جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا توہین سے یاد کیا اسلئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی دنیا میں عزت ظاہر کرے ۔والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ پھر اسی کتاب برکات الدعا کے حاشیہ پر وہ کیف درج ہے جو ۲؍اپریل ۱۸۹۳ء کو مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اسکے چہرے پر سے خون ٹپکتا ہے گویا وہ انسان نہیں ملا یک شداد غلاظ سے ہے وہ میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور اُس کی ہیبت دِلوں پر طاری تھی اور مَیں اُس کو دیکھتا تھا کہ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک اور

شخص کا نام لیا جو یاد نہیں رہا اور کہا کہ وہ کہاں ہے۔ تب مَیں سمجھ لیا کہ یہ شخص لیکھرام اور اُس دوسرے کی سزا وہی کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ دیکھو ٹائیٹل پیج برکات الدعا مطبوعہ اپریل ۱۸۹۳ء اِسکے بعد ۶/مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھرام بذریعہ قتل فوت ہوگیا اور اُسوقت کہ جب یقینی اور قطعی طور پر مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ میری دُعا کے قبول ہونے پر آسمان پر یہ قرار پا چکا ہے کہ لیکھرام ایک دردناک عذاب سے قتل کیا جائیگا میں نے اِسی کتاب برکات الدعاء میں سید احمد خاان کو جو اپنے باطل عقیدہ کے رُو سے دُعاؤں کے قبول ہونے سے منکر تھا اِس طرف توجہ دلائی اور اُسکے سامنے اپنی دُعا سے لیکھرام کے مارے جانے کی نظیر پیش کی حالانکہ لیکھرام ابھی زندہ پھرتا تھا کہ مَیں نے سید احمد خان کو مخاطب کرکے کتاب برکات الدعاء میں لکھا کہ لیکھرام کی موت کیلئے مَیں نے دُعا کی ہے اور وہ دُعا قبول ہوگئی سو آپ کیلئے نمونہ کے طور پر یہ دُعائے مستجاب کافی ہے مگر اس تحریر پر ہنسی کی گئی کیونکہ لیکھرام ابھی زندہ اور ہر طرح تندرست اور توہین اسلام میں سخت سرگرم تھا اور مَیں نے اِس مراد سے کہ لوگ پیشگوئی کو یاد کرلیں اشعار میں سید احمد خان کو مخاطب کیا اور وہ اشعار یہ ہین جو برکات الدعا میں درج ہیں...... پھر اس پیشگوئی کی وضاحت صرف اِس حد تک نہیں کہ تیغ براں کے ذریعہ سے ایک ہیبت ناک موت کی خبر دی گئی ہو بلکہ کتاب کرامات الصادقین کے ایک عربی شعر میں جو واقعہ قتل پنڈت لیکھرام سے چار سال پہلے تمام قوموں میں شائع ہو چکا تھا اُسکی موت کا دِن

اور تاریخ بھی بتلائی گئی تھی ۔ چنانچہ اس شعر پر ہندو اخبار نے لیکھرام کے قتل کے وقت بڑا شور مچایا تھا اور وہ شعر یہ ہے

وبَشّرنی ربّی وقال مبشرا

ستعرف یوم العید والعید اقرب

یعنی میرے خدا نے ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کی خبر دی ہے اور خوشخبری دے کر کہا کہ تو عید کے دن کو پہچانے گا جبکہ نشان ظاہر ہوگا ۔ اور عید کا دن نشان کے دن سے بہت قریب اور ساتھ ملا ہوا ہوگا ۔ غرض یہ عظیم الشان پیشگوئی اس قدر قوت اور عام شہرت کے ساتھ پھیلنے کے بعد ۶ / مارچ ۱۸۹۷ء کو اِس طرح پوری ہوئی کہ ایک شخص نے جس کا آج تک پتہ نہیں لگا کہ کون تھا شام کے وقت لاہور کے شہر میں شنبہ کے دن جو عید سے دوسرا دن تھا لیکھرام کے پیٹ میں ایک کاری چھری مار کر دن دہاڑے ایسا غائب ہوا کہ آج تک پھر اُس کا پتہ نہ لگا ۔ حالانکہ لیکھرام کے ساتھ کتنی مدت سے رہتا تھا اور اس قتل کی خبر کے ساتھ سب ہندو، مسلمان، عیسائی پر ایک رُعب اور ہیبت طاری ہوئی اور آریوں نے بڑا شور مچایا اور سرکردہ مسلمانوں اور اسلامی انجمنوں کی خانہ تلاشیاں کرائیں اور ہر جگہ اس مقتول کی ہمدردی کے لئے بڑے بڑے جلسے کئے اور تجویزیں قرار پائیں کہ سال بسال اس ماتم کا ایک دن مقرر کیا جائے تا یہ واقعہ ہمارے دلوں سے بھولنے نہ پائے اور نظموں اور نثروں میں مَرثیے اور بَین لکھے اور ملک میں شائع کئے اور خدا نے یہ سب کچھ اس لئے ہونے دیا تا پیشگوئی کی عظمت دلوں میں پھیل جائے کیونکہ جس قدر مقتول کو عظمت

دی جاوے درحقیقت وہ پیشگوئی کی عظمت ہے، وجہ یہ کہ اگر مقتول ایک ذلیل اور حقیر آدمی ہوتو پیشگوئی کو بہت توجہ سے ذکر نہیں کیا جاتا اوراس طرح پر جلدتر وہ بھول جاتی ہے پس خدا نے چاہا کہ لیکھرام کو اس کی قوم بہت کچھ عظمت دیوے تا اس عظمت سے پیشگوئی کی عظمت ثابت ہو۔اور نیز آریوں کے دل میں ڈال دیا کہ انہوں نے ہمیشہ کیلئے اسکی یادگاریں قائم کیں ۔غرض یہ پیشگوئی ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے اور حضرت رسول کریم کے اُس معجزے کے ساتھ مشابہ ہے جس میں کسریٰ ہلاک ہوا تھا اور جس قدر کوئی طالب حق اس میں غور کریگا اُسی قدر حق الیقین کے مرتبہ سے نزدیک ہوتا جائیگا۔اِس پیشگوئی کے متعلق آئینہ کمالات اسلام والا اشتہار پڑھو پھر برکات الدعا کی عبادت غور سے پڑھو پھر وہ اشتہار دیکھو جس میں ایک ہاتھ بنا ہوا ہے جو لیکھرام کی طرف اشارہ کرتا ہے پھر وہ کشف غور سے پڑھو جو برکات الدعا کے اخیر صفحہ کے حاشیہ پر ہے پھر ستعرف والا عربی شعر پڑھو پھر وہ عربی پیشگوئی پڑھو جو کرامات الصادقین کے اخیر ٹائیٹل پیج کے صفحہ پر ہے پھر انصاف سے سوچو کہ اس قدر امورغیبیہ کا بیان کرنا کیا کسی مفتری انسان کا کام ہے اور کسی کی قدرت اور اختیار میں ہے کہ محض اپنے منصوبہ سے ایسی خارق عادت اورفوق اطاعت باتیں بیان کرسکے جو آخر اسی طرح پوری بھی ہوجائیں ہم آئینہ کمالات اسلام کا اشتہار جو لیکھرام کی موت کے بارے میں قبل از وقت شائع کیا گیا تھا میں لکھ دیتے ہیں تا ناظرین کومعلوم ہو کہ کس قوت اورشوکت سے یہ اشتہار لکھا گیا تھا اور وہ یہ ہے

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء میں جو اِس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا اندرمن مرادآبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو انکی قضا وقدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کردو میری طرف سے اجازت ہے سو اسکی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جلشانہ کی طرف سے یہ الہام ہواء۔

عجل جسد لهُ خوار .لهُ نصب وعذاب

یعنے یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اُس کیلئے ان گستاخیوں اور بد زبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اُس کو مل رہیگا اور اس کے بعد آج جو ۲۰/فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کیلئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنے اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا وہو جائیگا۔ سو اب مَیں اِس پیشگوئی کو شائع

کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اسکی رُوح سے میرا یہ نطق ہے اور اگر مَیں اِس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کیلئے مَیں تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں سہ ڈال کر سُولی پر کھینچا جائے اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھُوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے زیادہ اس سے کیا لکھوں واضح رہے کہ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصور سے بدن کانپتا ہے اسکی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں کون مسلمان ہے جو اِن کتابوں کو سُنے اور اُس کا دِل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو یا اینہمہ شوخی وخیرگی یہ شخص سخت جاہل ہے عربی سے ذرا مس نہیں بلکہ دقیق اُردو لکھنے کا بھی مادہ نہیں۔ اور یہ پیشگوئی اتفاقی نہیں بلکہ اس عاجز نے خاص اسی مطلب کیلئے دُعا کی جس کا یہ جواب ملا اور پیشگوئی مسلمانوں کیلئے بھی نشان ہے کاش وہ حقیقت کو سمجھتے اور اُنکے دِل نرم ہوتے۔ اب مَیں اُسی خدائے عزّ وجل کے نام پر ختم کرتا ہوں جس کے نام سے شروع کیا تھا۔

والحمدللہ والصّلوۃ والسّلام علیٰ رسولہ محمد المصطفٰے افضل

الرسل وخیر الوریٰ سیدنا وسید کل ما فی الارض والسّماء.

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۲۰/فروری ۱۸۹۳ء

زندہ گواہ رؤیت کے

خلیفہ نورالدین صاحب تاجر کتب جموں، منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ، شیخ رحمت اللہ صاحب بمبئی ہوس لاہور، منشی تاج الدین صاحب لاہور۔

پیشگوئی نمبر 60

۲۹/جولائی ۱۸۹۷ء کو مَیں نے خواب دیکھا کہ ایک صاعقہ مغرب کیطرف سے میرے مکان کی طرف چلی آتی ہے جو بے آواز اور بے ضرر ایک روشن ستارہ کی مانند آہستہ حرکت کرتی ہوئی میرے مکان کی طرف متوجہ ہوئی ہے اور جب قریب پہنچی تو میری آنکھوں نے صرف ایک چھوٹا سا ستارہ دیکھا جسکو میرا دِل صاعقہ سمجھتا تھا پھر الہام ہوا ما ھذا الا تھدید الحکام یعنی یہ ایک مقدمہ ہوگا اور صرف حکام کی باز پُرس تک پہنچ کر پھر نابود ہوجائیگا اور بعد اسکے الہام ہوا انی مع الافواج اٰتیک بغتة. یاتیک نصرتی اِبْراء انیّ انا الرحمن. ذوالمجد والعُلیٰ۔ یعنی مَیں اپنی فوجوں (یعنی ملائکہ) کے ساتھ ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤنگا اور

اس مقدمہ میں میری مدد تجھے پہنچے گی۔مَیں انجام کار تجھے بری کرونگا اور بے قصور ٹھہراؤں گا۔مَیں ہی وہ رحمان ہوں جو بزرگی اور بلندی سے مخصوص ہے اور پھر ساتھ اس کے یہ بھی الہام ہوا ابـجت اٰیاتی یعنی میرے نشان ظاہر ہوں گے اور ان کے ثبوت زیادہ سے زیادہ ہونگے اور پھر الہام ہوا لـواء فتـح یعنی فتح کا جھنڈا۔پھر الہام ہوا انـمـا امـرنـا اذاارد نا شیئا ان نقول له کن فیکون ۔اس پیشگوئی سے قبل از وقت پانسو آدمیوں کو خبر دی گئی تھی کہ ایسا ابتلا آنے والا ہے مگر آخر بریت ہوگی اور خدا تعالیٰ کا فضل ہوگا چنانچہ میرے رسالہ کتاب البریت میں یہ تمام الہامات درج ہیں جو قبل از وقت دوستوں کو سُنائے گئے اور پھر انہیں کیلئے کتاب البریت بھی تالیف ہوئی تا ہمیشہ کیلئے اُن کو یاد رہے کہ جو کچھ قبل از مقدمہ اُن دوستوں کو خبر دی گئی وُہ سب باتیں کیسی صفائی سے اُن کے رُوبرو ہی پُوری ہوگئیں ۔
یہ مقدمہ اس طرح سے ہوا کہ ایک شخص عبدالحمید نام نے عیسائیوں کے سکھلانے پر مجسٹریٹ ضلع امرتسر کے رُوبرو اظہار دئے کہ مجھے مرزا غلام احمد نے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے ۔اِس پر مجسٹریٹ امرتسر نے میری گرفتاری کیلئے یکم اگست وارنٹ جاری کیا جس کی خبر سُن کر ہمارے مخالفین امرتسر و بٹالہ میں ریل کے پلیٹ فارموں اور سڑکوں پر آ آ کر کھڑے ہوتے تھے تا کہ میری ذلت دیکھیں لیکن خدا کی قدرت ایسی ہوئی کہ اول تو وُہ وارنٹ خدا جانے کہاں گم ہوگیا۔دوم:۔مجسٹریٹ ضلع امرتسر کو بعد میں خبر لگی

کہ اُس نے غیر ضلع میں وارنٹ جاری کرنے میں غلطی کھائی ہے پس اُس نے ۱۶ اگست کو جلدی سے صاحب ضلع گورداسپور کو تار دیا کہ وارنٹ فوراً روک دو جس پر سب حیران ہوئے کہ وارنٹ کیسا لیکن مثل مقدمہ کے آنے پر صاحب ضلع گورداسپور نے ایک معمولی سمن کے ذریعہ سے مجھے بُلایا اور عزت کے ساتھ اپنے پاس کُرسی دی یہ صاحب ضلع جس کا نام کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس تھا بسبب زیرک اور دانشمند اور منصف مزاج ہونیکے فوراً سمجھ گیا کہ مقدمہ بے اصل اور جھوٹا ہے اسلئے مَیں نے ایک دُوسرے مقام میں اسکو پیلا طوس سے نسبت دی ہے۔ بلکہ مردانگی اور انصاف میں اُس سے بڑھ کر۔ لیکن خدا کا اور فضل یہ ہوا کہ خود عبدالحمید نے عدالت میں اقرار کرلیا کہ عیسائیوں نے مجھے سکھلا کر یہ اظہار دلایا تھا ورنہ یہ بیان سراسر جھُوٹ ہے کہ مجھے قتل کیلئے ترغیب دیگئی تھی پس صاحب ضلع نے اِس آخری بیان کو صحیح سمجھا اور بڑے زورشور کا چٹھا لکھ کر مجھے بری کردیا اور تبسم کے ساتھ عدالت میں مجھے مبارکباد دی۔ فالحمدللہ علٰی ذالک

زندہ گواہ رویت نمبر 60

سید حامد شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر ضلع ،شیخ مولا بخش صاحب سوداگر ودیگر جماعت سیالکوٹ ،شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور،منشی ظفر احمد صاحب ،میاں محمد خان صاحب منشی محمد اروڑا صاحب ودیگر جماعت کپورتھلہ،**خلیفہ نور الدین صاحب ودیگر**

جماعت جموں، چودھری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر،سید امیر شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر وغیرہ یہ چند ایک نام بطور نمونہ کے لکھے گئے ہیں۔

پیشگوئی نمبر 61

اسی مذکورہ بالا الہام میں ایک الہام یہ تھا کہ مخالفوں میں پھُوٹ اور ایک شخص متنافس کی ذلّت اور اہانت اور ملامت خلق۔ چنانچہ اس الہام کا ایک حصہ تو اِس طرح پر پُورا ہوا کہ ہمارے مخالفین یعنی عبدالحمید اور اس کو سکھانے والے عیسائیوں میں پھُوٹ پڑی کہ عبدالحمید نے صاف اقرار کرلیا کہ مجھے ان لوگوں نے یہ جُھوٹی بات سکھائی تھی ورنہ اصل میں یہ کچھ بات نہ تھی صرف اُن کے بہکانے پر مَیں نے ایسا کہا اور یہ الہام قبل از وقت تین سو سے زیادہ اشخاص کو سُنایا گیا تھا اور وہ زندہ ہیں۔

پیشگوئی نمبر 62

اور دوسرا حصہ الہام کا اس طرح سے پورا ہوا کہ دوران مقدمہ میں جب موحدین کے ایڈوکیٹ مولوی محمد حسین میری مخالفت میں عیسائیوں کے گواہ بنکر پیش ہوئے تو برخلاف اپنی امیدوں کے میری عزت دیکھکر اس طمع خام میں پڑے کہ ہم بھی کُرسی مانگیں چنانچہ آتے ہی انہوں نے سوال کیا کہ مجھے کُرسی ملنی چاہیے مگر افسوس کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے اُن کو جھڑک دیا اور سخت جھڑکا کہ تم کو کرسی نہیں مل سکتی۔سو یہ خدا کا ایک نشان تھا کہ جو کچھ انہوں نے میرے لئے چاہا وہ کو خود اُن کو پیش آ گیا۔

زندہ گواہ رویت کے 61-62

ان پیشگوئیوں کے گواہ ہزاروں آدمی موافق ومخالف موجود ہیں چنانچہ بعض کے نام یہ ہیں

حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب ،شیخ رحمت اللہ صاحب،صاحبزادہ سراج الحق صاحب ،مفتی محمد صادق صاحب ، **خلیفہ نورالدین صاحب** ، خواجہ کمال الدین صاحب ۔مولوی شیرعلی صاحب بی اے،مولوی محمد علی صاحب ایم اے وغیرہ۔

پیشگوئی نمبر 82

ایک رات کو مجھے اس طرح الہام ہوا کہ جیسے اخبارعن الغائب ہوتا ہےاوروہ یہ الفاظ تھے **انی افرُّ مع اھلی الیک** ۔ یہ الہام سب دوستوں کو سُنایا گیا چنانچہ اُسی دن **خلیفہ نورالدین صاحب** کا جموں سے خط آیا کہ اِس شہر میں طاعون کا زور پڑ گیا ہے اورمَیں آپ سے اجازت چاہتا ہوں اپنے سب بال بچے کوساتھ لیکر قادیان چلا آؤں۔

زندہ گواہ رویت نمبر 82

اس الہام کے گواہ بہت سے آدمی ہیں جواُس وقت قادیان میں موجود تھے ۔منجملہ اُن کے مولوی نورالدین صاحب ،مولوی عبدالکریم صاحب ،مولوی محمد علی صاحب،مفتی محمد صادق صاحب ، حکیم فضل دین صاحب،مولوی شیرعلی صاحب وغیرہ ہیں۔

پیشگوئی نمبر 121

عرصہ قریباً پچیس برس کا گذرا ہے کہ مجھے گورداسپور میں ایک رویا ہوا کہ مَیں ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اسی چارپائی پر بائیں طرف مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بیٹھے ہیں اتنے میں میرے دِل میں تحریک پَیدا ہوئی کہ مَیں مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اُتاردوں۔ چنانچہ مَیں نے انکی طرف کِھسکنا شروع کیا یہاں تک کہ وُہ چارپائی سے اُتر کر زمین بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان کی طرف سے ظاہر ہوگئے جن میں سے ایک کا نام خیراتی تھا۔ وہ تینوں بھی زمین پر بیٹھ گئے اور مولوی عبداللہ بھی زمین پر تھے۔ اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب مَیں نے اُن سب سے کہا کہ مَیں دُعا کرتا ہوں تم سب آمین کہو تب مَیں نے دُعا کی رب اذھب عنی الرجس وطھرنی تطھیراً۔ اِس دُعا پر تینوں فرشتوں اور مولوی عبداللہ نے آمین کہی اس کے بعد وہ تینوں فرشتے اور مولوی عبداللہ آسمان کی طرف اُڑ گئے اور میری آنکھ کُھل گئی۔ آنکھ کُھلتے ہی مجھے یقین ہوگیا کہ مولوی عبداللہ کی وفات قریب ہے اور میرے لئے آسمان پر ایک خاص فضل کا ارادہ ہے اور پھر مَیں ہر وقت محسوس کرتا رہا کہ آسمانی کشش میرے اندر کام کررہی ہے یہاں تک کہ وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہوگیا وہی ایک ہی رات تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے بہ تمام وکمال میری اصلاح کردی اور مجھ میں ایک ایسی

تبدیلی واقع ہوگئی جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادے سے نہیں ہوسکتی تھی ۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبداللہ غزنوی اس نور کی گواہی کے لئے پنجاب کی طرف کھنچا تھا اور اس نے میری نسبت گواہی دی اور اس گواہی کو حافظ محمد یوسف اور اُن کے بھائی محمد یعقوب نے بیان بھی کیا مگر پھر دنیا کی محبت اُن پر غالب آ گئی اور مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے کہ مولوی عبداللہ نے میرے خواب میں میرے دعوے کی تصدیق کی اور مَیں دعا کرتا ہوں اگر یہ قسم جھوٹی ہے تو اے قادر خدا مجھے ان لوگوں کی ہی زندگی میں جو مولوی عبداللہ صاحب کی اولاد یا اُنکے مُرید یا شاگرد ہی سخت عذاب سے مار ورنہ مجھے غالب کر اور اُن کو شرمندہ یا ہدایت یافتہ ۔مولوی عبداللہ صاحب کے اپنے مُنہ کے یہ لفظ تھے کہ آپکو آسمانی نشانوں اور دُوسرے دلائل کی تلوار دیگئی ہے اور جب مَیں دُنیا پر تھا تو اُمید رکھتا تھا کہ ایسا انسان خدا کی طرف سے دُنیا میں بھیجا جائے گا یہ میری خواب ہے ۔العن من کذب و ایدمن صدق

زندہ گواہ رویت

خلیفہ نورالدین صاحب ،منشی تاج الدین صاحب ،شیخ رحمت اللہ صاحب ،میر حامد شاہ صاحب ،حکیم حسام الدین صاحب ، شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم

4- حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونیؓ کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کا الہام

ایک رات کو مجھے اس طرح الہام ہوا کہ جیسے اخبار عن الغائب ہوتا ہے۔ اور وہ یہ الفاظ تھے۔

اِنّیْ اَفِرُّ مَعَ اَھْلِیْ[1] اِلَیْکَ.

یہ الہام سب دوستوں کو سنایا گیا۔ چنانچہ اُسی دن خلیفہ نورالدین[2] صاحب کا جموں سے خط آیا کہ اس شہر میں طاعون کا زور پڑ گیا ہے۔ اور میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ اپنے سب بال بچے کو ساتھ لے کر قادیان چلا آؤں۔

(نزول المسیح صفحہ 211)

---

1 (ترجمہ از مرتب) میں اپنے اہل کے ساتھ تیری طرف دوڑ کر آ رہا ہوں۔

2 اس سے مراد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نہیں بلکہ خلیفہ نورالدین صاحب ساکن جموں ہیں۔ جو تاجر کتب تھے۔ (مرتب)

۱۸، نومبر ۱۹۰۲ء بروز سہ شنبہ

حضرت مسیح موعودؑ کو ایک عظیم الشان رؤیا کے ذریعہ حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کے قطعی بہشتی ہونے کی بشارت

'' فجر کی نماز کے بعد فرمایا کہ

نماز فجر سے کوئی بیس یا پچیس منٹ پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک زمین خرید لی ہے کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کیا کریں تو کہا گیا کہ اس کا نام بہشتی مقبرہ ہے جو اس میں دفن ہو گا بہشتی ہوگا۔

پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کشمیر میں کسر صلیب کے لئے یہ سامان ہو ہے کہ کچھ پرانی انجیلیں وہاں سے نکلی ہیں میں نے تجویز کی کہ کچھ آدمی وہاں جائیں اور وہ انجیلیں لائیں تو ایک کتاب ان پر لکھی جائے۔ یہ سن کر مولوی مبارک علی صاحب تیار ہوئے کہ میں جاتا ہوں۔ مگر اس مقبرہ بہشتی میں میرے لئے جگہ رکھی جائے میں نے کہا کہ خلیفہ نورالدین کو بھی ساتھ بھیج دو۔

یہ خواب حضرت اقدس نے سنایا اور فرمایا کہ

اس سے پیشتر میں نے تجویز کی تھی کہ ہماری جماعت کی میتوں کے لئے ایک الگ قبرستان یہاں ہو سو خدا تعالیٰ نے آج اس کی تائید کر دی اور انجیل کے معنے بشارت کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہاں سے کوئی بڑی بشارت ظاہر کرے اور جو شخص وہ کام کر کے لائے گا وہ قطعی بہشتی ہوگا۔''

(ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ 526-527)

(تذکرہ مجموعہ الہامات وکشوف صفحہ 360)

5- حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں حضرت خلیفہ نورالدین جمونی کا ذکر

1- پہلے جلسہ سالانہ 1891 میں شامل ہونے والے 75 احباب جماعت کی فہرست حضرت اقدس نے ''آسمانی فیصلہ'' کے آخر پر درج فرمائی ہے اس فہرست میں **خلیفہ نورالدین صاحب جموں** کا نام نمبر 39 پر درج ہے۔

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد نمبر 4 صفحہ 27)

2- جلسہ سالانہ 1892ء میں شامل ہونے والے احباب کی فہرست از ''آئینہ کمالات اسلام'' روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ 627۔ اس جلسہ سالانہ میں 327 احباب جماعت کی حاضری تھی۔ جس میں **خلیفہ نورالدین صاحب جموں** کا اسم گرامی 271 نمبر پر درج ہے۔

فہرست چندہ دہنگان ورقوم چندہ جو بموقع جلسہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۲ء بمقام قادیان

لکھا گیا اس فہرست میں

۲۔ جناب نورالدین صاحب

کا نام درج ہے

3- **ڈاکٹر پادری کلارک صاحب کا جنگ مقدس اور ان کے مقابلہ کے لئے اشتہار**

اس اشتہار میں چند معزز دوست بطور سفیران پیغامِ جنگ ڈاکٹر صاحب کی خدمت

میں امرتسر بھیجے گئے۔ان میں نمبر 14- **خلیفہ نورالدین صاحب** کا نام درج ہے

(حجتہ الاسلام روحانی خزائن جلد نمبر 6 صفحہ 45)

4- ''نورالقرآن حصہ دوم'' کے صفحہ نمبر 79 پر

''اُن صاحبوں کے نام جو آجکل حضرت امام کامل کی خدمت میں حاضر ہیں''

کے عنوان کے نیچے ان احباب کے نام درج کئے ہیں۔اس فہرست میں نمبر 8 پر **خلیفہ نورالدین صاحب جموں** کا نام درج ہے۔

(روحانی خزائن جلد نمبر 9 صفحہ 454)

5- **''نوٹس بنام آریہ صاحبان و پادری صاحبان مذاہب مسلمانوں کی طرف سے جن کے نام نیچے درج ہیں۔نیز ایک التماس گورنمنٹ عالیہ کی توجہ کے لائق''**

ایک تفصیلی درخواست حضرت اقدس نے درج فرمائی ہے جس میں جماعت کے نمایاں افراد کے نام درج کئے ہیں تاکہ گورنمنٹ کسی مخالف کی جماعت احمدیہ کے خلاف شکایت کرنے پر ایک نظر ان احمدی احباب کے ناموں کو دیکھ لے۔کیا یہ لوگ حکومت کے مخالف ہیں یا وفادار اس درخواست کے ساتھ ہندوستان کے مختلف علاقوں کے احمدی احباب کی فہرست ہے۔یہ درخواست اور فہرست کتاب'' آریہ دھرم'' کے آخر پر صفحہ 79 تا صفحہ 97 پر مشتمل ہے۔صفحہ 92 پر جموں کے احباب میں **خلیفہ نور الدین صاحب تاجر کتب** کا نام پہلے نمبر پر ہے۔

(روحانی خزائن جلد نمبر 10 صفحہ 92)

5- **فہرست آمدنی چندہ برائے طیاری مہمان خانہ وچاہ وغیرہ**

چندہ دہندگان کی اس فہرست میں آپ کا نام درج ہے۔

خلیفہ نور الدین صاحب واللہ دتا جموں

(سراج منیر روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 85)

6- فہرست اسمائے حاضرین جلسہ ڈائمنڈ جوبلی بمقام قادیان ضلع گورداسپورہ بحضور امام ہمام حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود چندہ وبلا چندہ واسمائے غیر حاضرین جنہوں نے چندہ دیا از 20 جون 1897ء تا 22 جون 1897ء اس فہرست میں

۹۱۔خلیفہ نور الدین صاحب تاجر کتب ریاست جموں مع رقم درج ہے

(تحفہ قیصریہ روحانی خزائن جلد نمبر 15 صفحہ 304)

7- حضرت اقدس نے مقدمہ اقدام قتل کے تفصیلی حالات اپنی تصنیف ''**کتاب البریہ**'' روحانی خزائن جلد نمبر 13 پر تفصیل سے درج فرمائے ہیں حضرت اقدس نے اس کتاب کے صفحہ 44 پر تحریر فرمایا ہے کہ

''اس مقدمہ کے بارے میں کئی ماہ پہلے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام اطلاع دے دی تھی کہ آخر خدا آپ کو اس جھوٹے الزام سے بری کرے گا۔ اس مقدمہ سے قبل حضرت اقدس نے یہ الہام سو سے زائد احمدیوں کو سنایا تھا۔''

بطور مثال حضور نے 9 افراد کے نام درج کئے ہیں آٹھویں نمبر پر **حضرت خلیفہ نور الدین صاحب** کا نام گرامی درج فرمایا ہے۔

8- حضرت اقدس نے ''**کتاب البریہ**'' کے آخر پر بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ کے نام ایک تفصیلی انگریزی درخواست کا اردو ترجمہ دیا ہے جس میں

جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف کرایا ہے اپنے خاندان اور جماعت احمدیہ کے عقائد کا ذکر کیا ہے تا کہ گورنمنٹ کے پاس کوئی جھوٹی خبریں نہ دے اور گورنمنٹ ہمارے عقائد سے واقف ہو۔اس کے آغاز میں حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں اُمید رکھتا ہوں کہ اس درخواست کو جو میرے اور میری جماعت کے حالات پر مشتمل ہے غور اور توجہ سے پڑھا جائے۔

آخر پر جماعت احمدیہ کے نمایاں 316 احباب کی فہرست دی ہے اس فہرست کے صفحہ 355 پر نمبر 201 پر **حضرت خلیفہ نورالدین صاحب تاجر جموں** کا نام درج ہے۔

(روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 337 تا 357)

9- حضرت اقدس نے ''ضمیمہ انجام آتھم'' روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 311-314 کے حاشیہ میں اپنے مخلص صحابہ کا ذکر فرمایا ہے صفحہ 313 پر

خلیفہ نور دین صاحب جموں سب بدل جان اس راہ میں مصروف ہیں ......اور خلیفہ نور دین صاحب علاوہ دائمی اعانت کے ابھی پانسو روپیہ نقد بطور امداد دے چکے ہیں۔منہ

10- حضرت اقدس نے ''ایک اور پیشگوئی کا پورا ہونا'' کہ امام مہدی کے پاس ایک کتاب ہو گی جس میں 313 نام لکھے ہوں گے۔ حضرت اقدس نے آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی کے مطابق اپنے 313 اصحاب کبار کی فہرست کتاب ''انجام آتھم'' روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 324 تا 327 پر درج فرمائی ہے۔اس فہرست میں **حضرت خلیفہ نورالدین صاحب** کا نام 164 نمبر پر درج ہے۔

11- حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام قبر مسیح کے متعلق تحقیقات کا ذکر کرتے ہوتے فرماتے ہیں کہ

''میں خود تو وہاں نہیں گیا لیکن میں نے اپنا ایک **مخلص مرید**

وہاں بھیجا تھا وہ وہاں عرصہ تک رہا اور اس کے متعلق پوری تحقیقات کر کے پانسو معتبر آدمیوں کے دستخط کرائے جنہوں نے اس قبر کی تصدیق کی......وہ لوگ اس کو شہزادہ نبی کہتے ہیں''

مخلص مرید سے مراد خلیفہ نورالدین تاجر کتب جموں مراد ہیں

(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ 502)

12- بہشتی مقبرہ کے قیام کے سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رؤیا 18 نومبر 1902ء بروز سہ شنبہ کا ہے اس میں **حضرت خلیفہ نورالدین صاحب** کا ذکر ہے۔

18- نومبر 1902ء بروز سہ شنبہ

ایک عظیم الشان رؤیا

فجر کی نماز کے بعد فرمایا کہ

نماز فجر سے کوئی بیس یا پچیس منٹ پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک زمین خرید لی ہے کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کیا کریں تو کہا گیا کہ اس کا نام بہشتی مقبرہ ہے جو اس میں دفن ہوگا بہشتی ہوگا۔

پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کشمیر میں کسرِ صلیب کے لئے یہ سامان ہوا ہے کہ کچھ پرانی انجیلیں وہاں سے نکلی ہیں میں نے تجویز کی کہ کچھ آدمی وہاں جائیں اور وہ انجیلیں لائیں تو ایک کتاب ان پر لکھی جائے۔ یہ سن کر مولوی مبارک علی صاحب تیار ہوئے کہ میں جاتا ہوں۔ مگر اس مقبرۂ بہشتی میں میرے لئے جگہ رکھی جائے میں نے

کہا کہ خلیفہ نورالدین کو بھی ساتھ بھیج دو۔

یہ خواب حضرت اقدس نے سنایا اور فرمایا کہ

یہ سے پیشتر میں نے تجویز کی تھی کہ ہماری جماعت کی میتوں کے لئے ایک الگ قبرستان یہاں ہو سو خدا تعالیٰ نے آج اس کی تائید کردی اور انجیل کے معنے بشارت کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہاں سے کوئی بڑی بشارت ظاہر کرے اور جو شخص وہ کام کر کے لائے گا وہ قطعی بہشتی ہوگا۔''

(ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ 526 اور تذکرہ مجموعہ الہامات وکشوف صفحہ 360)

مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں

حضرت خلیفہ نور الدین صاحب کا ذکر

1-اشتہار نمبر ۱۷۸

جلسہ احباب

برتقریب جوبلی بغرض دُعا وشکر گزاری

جناب ملکہ معظّمہ قیصرۂ ہند دام ظلہا

فہرست

اسمائے حاضرین جلسہ ڈائمنڈ جوبلی بمقام قادیان ضلع گورداسپورہ بحضور امام ہمام حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود مع چندہ ۔ وبلا چندہ اسمائے غیر حاضرین جنہوں نے چندہ دیا۔ از ۲۰ جون ۱۸۹۷ء تا ۲۲ جون ۱۸۹۷ء

اس فہرست میں ۹۱ نمبر پر **خلیفہ نور الدین صاحب تاجر کتب ریاست جموں** کا نام درج ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 129)

2-اشتہار نمبر ۱۸۷

’’بحضور نواب لفیٹننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ‘‘

(امید رکھتا ہوں کہ اس درخواست کو جو میرے اور میری جماعت کے حالات پر مشتمل ہے غور اور توجہ سے پڑھا جائے)

اس درخواست کے آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کے ۳۱۷ افراد کی فہرست دی ہے۔اس فہرست میں ۲۰۱ نمبر پر **خلیفہ نور الدین صاحب تاجر جموں** کا نام درج ہے۔

(مجموعہ اشہارات جلد دوم صفحہ 203)

3-اشتہار نمبر ۱۸۸

کیا محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں کُرسی ملی؟

اس اشتہار میں گواہاں کی فہرست میں صفحہ 212 کالم نمبرا میں **خلیفہ نورالدین تاجر جموں** کا نام درج ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 212)

4-اشتہار نمبر ۲۱۱

الاشتہار الانصار و من انصاری الیٰ اللہ

اس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے انصار و مددگار صحابہ کا ذکر فرمایا ہے۔اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''خلیفہ نور الدین صاحب ہیں جو ابھی محض للہ ایک خدمت پر مامور ہو کر کشمیر بھیجے گئے تھے اور چند روز ہوئے فائز المرام ہو کر واپس آ گئے ہیں اور اسی طرح اور بہت سے مخلص ہیں مگر افسوس کہ اگر مَیں ان کے نام لکھوں تو یہ اشتہار اشتہار نہیں رہے گا ان سب کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اُن کو دونوں جہان کی خوشی عطا کرے جو کچھ وہ خدا کے لئے کرتے ہیں یا آئندہ کریں گے وہ سب خدا تعالیٰ کی آنکھ کے نیچے ہے......

میری روح ہر وقت دُعا کرتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سر سے یہ تہمت اُٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا ایک زمانہ گزر گیا کہ میرے پنج وقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رسول کو شناخت کر لیں اور تثلیث کے اعتقاد سے توبہ کر لیں چنانچہ ان دُعاؤں کا یہ اثر ہوا ہے کہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے بلکہ صلیب سے نجات پا کر اور پھر مرہم عیسیٰ سے صلیبی زخموں سے شفاء حاصل کر کے نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے اور افغانستان سے کوہِ

نعمان میں گئے اور وہاں اس مقام میں ایک مدت تک رہے جہاں شہزادہ نبی کا ایک چبوترہ کہلاتا ہے جو اب تک موجود ہے اور پھر وہاں سے پنجاب میں آئے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے آخر کشمیر میں گئے اور ۱۲۵ برس کی عمر پاکر کشمیر میں ہی فوت ہوئے اور سری نگر خانیار کے محلّہ کے قریب دفن کئے گئے۔ مَیں اس تحقیقات کے متعلق ایک کتاب تالیف کررہا ہوں جس کا نام ہے ''مسیح ہندوستان میں'' چنانچہ مَیں نے اس تحقیق کے لئے مخلصی، محبی خلیفہ نور دین صاحب کو جن کا ابھی ذکر کرآیا ہوں کشمیر میں بھیجا تھا تا وہ موقعہ پر حضرت مسیح کی قبر کی پوری تحقیقات کریں چنانچہ وہ تقریباً چار ماہ کشمیر میں رہ کر اور ہر ایک پہلو سے تحقیقات کر کے اور موقعہ پر قبر کا ایک نقشہ بنا کر اور ۵۵۶ آدمیوں کی اس پر تصدیق کرا کر کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے جس کو عام لوگ شہزادہ نبی کی قبر اور بعض یوز آسف نبی کی قبر اور بعض عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں ۲۷ ستمبر ۱۸۹۹ء کو واپس میرے پاس پہنچ گئے سو کشمیر کا مسئلہ خاطر خواہ انفصال پا گیا۔ اور ۵۵۶ شہادت سے ثابت ہو گیا کہ درحقیقت یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے کہ جو سرینگر محلّہ خانیار کے قریب موجود ہے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''خلیفہ نور دین صاحب کو خدا تعالیٰ اجر بخشے کہ اس تمام سفر اور رہائش کشمیر میں انہوں نے اپنا خرچ اُٹھایا اپنی جان کو تکلیف میں ڈالا اور اپنے مال سے سفر کیا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 311-313)

5-اشتہار نمبر ۲۲۶

اپنی جماعت کے خاص گروہ کے لئے منارۃ المسیح کے بارے میں توجہ دہانی اور اس کام کے لئے اُن سے ایک درخواست

منارۃ المسیح کی تعمیر کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک سو چندہ دینے والے افراد کی فہرست اسماء چندہ دہندگان میں ایک سو ایک افراد کے نام درج فرمائے ہیں اس فہرست میں ۴۳ نمبر پر **خلیفہ نورالدین صاحب تاجر جموں** کا نام درج فرمایا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۲۷)

باب پنجم حوالہ جات اورحواشی

1- ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 158 جدید ایڈیشن

2- روزنامہ الفضل قادیان 5 جنوری 1945ء صفحہ 4

3- تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 217-218 ایڈیشن اول از مولانا دوست محمد شاہد

4- روزنامہ الفضل قادیان 15- ستمبر 1942

5- روزنامہ الفضل قادیان 15- ستمبر 1942

6- ذکر حبیب صفحہ 158 از حضرت مفتی محمد صادق صاحب

باب ششم

روایات

حضرت خلیفہ نور الدین جمونیؓ صاحب

1- حضور کی دعاؤں سے خطرناک امراض سے شفا

حضرت خلیفہ نور الدین صاحب خود بیان فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ میری آنکھوں میں ککروں کے باعث سخت تکلیف ہوگئی۔ مجھے بہت کم نظر آتا تھا۔ میں کافی عرصہ تک دوسرے مقامات پر علاج کراتا رہا۔ جب آرام نہ ہوا تو قادیان چلا گیا۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفہ اولؓ سے علاج کراتا رہا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو اس زمانہ میں آگرہ میں ملازم تھے قادیان میں آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے تذکرہ کیا انہوں نے آنکھیں دیکھ کر کہا کہ ان کا کچھ علاج نہیں ہوسکتا۔ مجھے سخت صدمہ ہوا اور میں اسی حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان پر گیا۔ اور جا کر حضور کی خدمت میں اطلاع کی۔ حضور باہر تشریف لائے۔ میں نے اپنی حالت کے متعلق عرض کیا۔ حضور نے آنکھیں دیکھ کر فرمایا۔ تین دن ٹھہرو میں دعا کروں گا۔ اسی وقت خواجہ

کمال الدین صاحب نے بھی دعا کے لئے عرض کیا کہ میرا کاروبار اچھی طرح سے نہیں چلتا میرے لئے بھی حضور دعا کریں۔ حضور نے ان سے بھی دعا کا وعدہ فرمایا۔ میں تین روز قادیان ٹھہر کر انجمن حمایت اسلام لاہور کے ایک کارکن میاں شمس الدین صاحب کے ہمراہ امرتسر گیا۔ وہاں شمس الدین صاحب اپنے ایک کام کے لئے ایک ڈاکٹر کو ملے ڈاکٹر موصوف کو میں نے بھی اپنی آنکھیں دکھلائیں۔ ڈاکٹر نے ایک مہینہ تک ٹھہرنے کے لئے کہا۔ میں نے کہا کہ میں ایک ماہ تک تو ٹھہر نہیں سکتا۔ اس پر ڈاکٹر نے کمپونڈر کو کہا کہ وہ مجھے فلاں مرہم دے دو۔ اور مجھے کہا کہ میں وہ مرہم اپنی آنکھوں کے اندر اور باہر اچھی طرح سے لگایا کروں۔ امرتسر سے میں میاں شمس الدین صاحب کے ساتھ لاہور گیا۔ جہاں انہوں نے باصرار ایک روز اپنے پاس ٹھہرایا۔ ڈاکٹر والی مرہم میں نے استعمال کرنی شروع کر دی جس سے افاقہ شروع ہوگیا۔ اور لاہور سے میں جموں پہنچا تو دو چار روز میں آنکھوں کو پورا پورا آرام ہوگیا۔ 1؎

روایت نمبر 1 اور 2 قدرے مختلف الفاظ میں ''سیرت احمد'' از حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب 177-178 درج ذیل الفاظ میں درج فرمائے ہیں۔

نمبر 1 ''میری آنکھیں دُکھتی تھیں قریباً سات سال کا عرصہ اسی طرح گزر گیا۔ آنکھیں راضی ہونے میں نہ آتی تھیں۔ حکیموں ڈاکٹروں کے بہت علاج کئے گئے۔ میں قادیان آیا۔ خلیفہ رشیدالدین صاحب نے دیکھ کر کہا۔ اب یہ لاعلاج ہوگئی ہیں۔ اس

کے بعد حضرت مولانا مولوی حکیم نورالدینؓ صاحب نے فرمایا کہ واقعی اب آنکھیں راضی ہونے کے قابل نہیں۔ اس لئے مجھ کو بڑی تشویش ہوئی۔ آپ سے میں اجازت روانگی لے چکا تھا۔ میں نے پھر عریضہ لکھا کہ میری آنکھوں کی نسبت حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب نے یہ کہا ہے۔ آپ فوراً باہر تشریف لائے اور آکر آنکھوں کو خود دیکھا اور سارا حال پوچھا۔ پھر فرمایا۔ اگر تم کچھ تبدیلی کرو تو میں دُعا کرونگا۔ آپ تین دن ٹھہریں۔ میں نے کہا کیوں نہ ٹھہرونگا۔ فرمایا تہجد میں خوب دُعا کیا کرو۔ میں بھی دعا کرونگا۔ تین دن کے بعد آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ شمس الدین صاحب سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور بھی یہاں آئے ہوئے تھے وہ اور میں اکٹھے روانہ ہوئے۔ انہوں نے مجھے امرتسر ٹھہرا لیا اور کہا مجھے ایک ڈاکٹر صاحب سے ملنا ہے مل کر چلیں گے۔ میں ٹھہر گیا۔ جب وہ ڈاکٹر صاحب سے ملے۔ بعد فراغت گفتگو، میں نے بھی آنکھیں دکھائیں۔ انہوں نے کہا۔ ماہ ڈیڑھ ماہ رہو پھر بتاؤں گا۔ آنکھیں اچھی ہونگی یا نہیں۔ میں نے کہا ٹھہر تو نہیں سکتا اگر کوئی دوائی دے سکتے ہیں تو دے دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک مرہم بنا کر دے دی۔ میں نے لے لی اور تین دن استعمال کیا۔ بفضلِ خدا چوتھے دن بالکل آرام ہو گیا۔ یہ سب حضور کی دُعا کا نتیجہ تھا اور میری آنکھیں بفضل خدا ابتک اچھی ہیں۔''

نمبر2 ایک دفعہ میں قادیان میں آیا ہوا تھا کہ میرے ایک پھوڑا نکل آیا۔ جس کو کاربنکل کہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو دکھایا

انہوں نے اس کو چیر دیا۔ میں مولانا مولوی نورالدین صاحب کے پاس گیا۔ میرے ملنے جلنے سے معلوم کرلیا کہ کوئی تکلیف ہے۔ پوچھا خیر ہے۔ میں نے کہا پھوڑا نکل آیا ہے۔ آپ نے دیکھا اور کہا افسوس چیرا دلا دیا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم کے بھی یہی پھوڑا تھا وہ بھی چیر کر خراب کر دیا گیا۔ یہ آپ نے بُرا کیا۔ خیر میں کیا کرسکتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب علاج کرتے رہے۔ ایک ماہ کے قریب علاج ہوتا رہا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ زخم ہتھیلی کے برابر چوڑا ہوگیا۔ آخر تنگ آکر میں نے ارادہ کرلیا کہ لاہور چل کر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب یا ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب سے علاج کرواؤں۔ حامد علی کی معرفت حضور کے پاس عریضہ بھیجا۔ حامد علی نے آکر کہا۔ حضور بلاتے ہیں۔ میں حاضر ہوا۔ اطلاع دی۔ حضرت اقدس باہر تشریف لائے۔ بہت سے دوست بھی آموجود ہوئے۔ آپ نے پوچھا کیا ہے۔ میں نے کہا حضور کاربنکل نکل آیا ہے۔ آپ نے دیکھا اور کہا کون کہتا ہے۔ میں نے کہا ڈاکٹر کہتے ہیں۔ فرمایا یہ کیا جانتے ہیں۔ نہیں نہیں۔ کیوں مولوی صاحب کاربنکل ہے۔ (حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب خاموش رہے) آپ نے فرمایا لائی کور آرسنک۔ لائی کور اسٹر کینا ملا کر استعمال کرو۔ میں دعا کرونگا۔ میں نے آٹھ دن استعمال کیا۔ خدا کے فضل سے بالکل آرام ہوگیا۔ اور یہ مزید برآں شفقت تھی کہ نمازوں میں جب مسجد آتے تو بعض اوقات ہنس کر فرماتے کہ خلیفہ نورالدین کہتے ہیں کاربنکل نکل آیا ہے۔ یہ حضور کا اعجاز تھا کہ ایسی مہلک امراض سے بذریعہ دعا نجات ملی۔''

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب ''**سیرت حضرت مسیح موعود**'' میں فرماتے ہیں کہ

''ایک دن ایسا ہوا کہ نماز عصر کے بعد آپ معمولاً اٹھے اور مسجد کی کھڑکی میں اندر جانے کے لئے پاؤں رکھا اتنے میں ایک سائل نے آہستہ سے کہا کہ میں سوالی ہوں حضرت کو اس وقت ایک ضروری کام بھی تھا اور کچھ اس کی آواز دوسرے لوگوں کی آوازوں میں مل جل گئی تھی جو نماز کے بعد اٹھے اور عادتاً آپس میں کوئی نہ کوئی بات کرتے تھے غرض حضرت سرزدہ اندر چلے گئے اور التفات نہ کیا۔ مگر جب نیچے گئے وہی دھیمی آواز جو کان میں پڑی تھی اب اس نے اپنا نمایاں اثر آپ کے قلب پر کیا۔ جلد واپس تشریف لائے اور خلیفہ نورالدین صاحب کو آواز دی کہ ایک سائل تھا۔ اسے دیکھو کہاں ہے؟ وہ سائل آپ کے جانے کے بعد چلا گیا۔ خلیفہ صاحب نے ہر چند ڈھونڈا پتہ نہ ملا۔ شام کو حسب عادت نماز پڑھ کر بیٹھے وہی سائل آ گیا۔ اور سوال کیا حضرت نے بہت جلدی جیب سے کچھ نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھ دیا اور اب ایسا معلوم ہوا کہ آپ ایسے خوش ہوئے ہیں کہ گویا کوئی بوجھ آپ کے اوپر سے اتر گیا ہے۔ چند روز کے بعد ایک تقریب سے ذکر کیا کہ اس دن جو وہ سائل نہ ملا میرے دل پر ایسا بوجھ تھا کہ مجھے سخت بے قرار کر رکھا تھا اور میں ڈرتا تھا کہ مجھ سے معصیت سرزد ہوئی ہے کہ میں نے سائل کی طرف دھیان نہیں کیا اور یوں جلدی اندر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ شام کو واپس آ گیا ورنہ خدا جانے میں کس اضطراب میں پڑا رہتا۔ اور میں نے دعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے واپس لائے۔''

2 - کاربنکل سے شفاء پانا

پھر ایک دفعہ مجھے کاربنکل ہوگیا۔ میں قادیان چلا گیا۔ وہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے بہت اچھی طرح سے ٹھہرایا۔ میں حضرت خلیفہ اولؓ کے زیر علاج تھا۔ اسی دوران میں ایک ڈاکٹر نے اسے چیرا دیا۔ اور بعد میں حالت خراب ہوگئی۔ حضرت خلیفہ اول مولانا نورالدین صاحبؓ نے فرمایا کہ لوہا لگنے سے کاربنکل لا علاج ہو جاتا ہے۔ (طبیبوں کا عام طور پر ایسا ہی خیال ہے۔) اس لئے اب یہ لا علاج ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جونہی اس کا علم ہوا تو باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ''ڈاکٹر اور حکیم کہتے ہیں کہ اب یہ مرض لا علاج ہو گیا ہے۔'' حضور نے فرمایا کہ کیا مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اول) بھی ایسا کہتے ہیں۔ مولوی صاحب حضور کے رعب کی وجہ سے پورا جواب نہ دے سکے۔ حضور نے فرمایا۔

LIQ ARSENIC 5 mm
LIQ STRICNINE 5 mm

ملا کر دیں۔ ہم دعا کریں گے۔ اس دوا کے استعمال سے چار پانچ روز میں مجھے کلی آرام ہوگیا۔ 2

3- ننگے سر نماز پڑھنا

ایک دفعہ مسجد مبارک کی چھت پر ہم گرمیوں کے دنوں میں

مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے ننگے سر نماز پڑھی۔ میں نے بھی ان کو دیکھ کر ننگے سر نماز پڑھ لی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام پھیرنے کے بعد مجھے ننگے سر دیکھ کر فرمایا۔ ''خلیفہ صاحب کیا آپ بھی'' (یعنی حضور نے میرے ننگے سر نماز پڑھنے پر اظہار تعجب و افسوس فرمایا۔) اس پر میں بہت سخت شرمندہ ہوا۔ اور آئندہ کے لئے توبہ کی کہ کبھی ننگے سر نماز نہیں پڑھوں گا۔

4- حضور کی اقتداء و امامت صلوٰۃ

ایک دفعہ جب گورداسپور حضرت مسیح موعود تشریف لے گئے تو میں نے ایک بار حضور کے حکم سے نماز پڑھائی۔ اور حضور نے میری اقتداء میں نماز پڑھی۔ ایک دفعہ میں نے بھی گورداسپور میں حضور کی اقتداء میں نماز پڑھی تھی۔

حضور شاذ و نادر ہی خود امامت کرایا کرتے تھے اکثر دوسروں کے پیچھے ہی نماز پڑھا کرتے تھے مسجد مبارک قادیان میں پہلے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی امام ہوتے تھے ان کی وفات کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب نماز پڑھایا کرتے تھے۔

5- چائے میں زنجبیل ڈال لیا کرو

حضور اکثر ہمیں فرمایا کرتے کہ جب چائے پیو تو اس میں سونٹھ ڈال لیا کرو۔ قرآن میں آتا ہے کان مزجھاً زنجیلا .

6-ایک اہل حدیث سے وفات مسیح پر گفتگو

ایک دفعہ میں لاہور سے امرتسر آرہا تھا۔ ایک اہل حدیث مولوی میرا ہمسفر تھا۔ اس سے وفات مسیح پر بحث شروع ہوئی۔ دوران گفتگو میں الہاماً میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ۔اور میں نے اس آیت سے وفات مسیح کا اس خوبی سے استدلال کیا۔ کہ مولوی صاحب بالکل خاموش ہو گئے اس وقت تک یہ آیت وفات مسیح کے لئے بطور دلیل کے پیش نہیں ہوئی تھی۔ میں نے حضرت صاحب کے پاس اس کا تذکرہ کیا۔حضور سن کر بہت خوش ہوئے۔

میں بڑے بڑے علماء کو وفات مسیح میں فوراً لاجواب کر دیتا تھا۔اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت سے عالموں نے میرے ذریعہ احمدیت قبول کی۔

حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی ان میں سے ایک ہیں۔

7- مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ ایک واقعہ

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی احمدیت سے پہلے سے میرے دوست تھے۔ ایک دفعہ وہ چینیاں والی مسجد لاہور میں نماز پڑھا رہے تھے کہ میں مسجد میں داخل ہؤا اور اپنی علیحدہ نماز ادا کی۔ مولوی صاحب نماز سے فارغ ہو کر مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر سمجھے کہ شاید میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور بہت خوش ہوئے۔ میں

نے کہا۔مولوی صاحب! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جو بھی مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہ آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا تو الگ رہا مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی غیر احمدی میرے پیچھے نماز پڑھے۔مولوی صاحب یہ سن کر بڑے متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ دوسرے احمدیوں کا تو یہ عقیدہ نہیں وہ تو اپنے پیچھے کسی غیر احمدی کو نماز پڑھنے سے نہیں روکتے۔ میں نے کہا۔مولوی صاحب! خدا تعالیٰ فرماتا ہے

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَ لَوْ کَانُوْا اُولِی الْقُرْبیٰ

کہ نبی اور مومنوں کو چاہئیے کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت نہ طلب کیا کریں اگرچہ وہ اُن کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔کیا آپ کے عقائد مشرکانہ نہیں؟ (گو مولوی محمد حسین بٹالوی اہلحدیث اور توحید کے مدعی تھے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے ساتھ دو ہزار سال سے زندہ ماننا اور انہیں عالم الغیب ، خالق الطیور اور جسمانی مُردوں کو زندہ کرنے والا ماننا شرک ہے۔خلیفہ صاحب کا اشارہ اِسی طرف تھا۔ناقل) اور یوں بھی میں بہ حیثیت امام اپنے غیر احمدی مقتدی کے لئے کیا دُعا کروں گا کہ ''یا اللہ مجھے بخش اور اس سؤر کو بھی بخش جو تیرے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا منکر ہے اور اسے گالیاں دیتا ہے۔''

میں نے اس واقعہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا تو حضورؑ ہنس پڑے۔

8- چائے طبی حرام ہے

ایک دفعہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوُا۔تو چند منٹ بعد حضور اندر سے چائے کا سماوار اور دو پیالیاں اٹھالائے ۔اور فرمایا۔

''خلیفہ صاحب آج یہ ساری چائے آپ نے اور میں نے ہی پینی ہے۔''

میں نے عرض کیا کہ حضور کیا اندر چائے نہیں پئیں گے۔

آپ نے فرمایا ''نہیں ان پر چائے حرام ہے''

میں نے عرض کیا آپ (حضرت ام المومنینؓ) تو بہت چائے پیتی ہیں یہ حرام کیسے ہوئی حضور نے فرمایا ''طبی حرام ہے'' ان دنوں حضرت ام المومنینؓ امیدواری سے تھیں۔

9- کشمیر کے میر واعظ سے وفاتِ مسیحؑ پر گفتگو اور اُن کا دل سے قائل ہو کر خفیہ رکھنا

ایک دفعہ کشمیر کے میر واعظ رُسل شاہ صاحب سے وفاتِ مسیحؑ پر میری بحث ہوئی۔ میر واعظ صاحب نے لوگوں سے ڈر کر مجھے ہدایت کر رکھی تھی کہ میں دن کے وقت اُن کے پاس نہ آیا کروں اور گفتگو رات کو ہوُا کرے۔ چنانچہ میں تین دن متواتر رات کو اُن کے گھر جاتا رہا۔آخر تیسرے روز میرے تمام دلائل سُن کر میر واعظ نے

کہا کہ واقعی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے مگر ایک طرف آپ اکیلے ہیں اور ایک طرف سارا شہر ہے۔ اگر میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہو جاؤں تو لوگ ایک دیا سلائی لگا کر سارا شہر جلا دیں گے۔ 3

10- حضرت اقدسؑ سے خلیفہ عبدالرحیم صاحب کا اجازت لینا

آپؑ کی عادت تھی جب میں کچھ دن (قادیان۔ناقل) آ کر ٹھہرتا۔ اور جب جانا چاہتا۔ تو پہلی دفعہ کبھی اجازت نہ دیتے۔ فرمایا کرتے ایک جمعہ اور پڑھ کر جانا۔ اسکے بعد فرماتے ایک جمعہ اور پڑھ کر جانا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھے دیر تک ٹھہرایا۔ میں نے جانا چاہا۔ میرے ساتھ میرا لڑکا عبدالرحیم جو اُسوقت تقریباً چھ سال کا ہوگا، وہ بھی جانے کے لئے گھبراتا تھا۔ میں نے اُسکو کہا کہ تو اندر جا اور اجازت مانگ۔ اگر اجازت ہو گی تو چلیں گے۔ میں دروازہ پر کھڑا اسے اندر بھیجتا تھا اور وہ نہ جاتا تھا بلکہ رونے لگ گیا تھا۔ شرماتا تھا۔ اس کی آواز سُن کر حضرت صاحب تشریف لائے اور فرمایا کیا ہے۔ میں نے کہا حضرت یہ جانے کے لئے گھبراتا ہے۔ اجازت لینے کے لئے کہا گیا تو روتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ واہ تیرے پیدا ہونے کے لئے تو ہم رو رو کر دُعائیں کرتے تھے تو اب یہاں رہنے سے تنگ ہے۔ ابھی تو ہم نے تیری دعوت کرنی ہے۔ پھر

دُوسرے دن حضور باغ میں تشریف لائے۔ وہاں سب احباب کو اکٹھا کر کے بدانہ کی دعوت دی۔ پھر ہنس کر عبدالرحیم کو فرمایا کہ لو میاں تمہاری دعوت ہوگئی اب کل سے تمہیں رُخصت ہے۔ 4

11- حضرت اقدس کا چائے میں گڑ ڈالنا

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب تو مالیر کوٹلہ گئے ہوئے تھے۔ میں ۲۳ دن تک حضرت صاحب کے پاس رہا۔ کوئی مہمان میرے سوا آپ کے ساتھ کھانا کھانیوالا نہ تھا۔ صرف حامد علی ہوتا تھا۔ آپ دوپہر کو اوپر بالا خانے میں بُلا لیا کرتے تھے۔ دو دو گھنٹے وہاں بیٹھتے۔ وہیں کھانا کھاتے اور چائے کی چاء دانی بھی بھر کر رکھ لیتے۔ اور ہنس کر فرماتے یا تم نے اسکو پینا ہے یا میں نے پینا ہے۔ بعض اوقات تھوڑا سا گڑ لا کر ڈالدیتے۔ اور جب میں پوچھتا حضرت گڑ کیوں ڈالا ہے۔ فرماتے یہ اچھا ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ پھر مصری نہ ڈالی جایا کرے۔ آپ فرماتے نہیں نہیں۔ یہ اور بات ہے۔ 5

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب اپنی کتاب ''سیرت **مسیح موعودؑ**'' میں لکھتے ہیں۔

'' آپ کی مہمان نوازی کی چوتھی خصوصیت یہ تھی کہ مہمان کے ساتھ تکلف کا برتاؤ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ آپ اس سے بالکل بے تکلفانہ برتاؤ کرتے تھے اور وہ یقین کرتا تھا کہ وہ اپنے عزیزوں اور غمگسار دوستوں میں ہے اور اس طرح پر وہ تکلف کی تکلیف سے آزاد ہو جاتا تھا۔ حضرت خلیفہ نورالدین صاحب آف جموں (جو حضرت اقدس

کے پرانے مخلصین میں سے ہیں اور جنہوں نے بعض اوقات سلسلہ کی خاص خدمات کی ہیں۔ جیسے قبر مسیح کی تحقیقات کے لئے انہوں نے کشمیر کا سفر کیا اور اپنے خرچ پر ایک عرصہ تک وہاں رہ کر تمام حالات کو دریافت کیا)۔ بیان کرتے ہیں کہ جن ایام میں حضرت مولانا نورالدینؓ صاحب نواب صاحب کی درخواست پر مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے تھے میں قادیان آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول تھا کہ مجھے دونوں وقت کھانے کے لئے اوپر بلا لیتے اور میں اور آپ دونوں ہی مل کر کھانا کھاتے اور بعض اوقات گھنٹہ گھنٹہ ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھے رہتے۔ اور انویسمنٹ ریکری ایشن (تفریح بے ضرر) بھی ہوتی رہتی۔ ایک دن ایک چاء دانی چائے سے بھری ہوئی اٹھا لائے۔ اور فرمایا کہ خلیفہ صاحب یہ تم نے پینی ہے یا میں نے۔

خلیفہ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ حضور اس کا کیا مطلب؟ فرمایا ہمارے گھر والوں پر حرام ہے۔ اس سے اور بھی تعجب خلیفہ صاحب کو ہوا۔ ان کو متعجب پایا تو فرمایا یہ حرام طبی ہے شرعی نہیں۔ ان کی طبیعت اچھی نہیں اور چائے ان کو مضر ہے غرض یہ بظاہر ایک لطیفہ سمجھا جا سکتا تھا۔ مگر آپ کی غرض اس واقعہ سے یہ بھی تھی کہ خلیفہ صاحب خوب سیر ہو کر پئیں کیونکہ گھر میں تو کسی نے چائے پینی نہ تھی اور حضرت کو یہ خیال تھا کہ خلیفہ صاحب بوجہ کشمیر میں رہنے کے چائے کے عادی سمجھے جا سکتے ہیں اور چائے بہت پیتے ہوں گے۔ اس لئے آپ ان کی خاطر داری کے لئے بہت سی چائے بنوا کر لائے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ تم نے اور میں نے ہی پینی ہے تا کہ ایک قسم
کی مساوات کے خیال سے ان کو تکلف نہ رہے غرض مہمانوں میں
کھانے پینے اور اپنی ضروریات کے متعلق بے تکلفی پیدا کردیتے تھے۔
تا کہ وہ اپنا گھر سمجھ کر آزادی اور آرام سے کھا پی لیں۔''

(صفحہ 153-154)

ایک مبارک نماز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اقتداء میں نماز با جماعت

حضرت مسیح موعودؑ کا طریق تھا کہ آپ نماز کی امامت سے گریز کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحب نور الدین جمونی کو حضرت علیہ السلام کی امامت میں نماز پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جس کی تفصیل درجہ ذیل ہے۔

21/جولائی 1904ء بمقام گورداسپور ایک بجے کا وقت تھا کہ حضرت امام الزماں علیہ السلام نے چند ایک موجودہ خدام کو ارشاد فرمایا کہ نماز پڑھ لی جاوے۔ سب نے وضو کیا نماز کے لیے چٹائیاں بچھی۔ حاضرین منتظر تھے کہ حسب دستور حضور علیہ السلام کسی حواری کو امامت کا ارشاد فرمادیں گے کہ اس اثناء میں خود حضرت امام الزماں علیہ السلام امامت کے لیے آگے بڑھے اور اقامت کہے جانے کے بعد آپ نے نماز ظہر اور عصر قصر اور جمع کر کے پڑھائیں۔ حضور علیہ السلام والسلام کو امام اور خود مقتدی پا کر حاضرین کے دل باغ باغ تھے۔ ان مقتدیوں میں کئی ایسے اصحاب تھے جن کی ایک عرصہ سے آرزو تھی کہ کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز میں خود امام ہوں اور ہم مقتدی۔ ان کی امید آج بر آئی اور مجھ پر بھی یہ راز کھلا کہ امام نماز کی جس قدر توجہ الی اللہ زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر جذب قلوب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ چونکہ خدا کے فضل سے اس مبارک نماز میں میں خود

بھی شریک تھا اس لیے دیکھا گیا کہ بے اختیار دلوں پر عاجزی اور فروتنی اور حقیقی عجز و انکسار غالب آتا جاتا تھا۔اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف کھچا جاتا تھا۔اور اندر سے ایک آواز آتی تھی کہ دعا مانگو۔قلب رقیق ہوکر پانی کی طرح بہہ بہہ جاتا تھا اور اس پانی کو آنکھوں کے سوا اور کوئی رستہ نکلنے کا نہ ملتا تھا۔اور اس مبارک وقت کے ہاتھ آنے پر شکریہ الٰہی میں دل ہرگز گوارا نہ کرتا تھا کہ سجدہ سر اٹھایا جاوے۔غرض کہ عجیب کیفیت تھی اور ایک متقی امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے جو بخششیں اور رحمت از روئے حدیث شریف مقتدیوں کے شامل حال ہوتیں ہیں ان کا ثبوت دست بدست مل رہا تھا۔ چونکہ یہ ایک ایسا عجیب وقت تھا جس کے میسر آنے کی عمر بھر میں بھی امید نہ تھی۔اور محض فضل ایزدی سے ہمیں اور چند ایک دیگر احباب ملت کو میسر آ گیا اس لئے مناسب ہے کہ اس مبارک وقت کے موجودہ مقتدیوں کے نام قلم بند کر دیے جائیں جن کی خدا تعالیٰ نے اس طرح عزت افزائی فرمائی اور آئندہ نسلوں کے لیے یہ ایک یادگار رہ جاوے۔

فہرست ان احباب کی جنہوں نے حضرت امام الزماں علیہ السلام کے مقتدی بن کر نماز ادا کی۔

1- محمد یوسف صاحب طالب علم پشاور اسلامیہ سکول ہائی کلاس
2- مولوی عبدالعزیز صاحب منتظم ساکن گوہد پور سیالکوٹ
3- محمد ابراہیم صاحب کلارک ساکن گوہد پور سیالکوٹ
4- عطاء محمد صاحب۔زمیندار ساکن گوہد پور سیالکوٹ

5- خلیفہ نورالدین صاحب سٹیشنری شاپ جموں

6- عبدالرحیم صاحب ولد خلیفہ نورالدین صاحب

7- بابو غلام غوث صاحب۔ ویٹری نوی اسسٹنٹ

8- غلام رسول ساحب باورچی م۔ امرتسر

9- عبدالعزیز صاحب۔ ٹیلر ماسٹر۔ میرٹھ

10- عبدالعزیز صاحب۔ مدرس۔ ایمن آباد

11- حافظ محمد حسین صاحب۔ ڈنگوی

12- میاں شہاب الدین صاحب لدھیانہ

13- حیدر شاہد صاحب گرداور شورکوٹ۔ ضلع جھنگ

14- حسین صاحب۔ ساکن کٹھالہ

15- میاں شادی خان صاحب۔ تاجر۔ سیالکوٹ

16- مولوی یار محمد صاحب مخلص قادیان

17- مولوی عبداللہ صاحب

18- نعمت خان صاحب۔ محکمہ پلیگ گورداسپور

19- میاں خیرالدین صاحب ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور

20- محمد افضل خادم احمدی جماعت ایڈیٹر و مینیجر اخبار البدر 7

(اخبار البدر 24/جولائی 1904ء صفحہ 6)

12- بعض نسخہ جات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی تحریر فرماتے ہیں

1941ء میں خاکسار بغرض تبلیغ سرینگر کشمیر گیا ایک دن خلیفہ نورالدین صاحب جمونی نے حضرت اقدس علیہ السلام سے حاصل کردہ بعض نسخہ جات بیان فرمائے جو میں نے نوٹ کر لئے ۔ قارئین کرام کے استفادہ کے لئے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) نسخہ برائے مرضِ دق

طباشیر ۷ ماشہ۔ قمغ عربی ۷ ماشہ۔ نشاستہ ۷ ماشہ۔ گل سرخ ۲۱ ماشہ۔ رُبّ السوس ۲۱ ماشہ۔ مغز تخم کدو ۱۴ ماشہ۔ مغز تخم خیاریں ۱۴ ماشہ۔ زعفران ۲ ماشہ۔ سب کو باریک پیس کر رکھ لیں۔ خوراک ۲ ماشہ مع کافور ایک رتی۔

(۲) ایضاً برائے تپ دق

کشتہ ابرک سیاہ ایک رتی۔ ست گلو ۲ ماشہ۔ متواتر استعمال کریں۔

(۳) ایضاً برائے تپ دق

مغز بادام رات کو دودھ میں بھگو رکھیں۔ صبح صاف کر کے باریک پیس لیں۔ اور روغن گائے میں بھون لیں۔ پھر کوزہ مصری برابر ملا کر دن میں تین بار استعمال کریں۔

(۴) ایضاً برائے دق

کدو کو گل حکمت کر کے رات تنور میں رکھیں۔ صبح اس کا پانی نکال لیں اور رات کو ۷ تولہ پانی میں خوب کلاں بھگو رکھیں۔ اور صبح کو کھالیا کریں۔

(۵) نسخہ برائے مراق وامراضِ معدہ (سفوف افسنتین)

افسنتین ۳ ماشہ۔ گل سرخ ۶ ماشہ۔ گل گاؤزبان ۶ ماشہ۔ عود ۴ ماشہ۔ مصطگی ۴ ماشہ۔ طباشیر ۲ ماشہ۔ دانہ الائچی کلاں ۲ ماشہ سب کو باریک پیس کر بقدر دو ماشہ ہمراہ پانی صبح اور عصر کے وقت استعمال کریں۔ یہ نسخہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے معمولات میں بھی تھا۔

(۶) مندرجہ ذیل نسخہ مجھے بھیرہ کے قیام کے دوران میں حکیم عبدالمجید صاحب سے ملا۔ ایک دفعہ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے قادیان حاضر ہوئے۔ اور حضور سے برص کا نسخہ دریافت کیا۔ جس پر حضور نے مندرجہ ذیل نسخہ عطا فرمایا:-

(۶) نسخہ برائے برص

گیرو ۸ تولہ۔ بابچی ۸ تولہ۔ چواں ہلدی ۸ تولہ ہرسہ کو الگ الگ پیس کر پھر اکٹھا پیس لیں اور جامہ پیز کر لیں۔ اس سفوف کی ۱۴ پڑیاں بنالیں۔ اور ایک پڑیہ ہر روز کانجی کے پانی کے ساتھ جو ڈیڑھ چھٹانک تک ہو استعمال کریں۔ کچھ سفوف اس میں سے بچا کر رکھ لیں۔ اور پانی کے ساتھ ضماد کی طرح برص کے داغوں پر لگائیں پڑیوں کے ختم ہونے تک انشاءاللہ دوائی کا اثر مشاہدہ میں آجائے گا۔

حوالہ جات اور حواشی

1- بیان خلیفہ نورالدین جمونی صاحب
2- بیان خلیفہ نورالدین جمونی صاحب
3- بیان خلیفہ نورالدین جمونی صاحب
4- ''سیرت احمد'' از مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب صفحہ 179-180
5- ''سیرت احمد'' از مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب صفحہ 179
6- اخبار البدر 24 جولائی 1904ء صفحہ 6
7- حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 116-118 از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی طبع اول

باب ہفتم

خطوط

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خط بنام

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجبی اخویم خلیفہ نورالدین صاحب سلمہ۔ اپریل ۹۹ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا اگر سری نگر میں ہیضہ پھیل رہا ہے تو ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ایسے زور کے وقت تک آپ سری نگر میں جاویں۔ اس لئے میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ کچھ دن انتظار کریں جب تک آپ کو پتہ ملے کہ اب ہیضہ سے آرام ہے کیونکہ ایسے حالات میں کشمیر میں جانا مناسب نہیں ہے زیادہ خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد۔ از قادیان۔

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحب کا خط بنام حضرت خلیفہ نوردین جموئیؓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔آج صبح حضرت اقدس نے ایک الہام سنایا اور اس قدر خوشی اس پر ظاہر فرمائی میں بیان نہیں کرسکتا اور فرمایا اسے کوئی شخص بجز حسن ظن کے قبول نہیں کرسکتا ۔اور میں جانتا ہوں کہ کبھی عمر میں یہ لفظ میرے دیکھنے پڑھنے میں نہیں آیا اور حکم دیا کہ سب جو یہاں ہیں اسے لکھ رکھو۔ یہ کوئی عظیم الشان امر ہے اور فرمایا کہ اس جلی قلم سے لکھ کر مسجد میں چسپاں کردو۔ چنانچہ مسجد مبارک میں چسپاں کیا گیا ہے اور وہ الہام یہ ہے غَشَمَ غَشَمَ غَشَمَ لَہٗ =دَفَعَ اِلَیہ مِنْ مَالِہٖ دَفْعَۃً ی ہ اگلی تشریح اس شکل لفظ کی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہاماً ہے ۔خدا تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ کوئی عظیم الشان بشارت ہے یا کیا ہے ۔ بہر حال عجائبات سے قدرت الٰہیہ کے ہے ۔ بہر حال حضرت اقدس نے اسکا بہت اہتمام فرمایا ہے۔ برادران کی خدمت میں السلام علیکم

نابینا وزیرآبادی بقال بٹالوی اور جھگڑا ہوا مابین ۔ کہ سیالکوٹ گئے وہاں خوب شور مچ رہا ہے بھائی اللہ دتہ اور خواجہ صاحب اور شاہ صاحب کو سلام ۔

عبدالکریم 3- ستمبر 1898ء

خط نمبر 2

قادیان 24- جولائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مولوی نور الدین صاحب کے نام آپ کا خط آیا حضور اقدس کی خدمت میں عرض کیا گیا یہ محضر نامہ خوب ہے مگر جو اس میں اتنا اور ہوسکتا کہ لوگ گواہی دیتے کہ یہ شخص شام سے آیا تھا۔ خیر بہر حال حضرت اقدس نے پسند فرمایا اور کارِنظر آپ کو پیش کیا کہ وہ تکلیف اُٹھا کر سفر میں ٹھہریں۔ خدا تعالیٰ کے بڑے فضلوں سے یہ ہوا کہ......

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے خطوط

خط نمبر 1

السلام علیکم

میں نے سابق نجوم القرآن اور کاغذ

آج عشاء کے بعد حضرت مرزا جی نے مجھے فرمایا کہ کیلوسر کیا چیز ہے میں نے عرض کیا کہ عرب میں یہ قلیس ہے جو معدہا سے قے کے اول نکلتا ہے امر تحقیق کے لئے مجمع البحار جلد سوم کو دیکھا وہ کتاب صفحہ ۱۶۵ جلد ۳ کے بعد پھر ۱۶۴ اور ۱۶۵ گویا صفحہ ۱۶۶۔ اور صفحہ ۱۶۷ ندارد ہے اگر از رائے مہربانی کر کے بتفصیل صفحہ خوبصورت نقل کرا کے ارسال فرماویں۔ آپ کا احسان ہوگا

والسلام نورالدین

صادق مفتی کو کہہ دینا کہ......

مکتوب نمبر 2

خلیفہ اول کا خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ آج کل ابتلاء کے متعلق بہت الہامات ہو رہے ہیں ایک ہے تہدیدالحکام ۔۲ مراد ہے اے حکام ۳۔ یاتیک نصرتے ۔نماز کی ہر دعا میں ترتیل کرو۔

نورالدین ۷؍اگست ۹۷

☆......☆......☆

باب ہشتم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات
اور بیعت خلافت اولیٰ

26 مئی 1908ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات لاہور میں ہوئی آپ کا جنازہ لاہور سے قادیان لایا گیا تھا۔احباب جماعت دیوانہ وار قادیان پہنچ رہے تھے ان کی حالت ان کم عمر یتیم بچوں کی تھی جن کے سر پر سے والد کا سایہ اٹھ جائے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور شفقت کا ہاتھ ان کے سر پر رکھا اور 27 مئی 1908ء کو حضرت مولانا حکیم نورالدینؓ صاحب کا انتخاب خلیفۃ المسیح عمل میں آیا۔سب احباب نے فوراً خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔آپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی کہ ان کا پیارا اور شفقت کرنے والا استاد مولوی حکیم نورالدین اب خلیفۃ المسیح کے مقام پر فائز ہو چکا تھا۔خلافت اولیٰ کا سارا دور آپ نے کمال اطاعت میں گذارا اور اپنے پیارے استاد اور خلیفۃ المسیح جس کی بہت سی شفقتوں کے آپ مورد رہے تھے اب اور بھی اس میں اضافہ ہوتا رہا ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اپنے اوقات کا اکثر حصہ قادیان میں بسر کرتے اور اپنے پیارے امام کی خدمت کو بھی جزو ایمان بنائے رکھتے۔ وہ پیارا امام جو خلیفۃ المسیح بھی تھا اور استاد بھی تھا۔کبھی کبھی آپ سے پیار و محبت اور شفقت سے مزاح بھی فرما لیا کرتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح کے انتخاب کے دوسرے دن دربار خلافت میں اپنی حاضری کا ذکر یوں سنایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ سے تعلق

خلافت اولیٰ کے انتخاب کے بعد خلیفہ نورالدین صاحب حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کی ملاقات کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ مکان کا دروازہ جو کہ دو تین سیڑھیاں گلی سے اونچا تھا۔ سیڑھیوں پر چڑھ کر دستک دی۔

حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاول باہر تشریف لائے۔ خلیفہ صاحب نیچے کی سیڑھی پر اتر گئے۔

حضرت مولوی صاحب کے استفسار پر آپ نے کہا کہ

''اب آپ خلیفہ ہیں اور خلافت کے مقام اور احترام میں برابر کھڑا ہونا مناسب نہیں۔''

حضرت مولوی صاحب نے ازراہ مزاح فرمایا آپ تو مجھ سے پہلے خلیفہ بنے ہیں۔ پھر آپ سے معانقہ فرمایا اور کہا آپ میرے دوست ہیں۔ 1ے

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے محبت

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی کو تحصیل علم کا بہت شوق تھا اور اہل اللہ کی صحبت کا ذوق رکھتے تھے چنانچہ رات دن حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں حاضر رہتے بظاہر روزی کی کوئی معروف صورت بھی نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی درویشانہ زندگی میں

برکت دی اور اپنے فضل سے کبھی مالی پریشانی نہ ہونے دی۔ 2ے

جب خلیفہ نورالدین صاحب کی تیسری بیوی فوت ہوئی تو اس وقت خلیفہ صاحب قادیان میں تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول کی حرم محترمہ نے زور دیا کہ خلیفہ نورالدین صاحب کی شادی کر دی جائے کیونکہ خلیفہ صاحب کے بیٹے عبدالرحمٰن بہت چھوٹے تھے۔ اِس لئے حضرت خلیفہ اول اور ان کی حرم محترمہ نے اصرار کر کے ایک جگہ خلیفہ صاحب کی شادی کروادی۔

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کو جموں کی جماعت کے ساتھ بہت محبت تھی اور چاہتے تھے کہ جموں کی جماعت میں اضافہ ہو۔ اس امر کے خواہش مند تھے کہ ان کا بیٹا جموں میں رہ کر جماعت کی بہتر رنگ میں خدمت کرے اور ریاست سے باہر نہ جائے ریاست سے باہر انہیں زیادہ تنخواہ کی پیش کش ہوئی اور انھوں نے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ خلیفہ نورالدین صاحب نے مجھے بلایا کہ انہوں نے یہ امر قادیان ہی حاضر ہو کر حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ عبدالرحیم ریاست سے باہر نہ جائے حضرت مولوی صاحب نے بھی اسی پر صاد فرمایا چنانچہ خلیفہ عبدالرحیم صاحب نے ریاست سے باہر ملازمت کرنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سعادت میں برکت دی اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد راجہ ہری سنگھ جو اس وقت ولی عہد ریاست تھے کے ذاتی سٹاف میں شامل ہوئے اور یہیں سے

ان کی ترقی کا دور شروع ہوا۔ بالآخر ریاست کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ اگر تحریک حریت کشمیر کے باعث مہاراجہ ہری سنگھ ان سے ناراض نہ ہو جاتا تو وہ کشمیر کے گورنر ہوتے۔ 3

مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاول کی خودنویشت سوانح ''مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین'' میں حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جموئیؓ کا ذکر

1- جموں میں ٹھٹیروں کی دوکانوں کے پاس جلاکا کے محلّہ میں ایک مندر ہے۔میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ اس مندر کے سامنے آٹے ،نمک ،تیل وغیرہ یعنی پرچون کی ایک دوکان ہے وہاں ایک لکڑی کی چوکی پر حضرت نبی کریم ﷺ بیٹھے ہیں میں وہاں سے گزرا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم ہمارے یہاں سے آٹا لے لو۔ چنانچہ انہوں ایک لکڑی کی ترازو میں آٹا تولا جو بظاہر ایک آدمی کی خوراک کے قابل تھا میں نے اپنے دامن میں اس کو لیا۔ جب وہ آٹا میرے دامن میں ڈال چکے تو کفۂ ترازو کو زور سے ڈنڈی پر مارا تا کہ سب آٹا میرے دامن پر گر جائے ۔ جب میں آٹا اپنے دامن لے چکا تو میں نے سوال کیا آپؐ نے حضرت ابو ہریرہ کو کوئی ایسی بات بتائی تھی جس سے وہ آپ کی حدیثیں یاد رکھتے تھے؟ آپؐ نے فرمایا ''ہاں'' میں نے عرض کیا وہ بات مجھے بھی بتادیں تا کہ میں آپؐ کی حدیثیں یاد کرلوں ۔ کہا کہ ہم کان میں بتاتے ہیں ۔ میں نے کان آگے کیا اور آپ نے اپنا منہ میرے کان سے لگایا۔ اتنے میں خلیفہ

نوالدین نے میرے ایک پاؤں کوخوب زور سے دبایا اور کہا کہ نماز کا وقت ہے ۔ میری سمجھ میں آیا کہ حدیث پرعمل کرنا یہی حدیثوں کے یاد کرنے کا ذریعہ ہے اٹھانے والا بھی خواب ہی کا فرشتہ ہوتا ہے اور نورالدین کے لفظ سے یہ تعبیر میری سمجھ میں آئی ۔ 4

2- میں نے کبھی کسی چور، ڈاکو، رشوت خور، جعل ساز کو راحت کی حالت میں نہیں دیکھا۔ایک مرتبہ میں نے خلیفہ نورالدین جمونی سے ایک خط لکھوایا اور ایک مولوی صاحب کو جو جعل سازی میں مشہور تھے' دیا۔خفیہ طور پر میں نے اس پر ایک غیر محسوس نشان بنادیا تھا ۔ وہ مولوی خط بنا کر لائے تو وہ نشان بھی اس پر موجود تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ان سے پوچھا کہ اصل کونسا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کو اب میں بھی نہیں بتا سکتا۔ وہی مولوی صاحب سنانے لگے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک ساہوکار کے قرضداروں کو ہنڈی میں رسید بنادیں جن کا اس ساہوکار سے عدالت میں انکار نہ ہوسکا۔ وجہ یہ تھی کہ اس نے ہم کو ایک دفعہ روپیہ نہیں دیا تھا۔اسی مولوی کا ابھی تھوڑے دن ہوئے خط آیا۔ وہ بالکل پاگل ہوگئے ۔ مال ومتاع ان کے پاس کچھ نہیں ۔ 5

منکرین خلافت کی سازشیں اور خلافت کوختم کرنے کا پراپیگنڈہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی زندگی میں بھی حضرت خلیفہ نورالدین جمونی کو بڑی

ڈھارس تھی کہ ان کی پشت پر پناہ موجود ہے اس کے باوجود صدرانجمن احمدیہ کے عہدیدار مختلف پیرایہ میں خلیفہ صاحب کو تنگ کرتے رہتے تھے۔ اس کی اصل وجہ خلیفہ صاحب کی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی اطاعت اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے دلی محبت تھی۔ خلیفہ صاحب جانتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی میں جس موعود فرزند کی پیشگوئی کی گئی تھی اس کا مصداق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی ہیں اس لئے آپ کی محبت اور شفقت کا مورد بھی حضرت صاحبزادہ صاحب تھے۔ صدر انجمن کے صاحبان اقتدار کو بخوبی علم تھا کہ جب بھی انتخاب خلافت کا مرحلہ آیا تو حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب کی نگاہ کا مرکز حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی ہوں گے اس لئے مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین اور ان کے ساتھیوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی زندگی کے آخری ایام میں اظہار الحق کے نام سے دو ٹریکٹ شائع کئے تھے۔ دوسرے ٹریکٹ میں جہاں اور احباب جماعت کو خلافت کے انتخاب میں قادیان آنے سے روکنا مقصود تھا چنانچہ ''اظہار حق'' میں یوں تحریر ہے۔

''بہتر ہوگا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی الوصیت کو فوراً عمل میں لایا جاوے ورنہ قادیانی خلفاء اور مدعیان خلافت کو اس سے سوگنا ...... سننے پڑینگے۔ میرا مقصد قوم کو عقلی اور ذہنی غلامی سے آزاد کر کے صراط مستقیم پر ڈالنے کا ہے جس پر چلانے کا بانی سلسلہ کا ارادہ اسی شور وشر کے دوران میں لاہور۔ جموں۔ امرتسر وغیرہ جگہوں میں یہ مشہور کیا جاتا رہا کہ چند یوم کے اندر اندر صدر انجمن کے ممبران کو جماعت سے خارج کر دیا جائیگا۔ خلیفہ نور الدین نے جموں میں اور خلیفہ

رشید الدین نے لاہور میں اِس خبر کو اُڑایا۔ کیا ایسی خبریں نکلا کرتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے خلیفہ سے ایسا فتویٰ لینے کا جال بچھایا گیا تھا۔ اور اپنے خاص لوگوں میں پھیلا بھی دیا گیا تھا۔ مگر وقت تدبیر کامیاب ہوگئی۔ کوئی ان پیر پرستوں سے پوچھے کہ جو لوگ مسیح موعودؑ کے عقائد سے اختلاف رکھیں وہ تو تمہارے انصار اور جو ایک ذرہ بھر مسیح موعودؑ سے اختلاف نہ رکھیں بلکہ آپؑ کی الوصیت پر عمل کرانے کے درپے ہوں وہ کافر۔ میر حامد شاہ صاحب بیچارے ''احمدیت'' پر ایک نظم پیغام صلح میں چھپوا بیٹھے جس سے وہ قادیانی سڈیشن کے مجرم قرار پا گئے اور آئندہ کیلئے انکی زبان بند کر دی گئی جماعت کے بزرگ ان حالات کو دیکھتے ہوئے قوم کی رستگاری کی کوئی سبیل اختیار نہ کرینگے اور قوم کو تباہ ہوتے دیکھ کر ان کو کچھ بھی غیرت نہ آئی۔ ایک نئی تیار شدہ ہونہار قوم کو چند خود غرض لوگ تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ اور اُسکی طاقت اور روپیہ کو اندرونی جھگڑوں اور فساد میں صرف کر رہے ہیں۔ اگر وہ اسوقت خبر نہ لینگے تو عنقریب کفر بازی اور اخراج از جماعت کے فتوؤں کا ہماری جماعت بھی شکار ہو جائیگی۔...... بزرگ دوٹوک فیصلہ کریں یا تو پیر پرستی کے سامنے سر تسلیم ختم کریں اور یا ''الوصیت'' پر عمل کر کے پُوری پُوری جمہوریت قائم کریں۔ اور کوئی شخص بغیر فتویٰ کے اور بلا کافی ثبوت موجود ہونے جماعت سے خارج نہ ہو سکے۔ اس بارہ میں جملہ خط و کتابت داعی الوصیت۔'' 6

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رسالہ الوصیت

میں قدرت ثانیہ کے قیام کی ضرورت اور اہمیت واضح کرنے کے لئے جماعت احمدیہ جموں کشمیر میں نہایت محنت اور جانفشانی سے مساعی سرانجام دیں۔ کیونکہ جموں کشمیر میں اہل پیغام کافی اثر ورسوخ رکھتے تھے اور ان کی ہمدردیاں اہل پیغام کے ساتھ تھیں مگر خلیفہ صاحب کی محنت اور دعاؤں سے جموں کشمیر کی جماعت کی اکثریت نظام خلافت کی اہمیت اور ضرورت کی قائل ہوگئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات اور خلافت ثانیہ کا قیام

حضرت خلیفہ صاحب کو خلافت اولیٰ میں اپنے پیارے امام کی خدمت میں رہ کر خدمت دین کی سعادت ملتی رہی۔ آپ کی وفات کے بعد 13 مارچ 1914 کے بعد خلافت ثانیہ کے قیام پر بعض بڑے بڑے جو اپنے آپ کو جماعت کا کرتا دھرتا سمجھتے تھے وہ ٹھوکر کا شکار ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفہ صاحب کی راہنمائی فرمائی۔ حضرت محمود کا بچپن اور پاکیزہ جوانی آپ کے سامنے تھی اور آپ کو ویسے ہی بچپن سے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب سے بہت محبت تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت کے منصب پر سرفراز فرمایا تو آپ نے اپنے امام کی اطاعت میں ہمہ تن مصروف ہونا اپنا فرض جانا۔ آپ کی طرف سے جو بھی ارشاد ہوتا اس کو اولین وقت میں سرانجام دیتے۔ باوجود معمر ہونے کے تحریک آزادی کشمیر میں جوانوں کی طرح حصہ لیتے رہے۔ تحریک آزادی کشمیر کے سلسلہ میں آپ کی مساعی ناقابل فراموش ہیں۔ آپ ہمیشہ خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں اپنے اور بچوں کے لئے دعا کے لئے لکھتے رہتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور جدو جہد آزادی کشمیر 1931ء کے تعلق میں ایک کشف

حضرت خلیفہ نورالدینؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے متعلق ایک کشفی نظارہ دیکھا تھا جو الفضل میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے بیان کیا:۔

''مجھے 1931ء میں کشفی حالت میں ایک بچہ دکھایا گیا جس سے سب لوگ بہت پیار کرتے ہیں۔ میں نے بھی اسے گود میں اٹھالیا اور پیار کیا۔ اگرچہ وہ چھوٹا سا بچہ ہے مگر کہتے ہیں کہ اس کی عمر 43 سال کی ہے۔ مجھے القاء ہوا کہ اس کشف میں جو بچہ مجھے دکھایا گیا ہے وہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ہیں۔''

یہ عجیب توارد ہے کہ 1931ء میں جب آپ نے جدو جہد آزادئ کشمیر کا آغاز فرمایا تو اس وقت آپ کی عمر 43 سال کی تھی اور حضرت مسیح موعود کا یہ شعر ہے۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا

اس میں لفظ ''ایک'' میں بھی 1931ء کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بحساب ابجد ''ایک'' کے عدد 31 ہیں۔'' 7

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دعا سے شفاء

دسمبر 1937 میں حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کے پھر کار بنکل کا حملہ ہو گیا۔ دو قابل ڈاکٹروں برکت اللہ ایم بی لنڈن اور بلونت سنگھ صاحب آر سی ایس ای کے زیر علاج تھے دونوں نے دیکھ کر آپریشن کا متفقہ مشورہ دیا اور کہا کہ اب سوائے آپریشن کے اور کوئی چارہ نہیں۔ مگر خلیفہ صاحب پہلے تلخ تجربہ کی بنا پر آپریشن کے لئے آمادہ نہ تھے۔ آخر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں بیماری کی اطلاع بذریعہ تار دی گئی اور دعا کی درخواست کی گئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ

''آپریشن نہ کروائیں اور زخم کو گلیسرین وغیرہ کے طریقہ علاج سے صاف کرواتے رہیں۔ انشاءاللہ آرام ہوگا۔''

چنانچہ حضور کے ارشاد پر عمل کیا گیا اور زخم کو گلیسرین اور سلفر وغیرہ سے صاف کیا جاتا رہا جس سے خلیفہ صاحب بکلی صحت یاب ہو گئے۔ اور دونوں ڈاکٹروں کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی۔'' 8

حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر صوبہ پنجاب اپنے مضمون ''یادِ محمود'' میں حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''1929ء میں حضرت صاحب کشمیر تشریف لے گئے اور سرینگر میں ایک ہاؤس بوٹ میں رہائش رکھی۔ میں بھی چھٹیوں میں وہیں چلا گیا تاکہ حضرت صاحب کی محبت سے فیضیاب ہوسکوں۔

بس حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی کے مکان پر ٹھہرا۔حضرت صاحب کو ملنے گیا تو اس وقت حضرت صاحب کسی اور کام میں مصروفیت کی بناء پر میری طرف توجہ نہ فرما سکے۔ میرے لئے یہ بات عجیب تھی کہ میں اتنی دور سے حضرت صاحب کی خاطر آیا ہوں اور حضرت صاحب نے توجہ نہ فرمائی۔ چنانچہ میں اگلے دن حاضر خدمت نہ ہوا۔ انہیں دنوں حضرت صاحب نے ایک روز مجھے اور خلیفہ نورالدینؓ صاحب کو کھانے کے لئے بلایا۔حضرت صاحب اور خلیفہ نورالدینؓ صاحب اور میں تینوں ہی تھے ۔ حضرت صاحب ایک چھوٹے سے قالین پر تشریف فرما تھے۔ مجھے اور خلیفہ صاحب کو فرمانے لگے یہیں اوپر آجائیں۔خلیفہ صاحب کی طبیعت میں مزاح تھا۔فرمانے لگے۔

''حضرت صاحب ایک مسند پر دو خلیفے اچھے نہیں لگتے۔''

حضرت صاحب اس پر بہت ہنسے۔''9

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا

ایک طریقہ دعا

''جموں کے رہنے والے خلیفہ نورالدین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے دوستوں میں سے ہیں اور آجکل قریب سو سال کی عمر میں ہیں۔جموں میں مقیم ہیں۔

انہوں نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ میری آنکھیں دکھتی تھیں۔

بہت علاج کئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میں نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میری آنکھیں اچھی ہونے میں نہیں آتیں۔حضور نے مجھے فرمایا۔

آپ ان الفاظ میں دعا کیا کریں۔

اے خدا میرے وہ گناہ بھی بخش جن کی وجہ سے میں اس آنکھوں کے مرض میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ 10

شادیاں اور اولاد

حضرت خلیفہ نورالدین جموئیؓ صاحب فرماتے ہیں کہ

''میں نے چار شادیاں کیں۔پہلی بیوی میں سے ایک لڑکی اور لڑکا پیدا ہوئے۔لڑکا فوت ہوا اور لڑکی زندہ ہے جس کا نام غلام فاطمہ ہے۔ اسکی شادی ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نومسلم سابق ٹیچر مدرسہ احمدیہ سے ہوئی ہے۔دوسری بیوی سے دولڑکے اور دولڑکیاں فوت ہو گئے۔اس بیوی سے اس وقت میرا بڑا لڑکا عبدالرحیم ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہوا اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور حضور کی دعا سے دنیاوی طور پر بھی اچھے مقام پر رکھا ہے۔ اس وقت وہ ریاست جموں وکشمیر میں اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری ہے۔ (خلیفہ عبدالرحیم صاحب جماعت کے کاموں میں خدا کے فضل سے اچھا حصہ لیتے ہیں۔احباب ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔راقم) اس بیوی سے جو میری لڑکی

زندہ ہے اس کا نام امتہ اللہ ہے اوراس کی شادی مستری فیض احمد صاحب کے ساتھ ہوئی ہے۔ تیسری بیوی سے ایک لڑکا عبدالرحمٰن پیدا ہوا جواس وقت محکمہ کسٹم میں اسسٹنٹ انسپکٹر ہے۔ (خلیفہ عبدالرحمٰن بھی مخلص احمدی نوجوان ہیں اور جماعت کے کاموں میں خاص طور پر دلچسپی لیتے ہیں۔احباب ان کو بھی خاص طور پر دعاؤں میں یادرکھیں۔) جب میری تیسری بیوی فوت ہوئی اس وقت میں ایک دفعہ قادیان گیا تو حضرت خلیفہ اول کے اہل خانہ نے زور دیا کہ خلیفہ نورالدین کی شادی کر دی جائے۔ حضرت خلیفہ اول اور انکی حرم محترمہ نے میری شادی اصرار کر کے ایک جگہ کرا دی۔ لیکن یہ شادی قائم نہ رہ سکی اور بعض وجوہات کے باعث میں نے اسے طلاق دے دی۔'' 11

ایک بیٹی خیرالنساء جوانی میں فوت ہوگئی جو کہ دوسری بیوی سے تھی۔

تیسری بیوی نام برکت بی بی تھا جن کی وفات 1912ء میں ہوئی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ان سے اولاد خلیفہ عبدالرحمٰن پیدا ہوئے جو کہ خلیفہ نورالدین صاحب کے دوسرے بیٹے تھے جن کا سن پیدائش 1910ء ہے۔ 12

ماہنامہ تشحیذ الاذہان میں زیرعنوان

''اصحٰب الجنتہ''

درج ہے

قطعہ نمبر پنجم 48۔ برکتؓ زوجہ خلیفہ نورالدین صاحب جموں عمر 42 سال مرحومہ صالحہ عورت تھیں قادیان میں ہی اپریل 12ء میں وفات پائی۔ 13؎

(تشحیذ الاذہان دسمبر 1912ء صفحہ 556)

حوالہ جات وحواشی باب ہشتم

1- بیان خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب بذریعہ خلیفہ طاہر احمد صاحب

2- الفضل 18- نومبر 1962ء مضمون ماسٹر محمد ابراہیم صاحب جمونی سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم السلام ہائی سکول ربوہ۔ مشنری امریکہ

3- الفضل 7 دسمبر 1962ء مضمون مکرم مولوی عبدالواحد صاحب سابق ایڈیٹر اخبار ''اصلاح'' سری نگر۔ راقم سے مراد مولوی عبدالواحد صاحب سابق ایڈیٹر اخبار ''اصلاح'' ہیں جنہوں نے حضرت خلیفہ صاحب سے ان کے حالات اور روایات بحکم نظارت اصلاح وارشاد حاصل کر کے قادیان بھجوائے۔ جو بعد میں رجسٹر روایات صحابہ میں درج کئے گئے۔

4- مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 118

5- مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 182-183

6- اظہار الحق بحوالہ ''خلافت احمدیہ کو مٹانے اور جماعت احمدیہ کو منتشر کرنے کے لیے اہل پیغام کے بعض خاص کارنامے'' صفحہ 28 از مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہلالپوری

7- الفضل قادیان 31 جنوری 1939ء

8- بیان حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی

9- الفضل 11 مارچ 1998ء مضمون ''یادِ محمود'' از حضرت مرزا عبدالحق صاحب

10- ایک طریقہ دعا۔ الفضل 4 جنوری 1941ء خلیفۃ المسیح الثانی۔

11- بیان حضرت خلیفہ نورالدینؓ جمونی صاحب۔

12- بیان خلیفہ طاہر احمد صاحب

13- تشحیذ الاذہان دسمبر 1912ء صفحہ 556

باب نہم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت

حضرت خلیفہ نورالدینؓ صاحب جمونی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو گہری محبت تھی اس واقعہ کے عینی شاہد حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر صوبہ پنجاب لکھتے ہیں کہ

''حضرت مصلح موعودؓ 1929ء میں کشمیر سرینگر تشریف لے گئے تو تعطیلات گرما میں خاکسار بھی حضور کی وجہ سے وہاں گیا اور حضرت خلیفہ نورالدینؓ صاحب کے پاس ٹھہرا۔ حضرت خلیفہ صاحب کا مکان ایک بازار میں تھا۔ ایک روز حضرت خلیفہ صاحب خاکسار کو حضرت مسیح موعودؑ کے واقعات سنا رہے تھے تو اس میں یہ ذکر بھی کیا کہ حضور کے وصال کی اطلاع سرینگر پہنچی۔ کہ اتنا فقرہ منہ سے بمشکل نکال سکے اور بے اختیار ہو کر رونا شروع کر دیا۔ روتے روتے چیخوں کی آواز اتنی اونچی ہوگئی کہ مجھے یہ ڈر پیدا ہو گیا کہ کہیں بازار میں جانے والے لوگ چیخیں سن کر اکٹھے نہ ہو جائیں۔

اس وقت خلیفہ صاحب کا رونا ایسا بے اختیار تھا کہ خاکسار کو ان کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ محبت پر بہت رشک آیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور کی کس قدر گہری محبت آپ کے صحابہ کے دلوں میں تھی۔ 1؎

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مکرم خلیفہ طاہر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''میرے والد خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب سنایا کرتے تھے کہ جموں والے گھر کے بالائی حصہ میں والد صاحب (خلیفہ نورالدین صاحب) کا کمرہ تھا۔ سیڑھیوں سے اوپر چڑھتے ہی سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تصویر آویزاں تھی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد میرے والد صاحب خلیفہ نورالدین صاحب جب بھی اوپر اپنے کمرے میں جانے کے لئے سیڑھیاں چڑھتے تو سامنے تصویر پر نظر پڑتے ہی بے اختیار رونا شروع کر دیتے اور روتے چلے جاتے اور ساتھ فرماتے کہ ہم نے قدر نہیں کی اللہ تعالیٰ نے ہم کو کتنا اچھا موقع دیا اور مسیح موعود ہم میں مبعوث فرمائے اور ہم نے ان کی قدر نہیں کی اور انکی خدمت نہیں کی ۔ والد صاحب کہتے ہیں کہ میں حیران ہوتا تھا اور ان سے کہتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان کو پہچاننے اور ان کے پاس رہ کر خدمت کا موقع دیا مگر آپ کہتے ہیں کہ ہم نے قدر نہیں کی ۔

حضرت والد صاحب کی اس طرح رونے کی عادت دیکھ کر میں نے وہ تصویر وہاں سے ہٹا دی کہ جب والد صاحب اوپر جاتے ہیں تو تصویر دیکھ کر روتے رہتے ہیں ۔ [2]

سیرت کے بعض پہلو

تربیت کے سلسلہ میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے

مکرم مولوی عبدالواحد صاحب سابق امیر صوبائی کشمیر وایڈیٹر ''اصلاح'' لکھتے ہیں

''خلیفہ نورالدین صاحب بڑے مخلص اور متقی بزرگ تھے۔ اگر وہ اپنے بیٹے (ناقل) خلیفہ عبدالرحیم صاحب میں کبھی معمولی سی کمزوری بھی دیکھتے تو ناراضگی کا اظہار کرتے بلکہ کئی بار انہوں نے مجھے بھی فرمایا کہ کشمیر میں خلیفہ وقت کے نائب ہو کر تم پوری طرح اصلاح نہیں کرتے اور عبدالرحیم کی دنیوی بڑائی یا دوستی کے لحاظ کے باعث اس سختی سے نہیں ٹوکتے۔ خلیفہ عبدالرحیم صاحب اعلیٰ عہدہ پر ہونے اور چالیس پچاس سال کی عمر میں ہونے کے باوجود کبھی پیشانی پر بل نہ لاتے۔''3

والد صاحب (خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب) بتاتے تھے کہ دادا جان نماز کے بہت پابند تھے اور گھر میں بھی تمام بچوں کو صبح کی نماز کے لئے خود باقاعدگی سے جگایا کرتے تھے۔

اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ بچے بغیر وضو کے نماز نہ پڑھ رہے ہوں ایک دفعہ ابا جان نے ذکر کیا کہ میں بچہ تھا نماز پڑھا رہا تھا اور سجدہ میں تھا کہ اباجی آ گئے اور میرے پیر کے تلوؤں پر ہاتھ

پھر کر دیکھا کہ میں وضو کر کے نماز پڑھ رہا ہوں۔ کہیں بغیر وضو کے تو نہیں پڑھ رہا۔

ابا جان بتاتے تھے کہ بچوں کی تربیت کی طرف بہت توجہ دیتے تھے ابا جان چھوٹے تھے کہ والدہ صاحبہ فوت ہوگئی تھیں اور وہ دادا جان کی تربیت میں رہے اور دادا جان قادیان جاتے تھے تو ساتھ لے جاتے تھے اسی طرح حضرت مصلح موعود یا دیگر علماء سلسلہ کی کشمیر آمد پر بھی ابا جان ساتھ ساتھ ہوتے تھے۔ بچوں کو لغویات سے بچانے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔

ایک روز ابا جان جموں میں منعقدہ ایک مشاعرہ سننے کے لئے گئے جب واپس آئے تو دادا جان نے تنبیہہ کی کہ مشاعرے لغویات ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعروں سے اچھے کوئی شعر نہیں ہیں۔ آپ کے کلام پر غور کرو اور فائدہ حاصل کرو۔ 4

اولاد کے حق میں ایک دعا

ایک دفعہ زبیدہ (اہلیہ عبدالرحمٰن) کے جہیز کی ایک خوبصورت رضائی جو کہ کافی بڑی تھی والد صاحب کو بہت پسند آ گئی۔ عبدالرحمٰن نے انہیں دے دی۔

بڑے بھائی جان نے کہا کہ یہ رضائی بہت بڑی ہے آپ ابھی میرے ساتھ موٹر میں چلیں تو آپ کو اسی طرح کی رضائی لے دیتے ہیں کہنے لگے مجھے یہی پسند ہے میں امتہ اللہ سے چھوٹی کروا

لوں گا۔ پھر مجھے کہنے لگے کہ آدھا گز اس طرف سے اور ایک گز اس طرف سے چھوٹی کر دو۔ میں ٹالتی رہی کہ شاید بھول جائیں گے مگر دس پندرہ دن کے بعد جب میں گئی تو کہنے لگے میرے بیٹے نے تو مجھے رضائی دے دی مگر بیٹی کا دل نہیں مانتا۔

چنانچہ میں اسی وقت رضائی کاٹنے بیٹھ گئی۔ اتنی دیر میں بھائی جان بھی دفتر سے آ گئے کہنے لگے یہ کیا کیا تم نے۔ میں نے کہا ابا جی پیچھے پڑے ہوئے تھے چنانچہ اب میں کاٹ رہی ہوں بھائی جان بھی ابا جی کے پاس بیٹھ گئے اور مودبانہ عرض کیا ابا جی آپ نے یہ کیا کیا عبدالرحمٰن بے چارے غریب کی رضائی اس طرح کاٹ دی۔

ابا جی نہایت حیرانگی اور سنجیدگی سے کہنے لگے ''غریب کون میری اولاد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی غریب نہیں اور نہ ہی ہوگا'' 5

ابا جی کی یہ بات واقعی سچی ثابت ہوئی کہ والد صاحب کا خاص کوئی کاروبار نہیں تھا۔ تھوڑا سا کام کرتے تھے مگر گزارہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت اچھا تھا۔ مرکز سے آنے والے مہمانوں کی خدمت کا موقع ملتا تھا۔ جلسہ سالانہ پر جاتے مہینہ مہینہ ربوہ میں جا کر رہتے تھے مگر کام چلتا رہتا کسی قسم کی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ 6

بیٹے سے محبت

پھوپھو صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

''والد صاحب کو بھائی سے بہت محبت تھی جب بھائی عبدالرحمٰن گڑھی میں تھے تو بھائی جان (خلیفہ عبدالرحیم) میرے پاس دوپہر کو آئے کہ عبدالرحمٰن کا خط آیا ہے کہ آپ کو ان کے پاس بھیج دوں۔ میں نے اجازت کے لئے کہا تو کہنے لگے میں یہاں ہوں تم کشمیر چلی ہو۔ میں نے کہا عبدالرحمٰن نے بلایا ہے آپ سے اجازت لینے آئی ہوں کہنے لگے اجازت تو نہیں دینی تھی مگر عبدالرحمٰن نے بلایا اس لئے اجازت دیتا ہوں عبدالرحمٰن کی بات تو نہیں ناموڑنی۔'' 7

آپ کا گھر مہمان خانہ تھا

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی اے سابق مہر سنگھ تحریر فرماتے ہیں کہ

''آپ اپنے جلیل القدر بزرگ استاد (حضرت مولانا نورالدین خلیفہ اولؓ) کے رنگ میں رنگین تھے۔ اس لئے آپ درس و تدریس کا شغل بھی ایک حد تک رکھتے تھے۔ جب تک احمدیہ جماعت کی مسجد تعمیر نہیں ہوئی تھی خلیفہ صاحب کا دولت خانہ ہی مسجد اور درسگاہ تھا۔ اور یہی مہمان خانہ ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ اکثر احباب جماعت جناب کے درِدولت پر ہی قیام فرمایا کرتے تھے آپ کی نیکی اور تقویٰ کے لحاظ سے علماء اور امراء آپ کی دل سے عزت کرتے تھے۔ آپ احمدی جماعت کے پیش امام اور خطیب تھے۔'' 8

آپ کے بعد آپ کی اولاد میں یہ سلسلہ جاری رہا۔ کشمیر اور کوئٹہ میں مرکز سلسلہ سے جانے والے بزرگان اور مہمان آپ کی اولاد خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب اور پوتوں خلیفہ طاہر احمد صاحب اور خلیفہ جمیل احمد صاحب کے ہاں ٹھہرتے ہیں اور آپ ان مہمان کرام کی مہمان نوازی بڑی بشاشت اور محبت سے کرتے ہیں اور ہر طرح کا آرام وسکون مہیا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور خادموں کی طرح مہمانوں کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔

قبولیت دعا کے چند واقعات

ذیل میں آپ کی چند دعائیں درج کی جاتی ہیں جو آپ نمازوں اور دیگر مواقع پر اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ زاری کے دوران اکثر پڑھتے تھے

1- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

اے میرے محسن اور میرے خدا میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُر معصیت اور پُر غفلت ہوں تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بےشمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا سو اب بھی مجھ نالائق اور پُر گناہ پر رحم کر اور میری بے باکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے کوئی چارہ گر نہیں آمین ثم آمین

2- اے رب العالمین میں تیرے احسانوں کا شکر نہیں کرسکتا تو نہایت رحیم وکریم ہے تیرے بے نہایت مجھ پر احسان ہیں میرے

گناہ بخش کہ تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے میں تیری وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ سب فضل وکرم تیرے ہی ہاتھ میں ہیں آمین

آپ صاحب مستجاوات بزرگ تھے آپ کی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی تھیں اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کی قبولیت دعا کے گواہ تھے ذیل میں بطور نمونہ چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

محترم مولوی عبدالواحد صاحب ایڈیٹر اخبار ''اصلاح'' تحریر کرتے ہیں کہ

''تحریک حریت کشمیر کے دوران مہاراجہ صاحب خلیفہ عبدالرحیم صاحب پر ناراض ہو گئے اور کچھ عرصہ کے لئے آپ کو ملازمت سے بھی الگ کر دیا جب اسسٹنٹ ریونیو سیکرٹری و اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری کی آسامیاں خالی ہوئیں تو اس زمانہ میں ریاست کا ریونیو منسٹر انگریز تھا۔ خلیفہ عبدالرحیم صاحب نے اسسٹنٹ سیکرٹری کی آسامی کے لئے سعی کی۔ چنانچہ ریاست کی کابینہ نے سفارش کر کے کاغذات مہاراجہ کی منظوری کے لئے بھیج دئے کافی عرصہ تک منظوری نہ آئی حضرت خلیفہ نورالدینؓ صاحب مرحوم دعا کر رہے تھے انہوں نے رویاء میں دیکھا کہ خلیفہ عبدالرحیم صاحب والے کاغذ پر ایک لمبی لکیر کے بعد مہاراجہ صاحب کے دستخط ثبت ہیں انہوں نے فرمایا کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ کام ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔۔۔۔ خلیفہ

صاحب کو اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری لگایا گیا مگر آپ کا کام ایسا اعلیٰ تھا کہ
چند سالوں کے بعد ترقی کر کے ہوم سیکرٹری ہو گئے۔''9

امی جان بیان کرتی ہیں کہ جب میری شادی ہوئی اور میں اپنے سسرال آئی تو گھر کے ہر فرد کی زبانی یہی سنا کہ ابا بہت نیک ہیں۔ میں سوچتی تھی کہ کوئی کتنا نیک ہوسکتا ہے کیا اتنا جتنا یہ سب بیان کرتے ہیں۔

ایک دفعہ میرا بڑا لڑکا طاہر احمد سخت بیمار ہو گیا۔ بخار کافی تیز تھا۔ پیٹ پھول گیا تھا۔ پاخانہ نہیں آ رہا تھا۔ حالت خاصی تشویشناک تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ دعا کریں کہ آج رات اس کو پاخانہ آ جائے تو بخار اتر جائے گا۔

عزیزی عزیزہ (بنت خلیفہ عبدالرحیم صاحب) نے مجھ سے کہا کہ ابا کو دعا کے لئے کہیں۔ میں نے طاہر کو عزیزی عزیزہ کے حوالے کیا اور خود ابا جی کے پاس اوپر کی منزل میں آ گئی وہ پلنگ پر لیٹے تھے میں نے جا کر کہا کہ طاری بہت بیمار ہے اس کے لئے دعا کریں۔

انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور منہ میں کچھ پڑھنا شروع کیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے آسمان سے بارش کے قطرے گر رہے ہیں۔ مگر وہ گیلے نہیں ہو رہے ان کے کپڑوں پر ہاتھ لگا تو خشک تھے۔ ابھی اَبا جی دعا کر ہی رہے تھے۔ کہ نیچے سے عزیزہ کی آواز آئی کہ چاچی جی جلدی نیچے آئیں طاری نے پاخانہ کر دیا ہے۔ میں نیچے گئی تو اس کا بخار بھی اتر گیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کھیلنے لگا۔

امی جان بتاتی ہیں کہ دادا جان ہر وقت منہ میں کچھ بولتے رہتے تھے۔ کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ کیا باتیں کرتے ہیں۔ بعد میں مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

ہماری پھوپھو جان (امتہ اللہ بیگم صاحبہ) جو کہ خلیفہ عبدالرحیم صاحب سے چھوٹی اور خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب سے بڑی تھیں۔ صحابیہ تھیں فرماتی تھیں کہ

جب طاہر پیدا ہوا تو لاہور سے تار آئی کہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میں دوڑی دوڑی اَبا جان کے پاس گئی کہ عبدالرحمٰن کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا کیا ہے۔ سن کر فرمانے لگے ''الحمدللہ الحمدللہ۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے ہی دکھا دیا تھا۔''

امی جان سناتی تھیں کہ اسی طرح جمیل کو بھی دادا جان نے پیدا ہونے سے پہلے دیکھ لیا تھا۔

تاریخ پیدائش خلیفہ طاہر احمد 12- دسمبر 1940

〃 〃 خلیفہ جمیل احمد 29 اپریل 1942ء 10

〃 〃 کوثر خلیفہ تاریخ وفات

〃 〃 خلیفہ خلیل احمد تاریخ وفات

درس وتدریس

میاں محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ لکھتے ہیں۔

''جن دنوں میں جموں کالج میں پڑھتا تھا حضرت خلیفہ نورالدین صاحب امام الصلوٰۃ ہوا کرتے تھے۔ مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد جماعت کے افراد قرآن کریم کی سورتیں جو وہ دن کے وقت یاد کرتے تھے آکر سنایا کرتے تھے۔

آپ نے اپنے ہمنام بزرگ سے حدیث اور طبابت کے علوم سبقاً سبقاً حاصل کئے تھے۔ چونکہ آپ اپنے جلیل القدر بزرگ استاد کے رنگ میں رنگین تھے اس لئے آپ درس و تدریس کا شغل بھی رکھتے تھے۔'' 11

مسجد احمدیہ جموں کا سنگ بنیاد

مسجد احمدیہ جموں کی تعمیر کے سلسلہ میں حضرت خلیفہ نورالدینؓ صاحب نے احباب کو چندہ کی تحریک کے لئے جو تحریری تحریک کی اس کا عکس دیا جا رہا ہے یہ تحریر ان کی ڈائری سے لی گئی ہے۔ مسجد جموں کے لئے تحریک حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تبرکاً چندہ لینے کے سلسلہ میں تحریر درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

شہر جموں میں جو کل ریاست جموں وکشمیر میں اس وقت

جماعت احمدیہ کا صدر مقام ہے ایک مسجد بنانے کی تجویز کی گئی ہے جس کی وہاں سخت ضرورت ہے اس کے لئے وہاں کے احباب نے فراخ دلی سے چندہ دیا ہے جس سے ایک قطعہ زمین بھی خرید لیا گیا ہے مگر اس پر عمارت کا بنانا اکیلی جماعت جموں کا کام نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے ایک بڑی رقم بکار ہے جس کی متحمل ابھی یہ تھوڑی سی جماعت نہین ہوسکتی اسلئے ان تمام بزرگوں اور دوستوں کی خدمت میں جو اس سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ التماس ہے کہ وہ اس کار خیر میں جماعت جموں کی حسب استطاعت مدد کریں ایسے بڑے بڑے مقاموں میں احمدی احباب کے ہاتھ میں اپنی مساجد کا ہونا سلسلہ کے لئے بڑی برکتوں اور ترقی کا باعث ہے ۔اور جو مسجد بنے گی وہ جماعت جموں کی نہیں بلکہ سلسلہ احمدیہ کی مسجد ہے اسلئے یہی سب احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ جو کچھ ان سے ہو سکے دے کر اس کارِ خیر میں حصہ لیں اس مبارک کام کو قادیان جیسے مبارک مقام سے تبرکاً شروع کیا گیا ہے اس کے بعد دوسرے احباب کی خدمت میں درخواست کی جائے گی

والسلام　　　　المتلمس

خلیفہ نورالدین

خلیفہ صاحب نے مندرجہ بالا تحریر کے ساتھ ڈائری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوائی آپ نے اس پر تحریر فرمایا

''امام اعظم صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک مسجد کے چندہ میں

ایک دوانی دی تھی اور میں آپ کو ہم دیتا ہوں باقی حالات زبانی سن لیں

فقط والسلام

مرزا غلام احمد

حضرت صاحب نے اندر بلا کر خلیفہ صاحب کو جو زبانی بات بیان کی وہ خلیفہ صاحب نے بطور یادداشت حاشیہ میں تحریر کی کہ

''وہ دوانی کھوٹی نکلی اور واپس لایا کہا شکر ہے میرا پہلے ہی دل نہ تھا''

حضرت مفتی محمد صادق صاحب مسجد احمدیہ جموں کے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب ۷؍جولائی ۱۹۱۲ء کے حالات بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''میرے ساتھ شیخ غلام احمد نومسلم واعظ موصوف اور خلیفہ نور الدین صاحب نے بھی دعا کر کے بنیاد میں اینٹیں رکھنے کے کام میں شامل ہوئے ......

خلیفہ نورالدین صاحب جو وہاں کی جماعت کے معلم اور امام، قرآن شریف کے مدرس ہیں حضرت خلیفۃ المسیح کے قدیمی دوست اور حضرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سابقین، اولین خدام میں سے ایک قابل قدر اور قابل عزت بزرگ ہیں مولوی اللہ دتہ صاحب جو خلیفہ صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں اور ان کے رنگ میں رنگین ہیں۔''[12]

احمدیہ مسجد سری نگر کی بنیاد

۲۰،اخاء 1940ء کو دس بجے دن مسجد احمدیہ سری نگر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس تقریب پر سرینگر اور ناسنور کے احباب جماعت موجود تھے سب سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابی حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی نے دُعا کرائی۔ ازاں بعد مولانا ابوالعطاء صاحب نے اللہ تعالیٰ کے اس گھر کا پہلا بنیادی پتھر رکھا۔ پھر سب احباب نے مل کر دعا کی۔

مسجد کا ایک کمرہ اگلے سال 1941ء میں تیار ہوا تو اس میں پہلا خطبہ جمعہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سرحد نے پڑھایا اور ۷۰ افراد کے قریب احمدی احباب نے نماز ادا کی۔

چندہ مسجد کی فراہمی کے سلسلہ میں چودھری عبدالواحد صاحب نے سندھ، حیدرآباد دکن، بہار، بنگال، اڑیسہ، یوپی اور دہلی کی جماعتوں کا دورہ کیا اور احباب جماعت نے عموماً اور جماعت ٹاٹانگر جمشید پور موسیٰ بنی نے خصوصاً نہایت اخلاص سے تعاون کیا۔ ان دنوں چودھری عبداللہ خاں صاحب ٹاٹانگر کی جماعت احمدیہ کے امیر تھے۔ 13

حضرت خلیفہ نوردین جمونی کی خدمات دینیہ

حضرت خلیفہ نورالدین جمونی کی خدمات دینیہ کا ذکر کرتے ہوئے سلسلہ احمدیہ کے اولین مورخ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر اخبار ''الحکم'' اپنی کتاب ''**حیات احمد**'' جلد چہارم میں حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحبؓ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں

''حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحب کا ذکر آ گیا تو مَیں نے مناسب سمجھا کہ ان کا مختصر تذکرہ یہاں کر دیں میرے ساتھ ان کے مخلصانہ برادرانہ تعلقات تھے وہ اکثر اپنے ذاتی معاملات میں مجھ سے مشورہ کرتے باوجود کہ میں عمر میں ان سے چھوٹا تھا مگر وہ اپنی بزرگانہ شفقت سے میرے لئے جذبات احترام رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک مخلص اور معزز بھائی کی اعانت کے لئے میں نے کہا کہ اس کو ایک سو روپیہ دے دو وہ خود بھی ان کو جانتے تھے کہ وہ ایک معزز اور مخلص خاندان کے قابل قدر فرد ہیں فوراً پیش کر دیا۔ ان بزرگوں کے ہم پر حقوق ہیں اور ''رازِ حقیقت'' مواد کے لئے جو انہوں نے کوشش کی وہ کسر صلیب کے منصب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰ ۃ والسلام کا ایک بہت بڑا حربہ ''الحکم'' نے ان کی زندگی کے آخری ایام میں ان کے کچھ حالات 7-14 نومبر 1939 میں شائع کئے تھے......تا کہ ایک واجب احترام مخلص سلسلہ کے ایک فداکار اور ذی علم حضرت کے صحابی کی یاد تازہ رہے۔ حضرت خلیفہ نورالدین

صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولین صحابہ اور جماعت کے بزرگوں میں سے ہیں۔اس وقت بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔''

(حیات احمد جلد چہارم صفحہ 115 تا 125 حاشیہ میں شائع کئے ہیں)

خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب اپنی کتاب ''داستان کشمیر'' صفحہ 247-248 میں حضرت خلیفہ نورالدین جمونیؓ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں

حضرت خلیفہ نورالدین آف جموں

''میرے خیال میں وہ دن بہت مبارک تھا جب خلیفہ نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال پور جٹاں کی اپنی جنم بومی چھوڑ کر جموں تشریف لائے وہاں سے کیوں آئے۔ یہ ہجرت کن حالات میں وقوع پذیر ہوئی مجھے اس کی چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ میں تو نازاں اور فرحاں ہوں کہ یہ شخص اپنے مقدر سے ایک عظیم ولی اللہ بننے والا تھا اس نے ہماری ریاست جموں وکشمیر کو برکت بخشی پہلے تو ان کی اپنی زندگی کا ستارہ اس طرح بلند و بالا ہو گیا کہ انہیں جموں پہنچ کر حضرت حکیم الامت حافظ قرآن فاضل اجل مولانا خلیفہ نور الدین صاحب بھیروی کی رفاقت نصیب ہوئی اور پھر وہ کیا سے کیا بن گئے آج میں پھر محسوس کرتا ہوں کہ یہ ہمارے وطن دار بن گئے اور ہمارے لئے بزرگ باعث فخر و باعث خیر و برکت ہے۔خلیفہ نور الدین صاحب جمونی خلیفہ کیوں کہلائے اس سلسلہ میں واضح طور پر ان کا اپنا بیان ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ تک جب ریاست

جموں وکشمیر میں آذان بلند آواز سے دینا ممنوع تھا اور خلیفہ نور الدین صاحب حضرت خلیفہ اوّل حکیم مولانا نورالدین کی رہائش گاہ میں جو صاحب کسی قدر اونچی آواز سے اذان دیتے تھے تو مہاراجہ نے گزرتے ہوئے دیکھا اور اذان سنی مہاراجہ نے انہیں اذان دینے سے تو نہ روکا نہ ٹوکا البتہ حضرت خلیفہ اول نورالدین صاحب سے مذاقاً کہہ دیا حکیم صاحب یہ آپ کا خلیفہ اونچی اونچی بانگیں دیتا ہے یہ بات نشر ہوگئی۔ خیر یہ لفظی وضاحت کر دی ہے اصل میں نورالدین اعظم اور نور الدین خلیفہ جیسے بزرگوں کا ذکر خیر کرنا مطلوب ہے مولوی اسداللہ قریشی صاحب کی یہ ادا بھی مجھے بہت اچھی لگی کہ جب انہوں نے ریاست جموں وکشمیر کے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ریاستی فہرست مرتب کی تو اس میں حضرت مولانا نورالدین اعظم کا نام نامی اور اسم گرامی سرفہرست ہے اس طرح سے گویا بھیرہ کے اصل باشندے کو بھی ریاست جموں وکشمیر کے باشندوں میں ڈال دیا گیا حالانکہ جموں وکشمیر میں تو صرف ایک شاہی حکیم ہونے کے باعث وہ یہاں تشریف رکھتے تھے ان دونوں بزرگوں کا یہ ذکر خیر میں نے تبرکاً کیا ہے ان کی زندگی کے حالات آسمان کے ستاروں کی طرح ادھر ادھر کتابوں، رسالوں اور مضامین میں لاتعداد بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔'' 14

حضرت خلیفہ صاحب کے چند واقعات

آپ خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کو صبح کی سیر کے لئے ساتھ لے جاتے تھے کہ آؤ بڈھا اور جوان سیر کو چلیں دیکھیں کون تیز چلتا ہے۔ عبدالرحمٰن صاحب کہتے ہیں کہ میں تھک جاتا تھا مگر یہ نہیں تھکتے تھے اور لمبی سیر کیا کرتے تھے۔15؎

ایک رؤیا

حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح اول کے بیٹے صاحبزادہ میاں عبدالسلام صاحب کی پیدائش سے قبل آپ کو دکھایا گیا تھا۔ چنانچہ میاں عبدالوہاب عمر صاحب لکھتے ہیں

''حضرت خلیفہ اول کے ایک نہایت ہی مخلص دوست اور مرید خلیفہ نورالدین صاحب جمونی تھے انہوں نے دس سال پہلے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت خلیفہ اول کو عبدالسلام نامی لڑکا دیا گیا۔ رؤیا میں دو امر تھے شاید اس میں عمر طبعی سے قبل وفات کی طرف اشارہ ہو واللہ اعلم۔16؎

حضرت خلیفہ نورالدین جمونی کی وفات حسرت آیات پر ریاست جموں وکشمیر کے معروف اخبار ہفت روزہ اصلاح سرینگر نے صفحہ اول پر لکھا۔

ایک بزرگ ہستی کا انتقال

سرینگر ۲ ستمبر۔ ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر شائع کر رہے ہیں کے آج ریاست جموں و کشمیر کے ایک بہت بڑے بزرگ خلیفہ نورالدینؓ صاحب آف جموں تقریباً ایک سو سال کی عمر پوری کر کے اس عارضی دنیا سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خلیفہ صاحب مرحوم کو جاننے والے لوگ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ آپ ایک ایسے دعا گو بزرگ تھے جن کی دعاؤں کی مقبولیت کے کئی نمونے اس وقت بھی دنیا میں موجود ہیں۔ ہمیں اس صدمہ عظیم میں مرحوم کے فرزندوں خلیفہ عبدالرحیم صاحب اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری گورنمنٹ کشمیر اور خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر کسٹم اور مرحوم کے جملہ لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔

ہماری یہ دلی دعا ہے کہ مرحوم کا ابدی مستقر جنت الفردوس میں ہو اور آپ کی جملہ اولاد کو اور ہمیں بھی یہ توفیق ملے کہ ہم بھی مرحوم کے نقش قدم پر چل سکیں۔ 17

روزنامہ الفضل نے ''مدینۃ المسیح '' کے عنوان کے ذیل میں لکھا۔

''یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت خلیفہ نورالدین صاحب آف جموں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ صحابہ میں سے تھے۔ کل سری نگر میں وفات پا گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

نعش بذریعہ لاری قادیان لائی گئی۔ حضرت امیرالمومنین نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نعش کو کندھا دیا اور مقبرہ بہشتی تک ساتھ تشریف لے گئے۔ مرحوم مقبرہ بہشتی کے قطعہ خاص صحابہ میں دفن کئے گئے احباب بلندی درجات کے لئے دعا کریں۔ 18

والد صاحب (خلیفہ عبدالرحمٰن) فرماتے تھے کہ قبر کی تیاری کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میرے ساتھ بہشتی مقبرہ میں ٹہلتے رہے اور حضرت والد صاحب کے بارہ میں باتیں کرتے رہے جن سے آپ کے دل میں والد صاحب کی محبت کی جھلک نمایاں تھی قبر کی تیاری کے بعد حضور نے دعا کرائی۔ 19

حوالہ جات وحواشی باب نہم

1- حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ کا خط محررہ 98-4-11 خاکسار مرزا خلیل احمد قمر کے نام۔
2- بیان خلیفہ طاہر احمد صاحب کوئٹہ۔
3- الفضل 7، دسمبر 1962ء مضمون از مولوی عبدالواحد صاحب سابق امیر صوبائی کشمیر سابق ایڈیٹر اخبار ''اصلاح'' سری نگر۔
4- بیان خلیفہ طاہر احمد صاحب وخلیفہ جمیل احمد صاحب کوئٹہ۔
5- روایت امتہ اللہ بیگم صاحبہ دختر حضرت خلیفہ نورالدین جموئیؓ صاحب۔
6- بیان خلیفہ طاہر احمد صاحب اور خلیفہ جمیل احمد صاحب۔
7- بیان خلیفہ طاہر احمد صاحب اور خلیفہ جمیل احمد صاحب۔
8- الفضل 15 ستمبر 1942ء مضمون حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی اے سابق سردار مہر سنگھ۔
9- الفضل 7 دسمبر 1962 مضمون از مولوی عبدالواحد صاحب۔
10- بیان خلیفہ طاہر احمد صاحب وخلیفہ جمیل احمد صاحب۔
11- الفضل 18 نومبر 1962ء
12- بدر قادیان 25 جولائی 1913ء صفحہ 6-7
13- تاریخ احمدیت جلد نمبر 9 صفحہ 206,205 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب طبع اول
14- داستان کشمیر صفحہ 247-248
15- بیان خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب
16- الفضل 18 اپریل 1956ء صفحہ 5
17- اخبار اصلاح سری نگر 3 ستمبر 1942ء صفحہ 1
18- الفضل قادیان 5 ستمبر 1942ء صفحہ 1
19- خلیفہ طاہر احمد، خلیفہ جمیل احمد

باب دہم

محترم خلیفہ عبدالرحیم صاحب مرحوم

پیدائش: 12رستمبر 1893 وفات: 9رنومبر 1962ء سیالکوٹ

مکرم مولوی عبدالواحد صاحب سابق ایڈیٹر اخبار ''اصلاح'' سری نگر کشمیر تحریر کرتے ہیں کہ

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جب مجھے اخبار ''اصلاح'' کا چارج لینے کے لئے کشمیر روانہ کیا تو ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ خلیفہ عبدالرحیم صاحب ایک پرانے اور مخلص احمدی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ان سے تعلقات مؤدّت قائم کرنا اور بڑھانا آپ کے لئے مفید ہوگا۔

میں نے حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں محترم خلیفہ صاحب سے تعلقات اخوت استوار کئے اور آخر یہ صورت حال ہوئی کہ اگر سری نگر میں ان کے قیام کے ایام میں میں چند روز ان کے مکان پر حاضر نہ ہوتا تو وہ خود میرے پاس تشریف لے آتے۔ ہمارا کام زیادہ تر سیاسیات کشمیر سے متعلق تھا بعض اوقات ہم حکومت جموں کشمیر کے زیر عتاب بھی آجاتے خفیہ پولیس کی کڑی نگاہ بھی ہم پر رہتی مگر خلیفہ

صاحب مرحوم ان امور کو کبھی خاطر میں نہ لائے حالانکہ وہ حکومت جموں وکشمیر کے اہم عہدوں پر فائز رہے اور عموماً سرکاری عہدہ دار ایسے ناگوار حالات میں میل ملاقات سے گریز کرتے ہیں۔ ریاست جموں وکشمیر میں ذبیحہ گاؤ کی سزا بہت سخت تھی جب بعض ہندو لیڈروں اور اخبارات نے گائے کے احترام کے سوال پر آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو اخبار اصلاح میں اس موضوع پر متعدد مضامین شائع ہوئے۔حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے مہاشہ محمد عمر صاحب و مہاشہ فضل حسین صاحب کو سری نگر بھجوایا۔ مہاشہ محمد عمر صاحب کے جو مضامین اصلاح میں شائع ہوئے ان میں ویدوں اور شاستروں کی مدد سے گاؤ خوری کو جائز ثابت کیا گیا۔اس سے جہاں مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی وہاں ہندو پریس میں صف ماتم بچھ گئی اور ہندوؤں کی طرف سے برملا مطالبہ ہونے لگا کہ کارکنان اصلاح کے خلاف حکومت فوری اقدام کرے۔اس زمانہ میں سر گوپال سوامی آئنگر جیسا کٹر مہا سبھائی ریاست کا وزیراعظم تھا۔ سری نگر میں مسلمانوں کے احتجاجی جلوس پر لاٹھی چارج کے بعد گولیاں برسائیں گئیں۔مسلمانوں کی لاشیں اور زخمی جامع مسجد میں جمع کئے گئے تھے ایسے نازک وقت میں بڑے بڑے دلیر گھبرا گئے تھے مگر خلیفہ صاحب مرحوم نے اس وقت بھی اپنے تعلقات میں فرق نہ آنے دیا حالانکہ اخبار اصلاح کو حکومت بلیک لسٹ کر کے مزید اقدام کے متعلق سوچ رہی تھی۔

اطاعت والد

خلیفہ عبدالرحیم صاحب ابتداء میں ریاست میں معمولی تنخواہ پر ملازم ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ریاست سے باہر انہیں زیادہ تنخواہ کی پیش کش ہوئی اور انہوں نے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ خلیفہ نورالدین صاحب نے مجھے بتلایا کہ انہوں نے یہ امر قادیان میں حاضر ہوکر خلیفۃ المسیح الاول حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ عبدالرحیم ریاست سے باہر نہ جائے۔ حضرت مولوی صاحب نے بھی اسی پر صاد فرمایا چنانچہ خلیفہ عبدالرحیم صاحب نے ریاست سے باہر ملازمت کرنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سعادت میں برکت دی اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد راجہ ہری سنگھ (جو اس وقت ولی عہد ریاست تھے) کے ذاتی سٹاف میں شامل ہو گئے اور یہیں سے ان کی ترقی کا دور شروع ہوا بالآخر ریاست میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ میں نے دیکھا کہ ہندو مسلم اہل کار سب خلیفہ عبدالرحیم صاحب کی از حد عزت واحترام کرتے تھے بلکہ بعض نے مجھ سے کہا کہ اگر تحریک حریت کشمیر کے باعث مہاراجہ ہری سنگھ ان سے ناراض نہ ہو جاتا تو وہ کشمیر کے گورنر ہوتے۔

خلیفہ عبدالرحیم صاحب نے بھی تحدیث نعمت کے طور پر کئی بار مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول اور اپنے والد کی اطاعت کے باعث اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا ہے ورنہ میرے کئی ساتھی ابھی تک میرے ماتحت کلرک ہیں۔ خلیفہ نورالدین صاحب بڑے مخلص اور متقی بزرگ تھے اگر وہ خلیفہ عبدالرحیم صاحب میں معمولی سی کمزوری بھی دیکھتے تو ناراضگی کا اظہار فرماتے بلکہ کئی بار انہوں نے مجھے بھی فرمایا کہ کشمیر میں خلیفہ وقت کے نائب ہوکر تم پوری طرح اصلاح نہیں کرتے اور عبدالرحیم کی

دنیوی بڑائی یا دوستی کے لحاظ کے باعث اسے سختی سے نہیں ٹوکتے ۔ خلیفہ عبدالرحیم صاحب اعلیٰ عہدہ پر ہونے اور چالیس پچاس سال کی عمر کے ہونے کے باوجود کبھی پیشانی پر بل نہ لائے حالانکہ اس وقت ان کی اولاد کا ایک حصہ بھی جوان ہو چکا تھا۔ آج کل کے زمانہ میں ایسا نمونہ شاذ ہے۔ اعلیٰ عہدہ دار خصوصاً جو خاصی عمر کے ہو جائیں اپنے والدین کی بہت کم پرواہ کرتے ہیں۔ میں نے قریب سے دیکھا ہے کہ خلیفہ صاحب مرحوم ان کی بیگم صاحبہ ان کے بچے سب خلیفہ نورالدین صاحب بزرگوار کی خدمت کرنے میں انتہائی شغف سے مصروف رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو ایسی نیک اور بابرکت اولاد عنایت کرے۔

یہ نعمت سارے انعاموں کی جاں ہے
جو سچ پوچھو یہی باغ جناں ہے

ابتلاء وتاثیر دعا

تحریک حریت کشمیر کے دوران مہاراجہ صاحب آپ پر ناراض ہو گئے اور کچھ عرصہ کے لئے آپ کو ملازمت سے بھی الگ کر دیا۔ جب اسسٹنٹ ریونیو سیکرٹری و اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری کی آسامیاں خالی ہوئیں تو اس زمانہ میں ریاست کا ریونیو منسٹر انگریز تھا۔ خلیفہ صاحب نے اسسٹنٹ سیکرٹری کی آسامی کے لئے سعی کی۔ چنانچہ ریاست کی کابینہ نے سفارش کر کے کاغذات مہاراجہ کی منظوری کے لئے بھیج دئے۔ کافی عرصہ تک منظوری نہ آئی۔ حضرت خلیفہ نورالدین صاحب مرحوم دعا کر رہے تھے۔ انہوں نے رویا میں دیکھا کہ خلیفہ عبدالرحیم صاحب والے کاغذ پر ایک لمبی لکیر کے بعد مہاراجہ صاحب کے دستخط ثبت ہیں چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ کچھ وقفہ کے بعد یہ کام ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی

ہوا۔مہاراجہ صاحب نے خلیفہ صاحب کو اسسٹنٹ سیکرٹری بنانے کی منظوری تو دے دی مگر ساتھ ہی کسی وہم کے ماتحت یہ خفیہ ہدایت کی کہ انہیں انگریز وزیر کے ساتھ نہ لگایا جائے چنانچہ آپ کو اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری لگایا گیا مگر آپ کا کام ایسا اعلیٰ تھا کہ چند سالوں کے بعد ترقی کر کے ہوم سیکرٹری ہو گئے۔

تقسیم ملک کے چند ماہ بعد آپ پاکستان میں آ کر سیالکوٹ میں مقیم ہو گئے۔ان کے وسیع تجربہ کی بنا پر سردار محمد ابراہیم صاحب سابق صدر حکومت آزاد کشمیر نے انہیں ریونیو سیکرٹری مقرر کیا مگر برا ہو تعصب کا بعض ریاستی لیڈروں نے جن میں سے بعض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے پروردہ بھی تھے احسان فراموشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ذمہ دار آسامیوں سے احمدیوں کی علیحدگی کی تحریک شروع کی تو اس میں پہلا نمبر میرا تھا اور دوسرا نمبر غالباً محترم خلیفہ صاحب کا تھا حالانکہ ہمارے کام کے سب معترف تھے صرف احمدیت سے بغض نے ان کو اس غلط روی پر آمادہ کیا تھا۔

استغنا

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے زمانہ میں بدانتظامی اور ظلم کی بناء پر انگریزوں نے ریاست میں ایک کونسل بنا دی تھی۔جس زمانہ میں خلیفہ عبدالرحیم صاحب راجہ ہری سنگھ کے پرسنل سٹاف میں شامل ہوئے اس زمانہ میں راجہ صاحب سینئر کونسل ہونے کے علاوہ ولی عہد ریاست بھی تھے۔راجہ ہری سنگھ کی بعض بدعنوانیوں کی بناء پر ان کی سخت بدنامی ہوئی اور محل کے اندر اور باہر تحریک شروع ہوئی کہ ہری سنگھ کو ولی عہدی سے الگ کر کے راجہ پونچھ کے ایک لڑکے کو (جو مہاراجہ گلاب سنگھ کے چھوٹے بھائی دیان سنگھ کی نسل سے تھا) ولی عہد بنایا جائے۔اس میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی سینئر مہارانی پیش پیش تھی

چنانچہ دونوں جانب سے تگ ودو شروع ہوئی اور گورنمنٹ آف انڈیا کے پاس میمورنڈم جانے لگے۔ راجہ ہری سنگھ ہشیار آدمی تھا وہ پتہ لگا لیتا کہ اس کے خلاف محل میں کیا سازش ہو رہی ہے اور اس کے توڑنے کے لئے کوشش کرتا۔

اس زمانہ میں وہ جو خطوط وائسرائے ہند یا دیگر اعلیٰ افسروں کو بھیجتا وہ خلیفہ عبدالرحیم صاحب ٹائپ کرتے۔ راجہ ہری سنگھ کے مخالفوں نے سینئر مہارانی کی طرف سے خلیفہ صاحب کو ہزاروں روپے کا لالچ دیا کہ وہ ان خطوط کی نقول انھیں دیدیں مگر خلیفہ صاحب نے انکار کیا حالانکہ مہارانی نے یہ لالچ بھی دلایا کہ اگر خلیفہ صاحب کو یہ ڈر ہو کہ ہری سنگھ حکمران ہونے کے بعد انھیں تنگ کرے گا تو وہ ریاست سے باہر ان کے لئے اتنی جائداد خریدنے کا انتظام کرادیگی جس سے ساری عمران کا بافراغت گذر ہو سکے مگر خلیفہ صاحب نے انکار کر دیا۔ یہ ان کے اعلیٰ کریکٹر اور استغنا کی اعلیٰ درجہ کی مثال ہے چنانچہ تحریکِ حریّت کشمیر سے قبل مہاراجہ ہری سنگھ نے کئی بار اپنے مہمان مہاراجاؤں کے سامنے فخر سے ذکر کیا کہ خلیفہ عبدالرحیم میرا نہایت وفادار ملازم ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا اعتماد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خلیفہ عبدالرحیم صاحب پر بہت اعتماد فرماتے تھے اور ان کے مشورہ کی از حد قدر کرتے تھے۔ ایک بار ایک دوست نے مرکز میں ایک نامناسب رپورٹ صوبائی انتخاب کے متعلق بھیج دی خلیفہ صاحب مرحوم مجلس انتخاب کے صدر تھے چنانچہ خلیفہ صاحب سے رپورٹ طلب ہونے پر حضرت صاحب نے خلیفہ صاحب کی رپورٹ کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

تحریک حریت کشمیر

خلیفہ صاحب مرحوم نے تحریک حریت کشمیر میں ایسی خدمات سرانجام دیں جن کا ہر کشمیری لیڈر معترف ہے لیکن ان میں سے اکثر پردہ راز میں رہیں شیخ محمد عبداللہ صاحب خلیفہ صاحب کی قدر کرتے تھے چوہدری غلام عباس صاحب سے بھی خلیفہ صاحب کے دوستانہ تعلقات رہے۔

احمدیہ مساجد سری نگر و جموں

سری نگر و جموں کی احمدی مساجد کی بنیاد و تعمیر میں خلیفہ عبدالرحیم صاحب کا بڑا حصہ تھا۔ سری نگر میں مسجد احمدیہ کے لئے زمین دینے کا حکم مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے دیا تھا مگر ہمارے احباب نے جب بھی اور جہاں زمین تجویز کی اس کی منظوری نہ ہوسکی۔ میں نے یہ حالات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں عرض کئے۔ حضور نے فرمایا کہ جہاں زمین ملتی ہے لے لو اور مسجد بنا لو۔ حضور نے محترم چوہدری اسداللہ خان صاحب بارایٹ لا (برادر اصغر حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب) کی زیر سرکردگی ایک وفد وزیراعظم ریاست جموں و کشمیر کے پاس بمقام جموں بھیجا (کیونکہ سردیوں کے باعث دربار و دفاتر جموں آئے ہوئے تھے) وزیراعظم نے چوہدری صاحب کی گفتگو سے یہ محسوس کیا کہ یہ بڑا ظلم ہے کہ احمدیہ مسجد سری نگر کے لئے زمین عنایت کرنے کا حکم آنجہانی مہاراجہ کے زمانہ سے تو ہو چکا ہے مگر کسی مخصوص رقبہ کا قبضہ نہیں دیا گیا چنانچہ اس نے گورنر صاحب کو حکم دیا کہ زمین تجویز کر کے فوراً قبضہ دیا جائے چنانچہ یہ حکم ملنے پر گورنر صاحب کشمیر محترم خلیفہ صاحب مرحوم کے مکان پر خود گئے اور خلیفہ صاحب کو ساتھ لے

کر چند ایک موزوں مقامات دکھائے ۔ بعد میں خلیفہ صاحب نے مجھ سے مکرم خواجہ غلام نبی صاحب گلکار (آزاد کشمیر حکومت کے پہلے سربراہ) اور دیگر احباب سے مشورہ کر کے سری نگر کی تحصیل سے ملحق رقبہ کے لئے درخواست کی جس کا چند دنوں میں قبضہ مل گیا ۔ حضرت صاحب کو میں نے اطلاع کی تو حضور نے پسند فرماتے ہوئے مبارک باد دی ۔ ہم نے فی الفور مسجد کمیٹی کی تشکیل کر کے خلیفہ صاحب مرحوم کو اس کا صدر بنایا ان کی توجہ اور کوشش سے چار دیواری اور دو کمرے مکمل ہو سکے تھے کہ تقسیم ملک عمل میں آ گئی ۔

ایسا ہی جموں میں ان کی مساعی سے ایک صاحب نے احمدیہ مسجد کیلئے رقبہ عنایت کیا اور خلیفہ صاحب مرحوم کی کوششوں سے باموقعہ مسجد تعمیر ہوگئی ۔ فجز اہ اللہ احسن الجزاء ۔

محترم ماسٹر امیر عالم پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ کوٹلی اس زمانہ میں کچھ عرصہ کے لئے جموں میں مقیم رہے ۔ ماسٹر صاحب موصوف جب خوش الحانی سے اذان دیتے یا قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو خلیفہ صاحب مرحوم بہت خوش ہوتے ۔ انہوں نے کئی بار اس کا اظہار مجھ سے اور دیگر احباب سے کیا ۔

اطاعت نظام

تقسیم ملک سے قریباً چار سال قبل جماعت ہائے احمدیہ کشمیر کی تنظیم و تربیت کے لئے صوبائی تنظیم کا نظام عمل میں آیا احباب کی تجویز پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دوبار مجھے صوبائی امیر مقرر فرمایا ۔ خلیفہ صاحب مرحوم نے تعاون و اطاعت نظام کا بہترین نمونہ دکھایا ۔ ان کی معاونت اور مفید مشوروں نے میری ذمہ داریوں کو آسان بنا دیا اور آج تک میرے دل سے ان کے لئے دعا نکلتی ہے ۔

شفقت و دلی ہمدردی

1944ء میں میں ایک سفر سے واپس آ رہا تھا کہ شوپیاں کے قرب لاری کے حادثہ میں میرے پاؤں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ خواجہ عبدالعزیز صاحب ڈار نے مجھے سری نگر پہنچایا۔ احباب جماعت کو جب پتہ چلا تو سب نے تشویش کا اظہار کیا۔ خلیفہ صاحب مرحوم مجھے سٹیٹ ہسپتال سری نگر اپنی کار میں لے گئے۔ جب ایکس رے لیا گیا تو پاؤں کی بہت سی ہڈیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہونے کے باعث ڈاکٹروں نے تشویش کا اظہار کیا اور پاؤں درست کر کے پٹی کرنے کا کام اگلے روز پر ملتوی کر دیا تا کہ کسی ماہر سے مشورہ لے سکیں مگر مجھے اصل وجہ نہ بتلائی گئی۔ اگلے روز صبح خلیفہ صاحب کی سعی سے مہاراجہ صاحب کے پرائیویٹ ڈاکٹر (غالباً ایشنوی صاحب) مشورہ کے لئے ہسپتال میں تشریف لائے۔ دو تین ڈاکٹروں کی معیت میں وہ میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور سرجری کی چند موٹی موٹی کتب لے کر اور ایکس رے کو دیکھ کر انگریزی میں مشورہ کرنے لگے۔ ان کی گفتگو سے میں سمجھ گیا کہ پاؤں کی حالت تشویشناک ہے مگر ڈاکٹر ایشنوی صاحب نے یہ خیال کر کے کہ میں انگریزی نہیں جانتا مجھے اردو میں تسلی دینی چاہی۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب کیا آپ کا خدا پر ایمان ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر آپ میرے لئے دعا کریں۔ اس مریض اصل کیفیت سے واقف ہو چکا ہے بہر حال اس

کے بعد مجھے کلوروفارم سے بے ہوش کر کے پلاسٹر کی پٹی کر دی گئی۔ ایک دوروز بعد مجھے میری قیام گاہ پر لے آئے جو کہ دفتر اصلاح سے ملحق ایک کمرہ تھا۔ خلیفہ صاحب کے علاوہ دیگر احباب کشمیر نے جس دل سوزی سے میری خدمت کی اس کے لئے میرا رؤاں رؤاں آج تک دعا گو ہے۔

اسی سال کشمیر میں صوبائی نظام قائم ہوا تھا اور آسنور میں جماعت ہائے کشمیر کا صوبائی جلسہ سالانہ تھا۔ پاؤں کی تکلیف کے باوجود میں نے جلسہ میں شرکت کا فیصلہ کیا۔ خلیفہ صاحب مرحوم مجھے شوپیاں تک کار میں لے گئے وہاں سے آگے احباب ایک ڈولی سی بنا کر مجھے آسنور لے گئے۔ چونکہ قریب کے ایک موضع میں غیر احمدیوں نے بھی ہمارے بالمقابل جلسہ کا انتظام کیا اس لئے پولیس اور مجسٹریٹ بھی موقعہ پر آئے ہوئے تھے مگر پولیس کا رویہ مخالفانہ تھا وہ چاہتے تھے کہ تصادم ہوتو ہم احمدیوں کے معزز وسرکردہ آدمیوں کو گرفتار کرلیں۔ موقع کی نزاکت کے پیش نظر میں چار پائی جلسہ گاہ میں بچھوا کر اکثر وقت خود وہاں موجود رہتا۔ ہمارے نوجوانوں کو بھی جوش آتا کہ وہ بھی غیر احمدیوں کی اشتعال انگیز حرکات کا جواب دیں مگر میں انہیں منع کر دیتا۔ آخر کار انہوں نے میرے عزیز شاگرد اور اخبار اصلاح میں میرے شریک کار مولوی عبدالغفار ڈار صاحب فاضل کو اثر انداز کرنے کے لئے میرے پاس بھجوایا تو میں نے انہیں کہا کہ میں حالات کا جائزہ لینے کے بعد حکم دیتا ہوں کہ آئندہ ایسا

کوئی امر میرے سامنے پیش نہ کیا جائے ۔شاباش ہے ان نوجوانوں پر کہ انہوں نے بروقت اپنے جوش کو دبا کر سلسلہ کے وقار کو قائم رکھا۔ اس وقت اکثر احباب نے محسوس کیا کہ جلسہ میں میری شرکت کا فیصلہ درست تھا۔

یہ غالباً صرف ایک ہی موقعہ تھا کہ میں نے اپنی صوبائی امارت کے عہدہ کے دوران میں حکم کا لفظ استعمال کیا۔اس موقعہ پر محترم خلیفہ عبدالرحیم صاحب مرحوم اور مکرم میر عبدالرحمٰن صاحب مینجر مرحوم کے مشورے میرے شامل حال رہے۔

قابلِ ذکر حسن سلوک

اس دور مصیبت میں احباب نے میری کمزوریوں اور نااہلیوں کے باوجود اظہار شفقت ہمدردی ومحبت کیا۔احباب کشمیر بھی اس سے متأثر تھے۔جلسہ سالانہ 1961ء پر میں اپنے عزیز کشمیری شاگرد مولوی عبداللطیف صاحب کے ہاں مقیم تھا محترم خلیفہ عبدالرحیم صاحب اور صاحبزادے خلیفہ عبدالمنان صاحب تکلیف فرما کر ملاقات کے لئے تشریف لائے ۔اگلے روز میں اور میرا لڑکا عزیزم رحمت اللہ خلیفہ صاحب مرحوم کی قیام گاہ پر گئے ۔خلیفہ صاحب دیر تک اظہار اخوت و محبت کرتے رہے ان کا یہ نمونہ ایسا پر اثر تھا کہ جلسہ سے واپس آنے کے بعد میرا لڑکا رحمت اللہ بار بار اس کا تذکرہ کرتا رہا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترم خلیفہ صاحب مرحوم کو جنت

الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے اور ان کی اولاد کا خود حافظ و ناصر ہو۔آمین۔ 1؎

مکرم خلیفہ جمیل احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

''خلیفہ عبدالرحیم صاحب میرے تایا جان تھے۔ 1962ء میں جب میرے ابا جان اور امی جان پہلی دفعہ حج پر تشریف لے گئے اس دوران تایا جان ہم سب کا پتہ کرنے آئے اور کچھ دن ہمارے ہاں قیام فرمایا کہ بچے مطمئن رہیں۔

اسی طرح ایک دفعہ ہم سب سیالکوٹ تایا جان کے ہاں گئے ہوئے تھے۔ایک روز سب میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے میں اپنی پلیٹ میں کوفتے کو چمچ سے دبا رہا تھا کہ کوفتہ میری پلیٹ سے اڑ کر تایا جان کی جیب میں چلا گیا۔ چونکہ ہم سب تایا جان سے بہت ڈرتے تھے۔ میں نے کنکھیوں سے ان کی طرف دیکھا کہ خفا تو نہیں ہوئے۔لیکن وہ مسکرائے اور اپنی جیب سے کوفتہ نکال کر میری پلیٹ میں رکھ دیا۔2؎

ملازمت اور اخلاق

محترم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ تحریر کرتے ہیں کہ

''خلیفہ عبدالرحیم صاحب مرحوم نے اپنے باپ کے زیر سایہ اور ان کی تربیت کے تحت تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں تعلیم پائی اور میٹرک پاس کرنے کے بعد لاہور سے کمرشل کلاس پاس کی۔

جس کے بعد پہلے مہاراجہ ہری سنگھ کے ذاتی دفتر میں اور پھر ریاست کے مختلف دفاتر اور محکموں میں ترقی کرتے کرتے ریاست کی سیکرٹری شپ تک پہنچے ۔ان دنوں مسلمان نوجوانوں کے ولایت جانے کے بہت کم مواقع میسر ہوتے تھے مہاراجہ ان کو اپنے ساتھ باہر لے جانا چاہتے تھے لیکن خلیفہ صاحب مرحوم بمبئی سے ہی اس لئے واپس آ گئے کہ وہ کسی صورت میں داڑھی منڈانے پر تیار نہ تھے اور داڑھی سمیت مہاراجہ کو انہیں پارٹی میں شامل کرنے میں پس وپیش تھی ۔

ریاست میں بڑے بڑے ذمہ داری کے عہدوں پر فائز رہے ۔افسران بالا کا اعتماد مسلسل حاصل رہا بایں ہمہ مسلمانوں کے حقیقی خیر خواہ اور جماعت اور اسلام کے مفاد کے محافظ تھے ۔تحریک آزادیٔ کشمیر کے لیڈران کی ہدایات سے مستفیض ہوتے رہے اور آج تک باوجود اختلاف اعتقاد کے کشمیر کے بڑے بڑے سیاسی لیڈر خلیفہ صاحب مرحوم کی عزت کرتے ہیں ۔

دیندار تھے باوجود سرکاری مصروفیات کے مجھے یاد ہے جن دنوں میں جموں کالج میں پڑھتا تھا حضرت خلیفہ نورالدین صاحب امام الصلوٰۃ ہوا کرتے تھے ۔مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد جماعت کے افراد قرآن کریم کی سورتیں جو وہ دن کے وقت یاد کرتے رہتے تھے آ کر سنایا کرتے تھے اور محترم خلیفہ عبدالرحیم صاحب بھی ان میں شامل ہوتے تھے ۔خلافت کے مسئلہ پر جب جماعت میں اختلاف پیدا ہوا تو اگر چہ اس وقت میں 1914ء میں جماعت کے کئی سرکردہ

اور معزز سرکاری افسر لاہوری جماعت میں شامل ہو گئے مگر خلیفہ عبدالرحیم صاحب نے فوراً بیعت کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے بعد میں سلسلہ کے لئے انہیں بہت مفید وجود بنایا۔

تقسیم ملک کے بعد آپ جموں وکشمیر کی ریاست کو خیر باد کہہ کر سیالکوٹ میں مقیم ہو گئے اور جماعت کے کاموں میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ مقامی مجلس عاملہ کے رکن تھے اور محترم امیر صاحب کے مشیر خاص تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے خاص عقیدت تھی حضور بھی ان پر نظر شفقت فرماتے تھے۔ خلیفہ صاحب مرحوم کا دستور تھا کہ اپنی ہر ضرورت اور تکلیف میں حضور سے مشورہ اور رہبری طلب کرتے تھے اور اکثر اس مقصد کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے جس سے ان کے اخلاص اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیوی لحاظ سے بھی اپنے خاص فضل سے نوازا۔ پانچ لڑکے عزیزان عبدالمنان، عبدالوہاب، عبدالمومن، عبدالوکیل اور عبدالعزیز ماشاء اللہ شادی شدہ ہیں۔ الغرض اولاد اور ظاہری دنیاوی آسائش کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ خوش قسمت تھے۔ پھر راسخ العقیدہ احمدی مخلص دیندار، عابد، مہمان نواز اور ملنسار تھے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور پسماندگان کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو اور ان کی وفات کے بعد ان میں سے ہر ایک کو دین کا عاشق صادق بنائے رکھے۔

خلیفہ صاحب مرحوم اپنی اہلیہ (جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت

زیرک اور دیندار ہیں) اور ہمیشہ (جو میری ممانی ہیں) کے ساتھ اس دسمبر میں قادیان اور اگلے سال حج پر جانے کا پروگرام بنا رہے تھے کہ اچانک بلاوا آ گیا اور وہ اپنے اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ 3

خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب اپنی کتاب ''داستان کشمیر'' میں خلیفہ عبدالرحیم صاحب کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

خلیفہ عبدالرحیم صاحب

''خلیفہ نورالدین صاحب کے بعد اس خاندان کے دوسرے بڑے بزرگ خلیفہ عبدالرحیم صاحب مرحوم تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کا ثمر تھا اور ان کا شمار بھی حضور کے رفقاء میں آ گیا اس سے بڑھ کر ان کی اور کیا عظمت بیان ہو سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرا اس خاندان سے دیرینہ اور گہرا تعلق رہا ہے اور ہے۔ خلیفہ عبدالرحیم صاحب ریاست میں بڑے بڑے عہدوں پر متمکن ہوئے۔ مسجد احمدیہ سرینگر کی تعمیر اور بنیاد انہی دو بزرگوں کی یادگار ہے۔ اس مسجد احمدیہ کا ذکر تفصیلاً گزر چکا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ پہلی منظوری جماعت احمدیہ کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ میں ہوئی تھی مگر کوئی پرسان حال نہ ہوا اور افسران نے تو بہرحال اپنی بے نیازی اور شان حاکمی یہی سمجھ رکھی تھی کہ ان کے ہاتھوں کوئی کارخیر سرزد نہ ہو۔ آخر منشاء الٰہی تو بہرحال بڑی اہمیت کی بات ہے۔ ایک وقت آیا

ہے کہ گورنر اپنی کرسی چھوڑ کر خود خلیفہ عبدالرحیم صاحب کے پاس پہنچا اور اس کے بعد جس طرح بھی ہوا موجود جگہ پر مسجد احمدیہ تعمیر ہوگئی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ کی منظوری کا میں نے عمداً اس لئے بھی حوالہ دیا ہے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ سے لیا ہی لیا ہے کچھ بھی نہیں، حضرت مرزا بشیرالدین صاحب کو کشمیر سے محبت تھی کشمیریوں کے لئے حصول آزادی کے تمام تر ضروری اور ابتدائی مراحل حاصل کرنے کے بعد وہ کبھی چار دن کے لئے سرینگر کی سیر کو بھی نہیں آ سکے۔ خلیفہ عبدالرحیم صاحب کے حالات زندگی بھی احمدیہ لٹریچر میں جگہ جگہ پڑھنے کو ملتے ہیں۔ ذاتی تعلقات کا مجھے یہ واقعہ یاد ہے کہ جب خاکسار ریاست جموں وکشمیر کی اسمبلی کے لئے سرمائی اجلاس میں کارروائی دیکھنے اور لکھنے کے لئے جموں آیا کرتا تھا تو میرا قیام انہی کے گھر میں ہوتا تھا۔ ایک دفعہ میرے عزیز کی شادی میں شرکت کے لئے میں نے بطور خاص اپنے گاؤں آنے کی دعوت دی تو وہ تشریف لے آئے رات کو سو گئے تو صبح ہمارا گاؤں گزوں برف کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس واقعہ کی وجہ سے ان کا قیام دو تین دن تک ممتد رہا۔ یوں مسلمانان ریاست کے لئے ان کا وجود بڑا ہی غنیمت ثابت ہوا اور وہ واقعات بھی تاریخ کشمیر کا حصہ ہیں اور ان کی تفصیلات طویل ہیں۔ تاریخ کشمیر کے اوراق میں وہ کارنامے جگہ جگہ بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔'' 4؎

خلیفہ عبدالرحیم صاحب (آف جموں) کی خدمات اور بینرجی کا لرزہ خیز بیان

اس زمانہ میں ریاست کی کلیدی اسامیوں پر ڈوگروں اور کشمیری پنڈتوں کا قبضہ تھا (الا ماشاء اللہ) اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے مسلمانانِ کشمیر کو یہ بھی تلقین کی جارہی تھی کہ وہ ریاست کی ملازمت میں زیادہ سے زیادہ آگے آنے کی کوشش کریں اور جو مسلمان ان آسامیوں پر ہیں وہ مسلمانوں کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں۔ حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی کے فرزند خلیفہ عبدالرحیم صاحب ان غیور افسروں میں سے تھے جنھوں نے دورِ ملازمت میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ تحریک آزادی کے سلسلہ میں آپ کی شاندار مساعی کا ذکر آئندہ بھی آئے گا۔ مگر واقعاتی ترتیب کے لحاظ سے یہاں ہم ان کے اس کارنامے کا ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ خاص طور پر انہوں نے ریاستی وزراء سر ایلبین بینرجی اور مسٹر ویکفیلڈ کے سامنے صحیح اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے واضح کیا کہ کس طرح ۹۵ فیصدی مسلمان اکثریت بے انصافی اور جبر و تشدد کا شکار ہو رہی ہے۔

چوہدری ظہور احمد صاحب (آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ پاکستان) خلیفہ عبدالرحیم صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> ''خلیفہ عبدالرحیم صاحب (جو بعد میں ہوم سیکرٹری حکومتِ جموں وکشمیر بنے) انہی ریاستی افسروں میں سے ایک تھے جن کی قومی خدمات کو مسلمانانِ جموں وکشمیر کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ یہ ان دنوں

کی بات ہے جبکہ سر البلین بینر جی اور مسٹر ویکفیلڈ ریاست کے وزراء میں شامل تھے اور مہا راجہ پر چھائے ہوئے تھے۔ خلیفہ عبدالرحیم صاحب جو مسلمانوں کی حالتِ زار سے بخوبی واقف تھے اپنی قابلیت محنت اور دیانت داری کی وجہ سے اپنے بالا افسران یعنی وزراء کے دلوں میں بھی ایک خاص مقام پیدا کر چکے تھے۔ انہوں نے ان وزراء کے سامنے مردم شماری کے اعداد وشمار رکھے اور اس کے مقابل ملازمتوں میں ان کا تناسب بتایا۔ جو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھا۔ ہندو ساری ریاست پر چھائے ہوئے تھے تجارت پر تو کلیۃً ہندوؤں کا ہی قبضہ تھا۔۔۔۔ پلیٹ فارم کی بھی کوئی آزادی نہ تھی۔ انجمن بنانے کی ممانعت تھی۔ مسلمانوں کے اوقاف پر ریاست کا قبضہ تھا بعض مساجد مال گوداموں کے طور پر استعمال ہو رہی تھیں۔ یہ ساری باتیں سر بینر جی اور مسٹر ویکفیلڈ کے نوٹس میں لائی گئیں۔''

خلیفہ عبدالرحیم صاحب کی اس جدو جہد کا نتیجہ یہ رُونما ہوُا کہ ہندوستان کے مشہور مدبر اور سیاست دان سر البلین بینر جی ریاست کشمیر میں دو تین سال تک وزیر خارجہ وسیاسیات رہنے کے بعد مستعفی ہو گئے اور استعفاء کے فوراً بعد ایسوشی ایٹڈ کے نمائندہ کو اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر مسلمانانِ کشمیر کے متعلق ایک اہم بیان دیا جو اخبار سٹیٹسمین (States man) کلکتہ نے حسبِ ذیل رائے کے ساتھ شائع کیا۔5

خلیفہ عبدالرحیم صاحب نے باوجود ریاست کا ملازم ہونے

اور نمایاں عہدہ پر ہونے کے تحریک آزادئ کشمیر میں بھر پور حصہ لیا۔ ریاست سے باہر کے مسلمانوں کو کشمیری مسلمانوں پر ہونے والے مظالم اور تحریک آزادئ کشمیر کو دبانے کے سلسلہ میں کی جانے والی ریاستی کاروائیوں سے باخبر رکھنے کے لئے جو کوششیں کیں ان کی وجہ سے ریاستی حکام آپ کو شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے آپ کو ملازمت سے الگ بھی کر دیا گیا۔ پھر بھی آپ کی شاندار خدمات کو سہراتے ہیں۔ چنانچہ نامور صحافی عبدالحمید قرشی آپ کی مساعی جمیلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اپریل 1930ء کا آغاز تھا کہ میں اپنے محترم دوست خلیفہ عبدالرحیم کے ساتھ جموں سے لاہور آیا اور ہم نے طے کیا کہ مہر اور سالک کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے سامنے کشمیر کے مسلمانوں کی مظلومی کی داستان پیش کر دی جائے اور اُن سے کہا کہ وہ کشمیر کے مسلمانوں کی آڑے وقت میں امداد فرمائیں، لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر حکومتِ کشمیر کو یہ پتہ چل گیا یا کوئی تحریر اُس کے ہاتھ آ گئی، تو ہمیں سرکاری نوکری سے جواب مل جائے گا۔ (خلیفہ عبدالرحیم سیکرٹریٹ میں گزٹیڈ افسر تھے اور میں سٹینو تھا) اس خوف کو دل میں لئے ہوئے ہم ''انقلاب'' کے دفتر میں، جو اُن دنوں دل محمد روڈ پر واقع تھا، داخل ہو گئے۔ مہر اور سالک کے متعلق دریافت کیا گیا، تو ہمیں ایک کمرہ بتایا گیا اور ہم اجازت لے کر اُس میں داخل ہو گئے۔ یہ تھی مہر اور سالک سے میری پہلی ملاقات۔ ہم

نے ڈرتے ڈرتے اپنا مدعا عرض کیا، تو دونوں بزرگوں نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ ہم ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں اور انشاءاللہ۔6

خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب اپنے بڑے بھائی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''میرے بڑے بھائی خلیفہ عبدالرحیم صاحب سابق ہوم سیکرٹری ریاست جموں وکشمیر جن کا حال میں ہی اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے سیالکوٹ میں مورخہ نومبر 1962ء بروز جمعہ بوقت 2 بجے دوپہر انتقال ہوا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے والہانہ محبت رکھنے والے پابند صوم وصلوٰۃ اور خادم سلسلہ بزرگ تھے۔ آپ کافی عرصہ سے سیالکوٹ کی جماعت کے سیکرٹری امور عامہ تھے اور بابو قاسم الدین صاحب امیر جماعتہائے ضلع سیالکوٹ کے مد اور معاون تھے۔ جناب امیر صاحب اپنے ضلع کے دوروں میں اکثر بھائی صاحب کو ساتھ لے جاتے۔ اور بھائی صاحب بھی بلا چون وچرا ان کے ساتھ چل پڑتے۔ حالانکہ اب انکی عمر اور صحت دیہاتی سفروں کے قابل نہ تھی۔ 70 سال کی عمر کے باوجود انکی عام صحت اچھی تھی۔ مگر چند سالوں سے انہیں ہائی بلڈ پریشر کی تکلیف تھی جس کی وجہ سے انہیں کھانے میں احتیاط کرنی پڑتی تھی۔ جس کا سفر میں میسر آنا ممکن نہ تھا۔

ان کے اخلاص کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ملاقات کے لئے نخلہ میں حاضر ہوئے اور 30,29,28 / اکتوبر 1962ء کو انصاراللہ مرکزیہ ربوہ کے اجتماع

میں شریک ہوئے اور پھر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور سلسلہ کے دوسرے بزرگوں سے ملاقات کر کے آئے تھے۔ واپس آ کر وفات سے دو تین دن پہلے مکرم بابو قاسم الدین صاحب امیر ضلع کے ساتھ کسی گاؤں میں بھی گئے اور اس سفر میں تین چار میل انہیں پیدل چلنا پڑا۔ آپ آخری سانس تک خدمت دین میں مصروف رہے۔ 7؎

حضرت خلیفہ عبدالرحیم کی وفات

جب خلیفہ عبدالرحیم صاحب کی وفات بعارضہ ہارٹ فیل ہونے کے سیالکوٹ میں ہوئی تو خاکسار میجر رحمت علی صاحب اور بہن امتہ الرفیق صاحبہ کے ساتھ راولپنڈی سے سیالکوٹ پہنچے آپ کے بیٹے داماد اور خاکسار دوسری صبح جنازہ ایک ٹرک میں لے کر اور دو کاروں میں ربوہ پہنچے۔ والد صاحب خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب اور والدہ صاحبہ کوئٹہ سے ربوہ پہنچ چکے تھے۔

دارالضیافت اس وقت قصر خلافت کے قریب مسجد مبارک کے گیٹ والی جگہ پر تھا۔ چوہدری اسداللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے آئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کا ارشاد تھا کہ جب جنازہ پہنچے تو انہیں اطلاع دی جائے وہ جنازہ خود پڑھائیں گے۔ چونکہ ان کی طبیعت ناساز تھی اس لئے جنازہ ان کی کوٹھی ''البشریٰ'' لے جایا گیا۔ ہم چند احباب امیر صاحب بابو قاسم الدین صاحب والد صاحب کے ساتھ اندر گئے۔

بوجہ بیماری اور کمزوری حضرت میاں صاحب آہستہ آہستہ چلتے تھے چند قدم چل کر رک جاتے تھے۔ ان کے دائیں طرف بابو صاحب اور بائیں طرف والد صاحب تھے۔ ان کے دائیں ہاتھ میں سوٹی تھی اور بائیں ہاتھ سے ابّا جان کا بازو تھاما ہوا تھا۔ میں بالکل پیچھے تھا۔ حضرت میاں صاحب تایا جان کی جماعت کی خدمات کی بات کر رہے تھے اور یہ کہ پچھلی دفعہ ملاقات پر کچھ کمزور لگے تھے۔ پھر دادا جان حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کے متعلق فرمایا کہ ''خلیفہ صاحب کی کاٹھی مضبوط تھی۔'' اس وقت کاٹھی کے معنے مجھے نہ آتے تھے۔

کوٹھی سے باہر آ کر سڑک پر آپ نے خلیفہ عبدالرحیم صاحب کا جنازہ پڑھایا اور جنازے کو کندھا دیا اور 7-6 قدم ساتھ گئے۔ کتبہ کی عبارت بھی تحریر فرمائی۔ 8

کتبہ کی عبارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مزار خلیفہ عبدالرحیم صاحب مرحوم

ولادت 1893ء پیدائشی احمدی وفات 9- نومبر 1962ء عمر 69 سال

نمبر وصیت 1316

خلیفہ عبدالرحیم صاحب مرحوم ایک بہت مخلص احمدی تھے اور ایک قدیم مخلص احمدی کے فرزند تھے۔ انکے والد مرحوم خلیفہ

نورالدین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بہت خدمت کا موقع ملا۔ انکے بعد خلیفہ عبدالرحیم صاحب بھی ہمیشہ خدمت اور اخلاص کے مقام پر قائم رہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

مرزا بشیر احمد ربوہ 3-3-63

محترم خلیفہ عبدالرحیم کے حالات زندگی ایک نظر میں

1910ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

1911-12ء پرنس آف ویلز کالج جموں میں ایف اے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر کالج چھوڑ کر بیٹمین کمرشل کالج لاہور میں داخل ہو گئے اور کمرشل کلاس میں داخلہ لے لیا۔ شارٹ ہینڈ کا کورس پاس کر کے پرنسپل کے اصرار پر کچھ عرصہ کے لئے کالج میں ہی ملازمت کر لی۔ پھر جموں چلے آئے اور ریونیو منسٹر کے دفتر میں بطور سٹینو گرافر ملازم ہو گئے۔

محترم خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب نے اپنے بزرگ بھائی کے بارے میں تفصیل درج کی کہ وہ ریاست سے درج ذیل عہدوں پر کام کرتے رہے ہیں۔

سٹینوٹو ریونیو منسٹر 1914-16ء

سٹینوٹو پرائم منسٹر دیوان بشن داس 1917-19ء

ہیڈ کلرک دفتر کیبنٹ سیکرٹری و راجہ ہری سنگھ 1919-20ء

سپرنٹنڈنٹ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری (مسٹر ویکفیلڈ Mr. Wakefield) راجہ ہری سنگھ 1920-25ء

سپیشل سپرنٹنڈنٹ حضور آفس (مہاراجہ ہری سنگھ کا ذاتی دفتر)

سپیشل سپرنٹنڈنٹ حضور آفس و منسٹرانو یٹنگ 1925-28ء

1919-28ء تک مہاراجہ ہری سنگھ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔

اسسٹنٹ فارن سیکرٹری 1928ء

پرسنل اسسٹنٹ ٹو فارن اینڈ پولیٹیکل منسٹر 28-1932

ویٹنگ لسٹ 1933ء وزیراعظم راجہ ہری کرشن کول

سیکرٹری ابسار لیٹیشن کمیشن 1934ء زمانہ وزیراعظم کرنل کالون

ڈپٹی ڈائرکٹر کشمیر ویلی فوڈ کنٹرول ڈیپارٹمنٹ 38-1934ء زیر ریونیو منسٹر

اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری 43-1938ء ہوم منسٹر وجاہت حسین ICS نواب جعفر علی خان لکھنوی

کنٹرولر آف سپلائیز اینڈ پرائسز اینڈ ٹیکسٹائل کمشنر کشمیر پراونس 46-1944ء زمانہ وزیراعظم Sir B.N.Rao

اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری 1946ء

ہوم سیکرٹری آزاد کشمیر 47-1946ء

ریونیو سیکرٹری آزاد کشمیر 1950ء

ڈپٹی ڈائرکٹر ری ہیبلیٹیشن 52-1951ء 9

اولادخلیفہ عبدالرحیم صاحب

1- خلیفہ عبدالمنان صاحب ٹورانٹو کینیڈا
2- امتہ العزیز صاحبہ مرحومہ
3- خلیفہ عبدالوہاب صاحب مرحوم سروس انڈسٹریز گجرات
4- امتہ الحفیظ صاحبہ مرحومہ اہلیہ اعجاز نصراللہ صاحب
5- ڈاکٹر خلیفہ عبدالمومن صاحب گلس بے کینیڈا
6- خلیفہ عبدالوکیل صاحب ٹورانٹو کینیڈا
7- امتہ الرفیق صاحبہ اہلیہ چوہدری رحمت علی کیلیگری کینیڈا
8- امتہ الحمید صاحبہ اہلیہ ظفراقبال قریشی صاحب نائب امیر اسلام آباد
9- خلیفہ عبدالعزیز صاحب نائب امیر جماعت ہائے احمدیہ کینیڈا 10؎

حوالہ جات وحواشی باب دہم

1- مضمون از مکرم مولوی عبدالواحد صاحب سابق ایڈیٹر اخبار اصلاح سری نگر کشمیر روزنامہ "الفضل" ربوہ 7 دسمبر 1962ء

2- بیان خلیفہ جمیل احمد صاحب کوئٹہ

3- مضمون خلیفہ عبدالرحیم صاحب مرحوم از میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 18 دسمبر 1962ء

4- داستانِ کشمیر صفحہ 251-252 از عبدالغفار ڈار صاحب

5- تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ 415-416 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب۔

6- بیان عبدالحمید قریشی اخبار آزاد کشمیر سیالکوٹ 9 ستمبر 1959ء

7- تحریر خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب برادر اصغر خلیفہ عبدالرحیم صاحب۔

8- تحریر خلیفہ طاہر احمد صاحب کوئٹہ ابن خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب۔

9- فہرست مرتب خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کوئٹہ۔

10- فہرست مرتبہ خلیفہ طاہر احمد صاحب

باب یازدہم

محترم خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب و محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ

مکرم خلیفہ طاہر احمد صاحب اپنے والد صاحب کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

''میرے والد خلیفہ عبدالرحمٰن مرحوم خلیفہ نورالدین صاحب جمونیؓ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحب کی اولاد تین بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ خلیفہ عبدالرحیم صاحب سب سے بڑے تھے۔ ان کے بعد غلام فاطمہ تھیں جو سردار عبدالرحمٰن صاحب مہر سنگھ کے عقد میں آئیں۔ پھر امۃ اللہ بیگم صاحب جو مستری فیض احمد صاحب کے عقد میں آئیں۔ ان سے چھوٹی خیر النساء تھیں جو جوانی میں فوت ہوگئیں۔ سب سے چھوٹے والد صاحب خلیفہ عبدالرحمٰن تھے جو 1910ء میں پیدا ہوئے اور ایک سال کے تھے کہ والدہ فوت ہوگئیں۔ ہماری دادی صاحبہ کا نام برکت بی بی تھا اور 1912ء میں وفات کے بعد بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند

فرمائے۔ والدہ کی وفات کی وجہ سے آپ کو دادا جان نے خود ہی پالا۔ آپ چار سال کے تھے جب تایا جان خلیفہ عبدالرحیم صاحب کی شادی ہوئی۔ آپ سناتے تھے کہ میں بھابھی جان کی گود میں بیٹھا ان سے پوچھتا تھا کہ میری عمر کیا ہے تو وہ بتاتی تھیں 4 سال۔ اس لئے عورتوں میں سے آپ کی کفالت بہن امۃ اللہ بیگم صاحبہ اور بھابھی غلام فاطمہ نے کی۔ تایا جان کی اولاد ابا جان سے عمر میں چھوٹا ہونے کے سبب ابا جان کی نقل میں اپنی والدہ کو بھابھی جی ہی پکارتے تھے۔

آپ نے اپنے والد اور بہن سے 5 سال کی عمر میں پوری صحت کے ساتھ قرآن کریم ناظرہ ختم کر لیا تھا۔ اور پھوپھو جان سناتی تھیں کہ لوگ کہتے تھے کہ یہ بچہ تو ماں کے پیٹ سے ہی قرآن کریم پڑھ کر آیا ہے۔ آپ کو قرآن کریم سے عشق تھا اور پوری تجوید کے ساتھ آپ اور پھوپھو امۃ اللہ صاحبہ کو باترجمہ تلاوت کرتے سنا ہے اور اسی طرح ہماری والدہ باقاعدگی سے تلاوت کرتی تھیں۔ ہم دیکھتے تھے کہ اس زمانے میں قرآن کریم پڑھنا پڑھانا اور اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا احباب جماعت کی زندگی کا اولین مقصد تھا دل سے آواز اٹھتی ہے، دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام۔ تو عاشقان کلام اللہ پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

والد صاحب چھوٹی عمر سے ہی والدہ کی وفات ہونے کی وجہ سے اپنے والد صاحب کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ چنانچہ دادا جان جب قادیان جاتے تو آپ کو ساتھ لے جاتے تھے۔ اس وجہ سے

خلیفۃ المسیح ثانیؓ کے ساتھ ملاقات بچپن سے ہی ہوتی رہتی تھی۔

جب ہم چھوٹے تھے تو بلاناغہ ہر سال جلسہ سالانہ میں شامل ہوتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وقت میں جماعت کوئٹہ کی ملاقات کی قطار میں ہم بھی کھڑے ہوتے تھے والد صاحب آگے ہوتے تھے میں نے کئی مرتبہ دیکھا کہ باقی لوگ تو ہاتھ ملا کر آگے نکل جاتے تھے مگر ابا جان کو روک کر خلیفۃ المسیح الثانی حال احوال بھی پوچھتے تھے۔ خاکسار کے استفسار پر ابا جان نے مندرجہ بالا بات بتائی۔''

بچپن میں والد صاحب کے ساتھ

قادیان جانے کا واقعہ اور حضرت صاحب سے ملاقاتیں

نیز آپ نے بتایا کہ

''جب دادا جان فوت ہوئے تھے تو جنازہ سرینگر سے جموں کے راستہ قادیان لے جایا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جنازہ پڑھایا اور قبر کی تیاری تک حضور ابا جان کے ساتھ بہشتی مقبرہ میں ٹہلتے رہے اور ابا جان سے باتیں کرتے رہے۔ قبر کی تیاری پہ دعا کرائی۔ حالانکہ وہاں بہت سے بزرگ بھی موجود تھے۔ اس سے حضور کی والد صاحب سے قربت اور شفقت ظاہر ہوئی ہے۔ اسی طرح والد صاحب سناتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سرینگر تشریف لائے تھے اور ہاؤس بوٹ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

دادا جان نے والد صاحب کو ساتھ لیا اور حضور کی ملاقات کے لئے جھیل ڈل کے کنارے پر وہیں بوٹ کے مقام پر گئے۔ وہاں پر معلوم ہوا کہ ہاؤس بوٹ کسی اور جگہ پر لے جایا گیا ہے۔ چنانچہ آپ اس مقام پر پہنچے اور حضور سے ملاقات کی اور یہ سفر کئی میل کا پیدل طے کیا۔ غالباً اسی موقع پر حضور نے دادا جان کو اپنے قریب بیٹھنے کو کہا اپنے ساتھ جگہ پر اشارہ کر کے کہا خلیفہ صاحب آپ ادھر آ جائیں۔ تو دادا جان نے کہا کہ حضور ایک مسند پر دو خلیفے کیسے سمائیں گے۔ آپ کی طبیعت میں لطیف مزاح تھا جو والد صاحب میں بھی تھا۔ ابا جان کے ساتھ خلیفۃ المسیح الثالث کا سلوک بھی مشفقانہ رہا۔ ایک مرتبہ حضور نے ابا جان کو 100 روپیہ بھی عطا کیا اور حضور کے حج بدل کی اجازت 1971ء میں مرحمت فرمائی۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ایک یادگار ملاقات

''حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کے دوران ایک دفعہ ابا جان اپنی کمزوری صحت کے بارے میں حضور سے شکایت کر رہے تھے۔ حضور نے پنجابی میں کہا۔ تہاڈا کی سن پیدائش اے۔ ابا جان نے کہا حضور 1910ء۔ حضور نے کہا ''تے میرا۔'' ابا جان نے کہا 1909ء۔ تو حضور کہنے لگے۔ ''تے فیر۔'' ابا جان کو اپنی شکایت کا جواب مل گیا۔

خلیفۃ المسیح الرابع خلیفہ بننے سے پہلے ہی ہماری فیملی سے

قریبی تعلق اور مہربانی کا سلوک رکھتے تھے۔ آپ صدر مجلس خدام الاحمدیہ تھے تو اس وقت خاکسار قائد مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ تھا۔ اس زمانے میں آپ سیدہ مریم صدیقہ وسیدہ مہر آپا حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ کوئٹہ آئے تھے اور شیخ محمد حنیف صاحب کے گھر پر قیام کیا تھا۔ تب خاکسار نے حفاظت اور باقی انتظامات کی نگرانی بحکم امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ کی تھی۔ فجر کی نماز اکثر صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب پڑھاتے ۔ مجھے یاد ہے کہ سورہ حشر کا ایک رکوع نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ صبح کی سیر پر ایک روز مجھ سے کہا کہ تمہیں پتہ ہے کہ Leftist اور Rightist کے الفاظ سب سے پہلے کس نے استعمال کئے۔

پھر بتایا کہ سب سے پہلے قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔ (اصحاب الیمن واصحاب الشمال)۔ ابا جان اور امی جان کے ساتھ بہت محبت اور عزت کا سلوک تھا۔ چنانچہ خلیفہ بننے سے تقریباً اڑھائی ماہ قبل کراچی سے سڑک کے راستے اپنی بیٹیوں اور کھوکھر صاحب کے ہمراہ کوئٹہ آئے تھے۔ غالباً 2 دن کے لئے۔ جماعت کے بہت سے دوستوں نے کھانے کی دعوت دی۔ ابا جان نے بھی غریب خانہ پر دعوت کی گزارش کی۔ آپ نے صرف ابا جان کی دعوت قبول کی اور احباب سے کہا کہ میں خلیفہ صاحب کے گھر پر کھانا کھاؤں گا اور جو دوست دعوت دے رہے ہیں وہ وہاں آ جائیں۔ مجھے خاص طور پر کہا کہ غیر احمدی دوست ضرور بلانا۔ چنانچہ میں نے

والد صاحب کی طرف سے اس کھانے میں اور ایس آر یونیگر ایڈیشنل چیف سیکرٹری ڈویلپمنٹ ، اختر محمد خاں ڈپٹی سیکرٹری اور دیگر کئی افسروں کو بلایا۔ شائد یہی وجہ تھی کہ بعد میں میرے عزیز دوست ایس آر یونیگر چیف سیکرٹری بلوچستان کے بعد اسلام آباد میں سیکرٹری ریلوے و چیئرمین ریلوے بورڈ ہوئے اور صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کے توجہ دلانے پر میں نے چناب کے ریلوے پل کی خستہ حالت (جس کے اوپر سے سڑک بھی گذرتی تھی) اور اس کی مرمت و سڑک کا نیا پل بنانے کے لئے درخواست کی۔ یونیگر صاحب نے چینوٹ میں ایک ہائی پاور میٹنگ بلائی نہ صرف پرانے ریلوے برج کی مرمت کے احکام صادر کئے بلکہ نئے برج کی تعمیر کا بھی فیصلہ محکمہ ہائی وے سے کروایا۔ جس کے نتیجہ میں سڑک کا نیا پل تعمیر ہوا۔ جزاء **کم اللہ احسن الجزاء فی الدارین خیرا.**

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے محولہ بالا دورے کے دوران غیر احمدی احباب کو بھی ایک جلسہ میں مدعو کیا گیا تھا جس میں جسٹس رشید صاحب آف بلوچستان ہائی کورٹ نے کافی سوالات کئے تھے۔ اسی طرح اور غیر احمدی احباب کے مدلل مسکت جواب میاں صاحب نے دیئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا خلیفہ عبدالرحیم صاحب کا جنازہ پڑھانے اور الفضل میں آپ کے بارہ میں تحریر کا مضمون پہلے آ چکا ہے۔ اس موقع پر حضرت میاں بشیر احمد صاحب کا ابا جان کا بازو پکڑ کر باتیں کرنا بہت اہمیت کا حامل ہے اور اس واقعہ کا خاکسار گواہ ہے۔

بعض اوقات میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ والد صاحب خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب اور اس قسم کے بہت سے دوسرے لوگ زمین پر چلتے پھرتے فرشتے اللہ تعالیٰ نے نازل کئے تھے۔ فرشتے ان لوگوں سے بڑھ کر کیا ہوں گے۔ یقیناً ان لوگوں کی زندگی مشعل راہ اور نمونہ تھی۔ والد صاحب کے فرشتہ صفت دوست احباب جو کوئٹہ میں تھے ان میں میاں بشیر احمد صاحب، ماسٹر محمد یٰسین صاحب، حاجی فیض الحق وحاجی ضیاء الحق صاحبان، مرزا معظم بیگ صاحب، شیخ محمد حنیف صاحب، شیخ محمد اقبال صاحب، خانصاحب محمد عیسیٰ جان صاحب، ماسٹر عبدالکریم صاحب، شیخ کریم بخش صاحب، قاضی شریف الدین صاحب، خانصاحب ڈاکٹر محمد عبداللہ خان صاحب، احمد اللہ خان صاحب، ڈاکٹر محمد عبدالرشید صاحب، شیخ فضل حق صاحب سبی تھے ان کے علاوہ جماعت کوئٹہ کے سید یعقوب شاہ صاحب خادم مسجد، ڈاکٹر سید بشیر احمد شاد صاحب، حافظ محمد یوسف صاحب، سید عبدالرشید شاہ صاحب، عبدالسلام خان صاحب، چوہدری بشیر احمد صاحب ALRO، حکیم محمد دین صاحب، امیر عبیداللہ صاحب ابن میر حمیداللہ صاحب، ملک غلام حسین صاحب STE ریلوے، ڈاکٹر عبدالمجید خان صاحب صحابی محمد علی خان درانی الیکشن کمشنر وغیرہ تھے۔ کوئٹہ کے پرانے بزرگوں میں محمد الیاس خان صاحب، دانشمند خان صاحب، سید عین علی شاہ صاحب، میر حمید اللہ صاحب برج انسپکٹر تھے۔ کوئٹہ سے باہر کے دوست احباب میں مولانا ابوالعطاء

صاحب ،مولانا جلال الدین صاحب شمس ، جو کہ کئی دفعہ گرمیوں کی چھٹیوں میں کوئٹہ تشریف لاتے رہے ۔مولانا ابوالعطاء صاحب نے بہائی مذہب کے بارہ میں پانچ مقالے کوئٹہ قیام کے دوران ہی تحریر کر کے جلسہ میں پانچ دن سنائے تھے ۔اس میں بہائی مرکز کوئٹہ کے چندافراد بھی شریک ہوئے تھے ۔اسی طرح مولانا دوست محمد صاحب شاہد بھی والد صاحب سے شفقت کا سلوک رکھتے تھے ۔خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب، شیخ محبوب عالم خالد صاحب، چوہدری شبیر احمد صاحب تحریک جدید ربوہ، خواجہ عبدالرحمٰن صاحب آف سیالکوٹ، بابو قاسم الدین صاحب، اسلم سیٹھی صاحب سیالکوٹ تھے۔

مندرجہ بالا احباب میں بہت سے صاحب کشوف ورویائے صادقہ تھے اور نیکی اور تقویٰ میں یکتائے روزگار نمونہ تھے۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز　　کبوتر با کبوتر باز بہ باز

شیخ محبوب عالم صاحب خالد کے علاوہ خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب اور خانصاحب محمد عیسیٰ جان صاحب کی والد صاحب سے بہت محبت تھی ۔والد صاحب بھی ان تینوں فرشتہ صفت قریبی دوستوں کی دل سے قدر کرتے تھے ۔خانصاحب محمد عیسیٰ جان صاحب سے ملاقات کے لئے خاکسار ٹورانٹو میں حاضر ہوا اُس وقت ان کی عمر 92سال تھی ۔ان کے بڑے بیٹے دانیال خان صاحب نے کہا کہ ابا جان کی یادداشت کمزور ہے اور بعض اوقات مجھے بھی نہیں پہچان سکتے میں دیکھتا ہوں آپ کو پہچانتے ہیں کہ نہیں ۔دانیال نے

خانصاحب سے پوچھا اباجان کوئٹہ میں آپ کے سب سے عزیز دوست کون تھے۔خانصاحب نے جواب دیا خلیفہ عبدالرحمٰن۔دانیال صاحب نے کہا یہ ان کے بیٹے ہیں۔خانصاحب فوراً بولے تم طاہری ہو۔بڑے ہو گئے ہو۔اس واقعہ سے والد صاحب سے خانصاحب کی دوستی اور محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔آمین

سید واجد علی صاحب اور سید مراتب علی صاحب کا خاندان اہل تشیع ہمدانی اور اثناعشریوں میں ایک اونچا مقام رکھتا تھا ان کے والد صاحب سید حسین شاہ شریف النفس نیک سیرت بزرگ تھے اور انجمن اثناعشریہ کے تاعمر جنرل سیکرٹری رہے۔یہ ہمارے محلے دار تھے اور دونوں بھائی میرے چھوٹے بھائیوں جمیل احمد اور خلیل احمد کے دوست تھے اور زیر تبلیغ بھی۔خاکسار خدمت خلق کے جذبہ سے مراتب علی کو انگریزی اور دیگر مضامین پڑھایا کرتا تھا۔اسی طرح جماعت کوئٹہ کے بعض سائنس سٹوڈنٹس کو بھی چھٹیوں اور امتحانات کے قریب۔دونوں بھائیوں نے جب انجینئرنگ کالج میں پڑھتے تھے۔بیعت کر لی۔ان کی والدہ کی طرف سے سخت مخالفت ہوئی۔سید مراتب علی عین جوانی میں فوت ہو گئے جبکہ وہ واپڈا میں XEN تھے۔

والد صاحب کی وفات پر سید واجد علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم نے جماعت احمدیہ آپ کے والد صاحب کو دیکھ کر قبول کی اور میں ایک مضمون ان پر لکھنا چاہتا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔ ہمارے لئے آپ کے والد صاحب ہی مسیح موعود تھے۔ ان کی نیکی، تقویٰ اور نمونہ کو دیکھ کر ہم سوچتے تھے کہ اگر مسیح موعود کی تعلیم نے یہ شخص بنایا ہے تو وہ خود کیا ہوں گے۔ چنانچہ ہماری بیعت کرنے کی وجہ آپ کے والد صاحب کا نمونہ اور طرز زندگی تھا۔ شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت نیک، تقویٰ شعار، فرشتہ سیرت انسان ہیں آج کل لاہور میں واپڈا میں چیف انجینئر ہیں اور واپڈا کے قابل ترین افسروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

والد صاحب نے پرنس آف ویلز کالج جموں سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے پرنسپل شیخ نذر محمد صاحب تھے جو پنجاب یونیورسٹی کے پہلے مسلمان گریجویٹ تھے۔ (ان کے بھائی شیخ محمد حسین صاحب جج صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے نانا تھے۔) والد صاحب حصولِ تعلیم کے بعد محکمہ کسٹم میں ریاست کشمیر میں اسسٹنٹ انسپکٹر کسٹم وایکسائز ملازم ہوئے۔ رشوت نہیں لیتے تھے اس لئے بعض تاجر انتظار کرتے تھے کہ اپنا مال اس وقت پاس کرائیں جب آپ کی ڈیوٹی نہ ہو۔ پاکستان بننے کے بعد اکاؤنٹنٹ انجینئرنگ سکول رسول۔ مینجر نارتھ ویسٹرن ریلوے ٹرانسپورٹ پشاور اور مینجر نارتھ ویسٹرن ریلوے ٹرانسپورٹ لائلپور (فیصل آباد)۔ بعد میں ریلوے نے یہ ٹرانسپورٹ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ (پنجاب ٹرانسپورٹ) کو دے دی اس طرح والد صاحب بھی اس میں اسسٹنٹ ٹریفک مینجر مقرر

ہوئے۔ اس وقت اس کے جنرل مینجر ایک انگریز افسر میجر موس (Maj. Moss) تھے۔ وہ ابا جان کو ایک باکردار، راست باز اور ایماندار شخص کے جانتے تھے اور بہت پسند کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے والد صاحب کو سپئیر پارٹس کی خریداری کا کام سونپا۔ آپ یہ کام بہت محنت سے کرتے تھے اور نہ خود رشوت لیتے تھے اور نہ اوپر پہنچاتے تھے۔ دکاندار بھی حیران تھے اور بہت عزت واحترام کی نگاہ سے والد صاحب کو دیکھتے تھے۔ البتہ دیسی افسر چین بہ جبین تھے۔ میجر موس کے پاکستان سے جانے کے بعد ایک پاکستانی دیسی افسر جنرل مینجر مقرر ہوئے اور والد صاحب کے لئے مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے ہو گئے کیونکہ وہ سپئیر پارٹس کی خرید پر ایسا آدمی دیکھنا چاہتے تھے جو ان کے مطالبات پورے کرے اور مال حرام خود بھی کھائے ان کو بھی کھلائے۔ یہ لوگ گاہے بگاہے والد صاحب کو تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔

چنانچہ 1953ء کے فسادات میں (جب احمدیوں پر لاہور میں حملے کئے گئے اور لاہور میں بعد میں مارشل لاء لگایا گیا) والد صاحب کو مروانے کی کوشش بھی ان افسروں کی طرف سے ہوئی۔ ملازمت کے حالات بہت بگڑنے کے بعد والد صاحب نے استعفیٰ دے دیا اور کاروبار کرنے کا ارادہ کیا۔

جب اس ارادہ کا ایک سپئیر پارٹس ڈیلر بھٹی صاحب نے سنا (پورا نام یاد نہیں جن کی لاہور سرکلر روڈ پر دکان تھی) تو انہوں نے

والد صاحب کو کہا کہ بزنس کے لئے تو پیسہ چاہئے آپ کے پاس پیسے ہیں؟ آپ کے انکار پر انہوں نے تیس ہزار روپیہ والد صاحب کو دیا اور کہا کہ جب آپ سے ہو سکے مجھے واپس کر دیں اور اس سے آپ اپنا کام کریں۔ مزید کہا کہ میں نے آپ کو پہلا آدمی پایا ہے جو خرید سپئیر پارٹس میں رشوت نہیں لیتا رہا۔ چنانچہ چند سال بعد والد صاحب نے بھٹی صاحب کو پیسے لوٹا دیئے۔

تجارت شروع کرنے میں خواجہ عبدالرحمٰن صاحب آف سیالکوٹ نے والد صاحب کی راہنمائی اور مدد کی۔ آپ کا والد صاحب کے ساتھ دوستانہ اور محبت بھرا سلوک ہمیں خوب یاد ہے۔ طبیعت کے کھرے اور دبنگ شخص تھے۔ آپ کے دو تین بھٹہ خشت تھے اور سیالکوٹ کے بھٹہ خشت ایسوسی ایشن کے صدر بھی تھے۔ انہوں نے والد صاحب سے کہا کہ آپ کوئٹہ جا کر وہاں سے ہمیں کوئلہ بھجوائیں اور مَیں ایسوسی ایشن کے ذریعے کوئلہ منگوا کر باقی لوگوں سے بھی کہوں گا کہ وہ بھی اس ذریعہ سے کوئلہ لیں۔ چنانچہ والد صاحب کا کاروبار خوب چلا کیونکہ وہ کمیشن بہت کم لیتے تھے اور بہت محنت سے اچھا کوئلہ لوڈ کرواتے تھے۔ چند ہی دنوں میں کوئلہ کے سب سے بڑے ایجنٹ بن گئے اور کوئٹہ ہمارا مستقل وطن و مسکن قرار پایا۔ جن کاروباری لوگوں سے آپ کا تعلق تھا ان کا کہنا تھا کہ خلیفہ صاحب کی زبانی بات لوگوں کی لکھی ہوئی تحریر سے بھی زیادہ پکی اور قابل اعتبار ہوتی ہے۔

پرانے ایجنٹ مخالف بن گئے گو کہ عزت و احترام بھی کرتے

تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ والد صاحب کی گاڑیاں سیالکوٹ کے مختلف سٹیشنوں کے لئے سپینرنڈ سے لوڈ ہو رہی تھیں۔ والد صاحب لوڈ کرانے وہاں نہ جا سکے تھے۔ ایک مخالف نے والد صاحب کی گاڑیوں میں کوڑا کرکٹ وپتھر اور گندا کوئلہ لوڈ کروایا اور اپنی گاڑیوں میں نہایت اعلیٰ کوئلہ، شام کو مائن کا مالک وہاں گیا تو لیبر نے کہا کہ فلاں کول ایجنٹ نے ان گاڑیوں میں تو نہایت خراب مال لوڈ کروایا ہے اور فلاں فلاں میں اچھا مال، وہ مائن اونر والد صاحب کی بہت عزت کرتا تھا چنانچہ وہ سپیزنڈ کے سٹیشن ماسٹر سے ملا اور اچھے کوئلے والی ویگنیں والد صاحب کے سٹیشنوں پر بھجوائیں اور بُرے مال والی گاڑیاں اس معاندایجنٹ کے سٹیشنوں پر، مائن اونر کی اس نیکی کا والد صاحب کو بہت بعد میں پتہ چلا جب گاڑیاں اس ایجنٹ کے گاہکوں نے وصول کر کے اس کا چرچا اور سرزنش کی۔ کاکا محمد جان مائن اونر نے والد صاحب کے استفسار پر بتایا۔ آپ نے تو کبھی کسی کو نقصان پہنچانے کا سوچا بھی نہیں مگر جب میں نے دیکھا کہ آپ کی غیر حاضری میں ایک ایجنٹ نے آپ کو نقصان پہنچانے کا بہت خطرناک منصوبہ سوچا ہے تو میں نے اپنی جیب سے خرچہ کر کے کوئلہ کی گاڑیوں کے سٹیشن تبدیل کروائے اور آپ کو اچھی گاڑیاں بھجوائیں اور برا مال اس شخص کو تا جس نے جو کاشت کیا ہے وہی فصل وہ کاٹے۔ حق بہ حقدار رسید ہو۔

جماعت کی خدمت میں والد صاحب پیش پیش رہے اور کام

میں اس باقاعدگی سے ایسے مصروف رہتے تھے کہ جس طرح فل ٹائم ملازمت میں ڈیوٹی دی جاتی ہے۔ جماعت احمدیہ سرینگر کے پریذیڈنٹ رہے اوران کے وقت میں ہی سرینگر جماعت کی مسجد کے لئے زمین لی گئی اور سنگ بنیاد رکھا گیا۔ کوئٹہ آنے کے بعد قاضی و دیگر مختلف عہدوں پر اور بہت عرصہ قائمقام امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ اور امیر ضلع رہے۔ ایک کتاب ''آنحضرتؐ غیروں کی نظر میں'' سرینگر سے شائع کی۔

1962ء میں والد صاحب اور والدہ صاحبہ نے حج کی سعادت حاصل کی۔ آپ سفینہ حجاج نامی بحری جہاز میں گئے۔ مکہ معظّمہ میں حاجی لطیف صاحب آف فجی احمد شمشیر سوکیہ صاحب آف ماریشس، حاجی بشیر احمد صاحب ریڈیو آفیسر سفینہ حجاج و مولوی عبداللطیف صاحب شاہد کا ایک گروپ تشکیل پا گیا اورخوب عبادات اور دعائیں مل کر کرنے کا موقع ملا۔ یہ گروپ بعد میں بھی بڑی محبت کا تعلق ایک دوسرے سے رکھتا تھا۔ دوسری مرتبہ والدصاحب اوروالدہ صاحبہ کو حج کا موقع تب نصیب ہوا۔ جب خاکسار بذریعہ موٹر کار 1971ء میں بمعہ بیگم و والدہ و والد صاحب کو حج پر لے گیا۔ والد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے حج بدل کیا۔ شیخ محمد حنیف صاحب بھی بذریعہ کار حج پر جانے کو تیار تھے اور تمام ویزا وغیرہ خاکسار اپنے ساتھ ساتھ ان کا بھی لگوا چکا تھا مگر حضرت صاحب نے بذریعہ سڑک ان کو اجازت نہ دی۔ میں نے روانہ ہونے سے

پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو دعا کے لئے فون کیا اور اس کے بعد حضور سے شیخ صاحب کو بذریعہ ہوائی جہاز حج پر جانے کی اجازت کی درخواست کی حضور نے اجازت دے دی جس پر شیخ صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور دوسرے روز وہ اور سید قربان حسین شاہ صاحب ڈی ایس پی چمن بارڈر تک ہم کو چھوڑنے گئے۔ حج کے دوران احمدی احباب کا گروپ بن گیا اور ہم سب اکٹھے رہے یعنی والد صاحب والدہ صاحبہ خاکسار و بیگم شیخ محمد حنیف صاحب۔ حاجی ضیاء الحق صاحب و بیگم، عبدالکریم صاحب وسہروردی صاحب داماد عبدالرحیم صاحب نیّر و بیگمات، بریگیڈیئر و بیگم پروین صاحبہ انگلینڈ۔ اس گروپ کے امیر قافلہ والد صاحب مقرر ہوئے اور تمام انتظامات والد صاحب کے سپرد تھے جس میں خاکسار معاونت کرتا رہا۔ کار کی وجہ سے عمرہ وغیرہ اور دیگر مقامات مقدسہ پر جانے کی بہت سہولت رہی۔ اس سفر کی روداد بھی والد صاحب نے قلمبند کی۔ اس سفر میں بفضل تعالیٰ بہت سے معجزات دیکھے اور حضور کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے سفر کی تکلیف اور صعوبت سے بچایا۔ **فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔**

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات پر والد صاحب اور خاکسار بذریعہ ہوائی جہاز کوئٹہ سے لاہور گئے اور وہاں سے بذریعہ کار ربوہ پہنچے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دستی بیعت کی۔ اس طرح والد صاحب کو جو عقیدت حضرت صاحب سے تھی اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی نماز جنازہ میں شامل ہونے کی سعادت والد صاحب اور خاکسار کو دی۔

والد صاحب سے اللہ تعالیٰ کے خاص سلوک کا نمونہ بعض اوقات نظر آتا تھا۔ ایک مرتبہ کوئٹہ سے جانے والی گڈز ٹرین جس میں کوئلہ سے بھری ہوئی ویگنیں تھیں۔ مچھ کے قریب حادثے کا شکار ہوئی۔ ٹرین کے انجن کے بریک فیل ہو گئے اور مچھ سٹیشن سے پہلے Catch Siding پر چڑھتے ہوئے انجن پٹڑی سے اتر کر گہری کھائی میں بمعہ ٹرین جا گرا۔ والد صاحب کے دو ویگن اس ٹرین میں تھے۔ تمام ڈبے ٹوٹ پھوٹ کر سب کوئلہ ضائع ہوا سوائے دو بوگیوں کے جن میں سے ایک ٹرین کی پہلی اور دوسری آخری تھی اور وہی بند کی بند ثابت رہی۔ ریلوے کا سٹاف کہتا تھا کہ یہ ویگنیں کسی نیک آدمی کی ہیں جن کا مال تباہ نہیں ہوا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں والد صاحب کی تھیں چنانچہ تمام مال دوسری ویگنوں میں ڈال کر منزل مقصود پر بھجوایا گیا۔ باقی سب ویگنوں کا نصف مال ضائع ہو گیا۔

محمد بشیر شاد صاحب جو واقف زندگی مربی سلسلہ احمدیہ ایک دفعہ بیت الرحمٰن مسجد واشنگٹن DC میں ملے۔ والد صاحب کا ذکر کر کے کہنے لگے کہ ہم تو بہت عرصہ آپ کے والد صاحب کو صحابی سمجھتے رہے۔ کیونکہ ان کی نیکی، تقویٰ اور کردار صحابہ والا تھا۔

جلسوں میں شمولیت اور قبولیت دعا کا ایک واقعہ

پارٹیشن کے بعد خاکسار کو والد صاحب کی معیت میں رتن باغ لاہور کے جلسہ میں شمولیت یاد ہے۔ اس کے بعد والد صاحب نے ربوہ میں پہلے جلسہ میں شمولیت کی تھی۔ اس وقت ہم رسول میں تھے جہاں والد صاحب رسول سکول آف انجینئرنگ میں ملازم تھے۔ اس زمانہ میں میں دوسری جماعت کا طالب علم تھا اور میری آنکھ کے پپوٹے پر سفید داغ برص نما پیدا ہو گیا۔ والدہ صاحبہ بہت پریشان تھیں۔ بہت علاج کئے گئے۔ والد صاحب نے ربوہ کے پہلے جلسہ سالانہ میں پر درد دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد معجزانہ شفاء عطا کی۔ الحمدللہ ربوہ میں پہلے اجتماع خدام الاحمدیہ میں والد صاحب اور سردار بشیر احمد صاحب (ہمارے پھوپھی زاد بھائی) ابن سردار عبدالرحمٰن صاحب مہر سنگھ نے رسول سے شمولیت کی اور میں بھی ساتھ گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اس وقت داڑھی کالی تھی۔ ایک شخص تلوار چلاتے ہوئے کرتب دکھا رہا تھا۔ خلیفۃ المسیح سے ابا جان اور خاکسار 4،5 آدمی بعد کھڑے تھے۔ یہ پہلی مرتبہ تھی کہ حضور کو میں نے قریب سے دیکھا۔ ربوہ میں مٹی کے کچے مکان تھے۔ مہمان خانہ بھی کچا تھا۔ والد صاحب مجھے ریلوے اور سڑک کا پل دکھانے پیدل لے گئے۔ میرے لئے یہ ایک عجوبہ تھا۔ اسی طرح حضرت اماں جان کی وفات کے وقت ہم لائل پور (فیصل آباد) تھے۔ اطلاع آنے پر سب احمدی ربوہ روانہ

ہوئے۔ ہم بھی والد صاحب اور والدہ صاحبہ کے ساتھ تھے۔ میں اس وقت پانچویں جماعت کا طالب علم تھا۔ حضرت اماں جان کے کچے گھر کے صحن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کھڑے کچھ انتظامات میں مصروف تھے۔ کسی سے کہا سیبہ کدھر ہے۔ وہ لاؤ۔

والد صاحب نے حضرت دادا جان کے حالات اکٹھے کر کے محفوظ کئے جن میں مولوی عبدالواحد صاحب ایڈیٹر اخبار اصلاح سرینگر اور بہت سی کتابوں و رسائل میں سے اقتباسات جمع کئے۔ یہ سب اس کتاب کی بنیاد ہیں۔ اس لئے اس کتاب کے شائع کرنے کا ثواب والد صاحب کا ہی حصہ ہے۔

والد صاحب کے بارہ میں بزرگوار خواجہ عبدالغفار صاحب ڈار جو والد صاحب کے عزیز دوستوں میں سے ماشاء اللہ بقید حیات ہیں نے اپنی کتاب ''**داستان کشمیر**'' میں والد صاحب کا ذکر کیا ہے۔ گویا دریاء کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ خواجہ صاحب سے ملاقات میں والد صاحب کا ذکر آئے تو خلوص اور محبت کے جذبے کی جھلک نمایاں ہوتی ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ آپ ایک چلتی پھرتی تاریخ کشمیر ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی صحت اور زندگی میں برکت دے۔ آمین۔ ذیل میں داستان کشمیر صفحہ 252 تا 254 سے اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔''

خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب نے اپنی کتاب ''**داستان کشمیر**'' میں مکرم خلیفہ جمیل احمد صاحب کا خط درج کرنے کے بعد محترم خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کا ذکر خیر درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

۹۵۔۱۱۔۲۴

''مکرم ومحترم عبدالغفار ڈار صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ ، امید ہے کہ آپ بفضل تعالیٰ خیریت سے ہوں گے۔محترم ابا جان کی وفات پرآپ کا خط موصول ہوا جزاک اللہ احسن الجزاء۔ آپ کے خلیفہ خاندان سے ایک عرصہ دراز سے بہت دوستانہ تعلقات ہیں لیکن ابا جان کے ساتھ آپ کی زیادہ دوستی اور ہم آہنگی رہی ہے جس کا ذکرابا جان مرحوم بھی کیا کرتے تھے۔

آپ عرصہ دراز کشمیر میں والد صاحب کے ساتھ رہے جس سے آپ کی باہم دوستی اور بے تکلفی میں اضافہ ہوا لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ آخری وقت میں بوجہ کمزوری ابا جان کی خط وکتابت میں کمی آگئی تھی اور آپ کوافسوس ہے کہ آپ ان کا آخری دیدار بھی نہ کر سکے جس کا آپ کو صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ابا جان مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔آگے عزیزم خلیفہ جمیل احمد صاحب نے لکھا ہے کہ اگر آپ کو ہمارے بزرگوں کے کچھ اور حالات معلوم ہوں تو خود مجھے تحریر فرمادیں۔ والسلام طالب دعا خاکسار جمیل احمد خلیفہ۵۳۔A۔۵۱۴شاہراہ مدرسہ کوئٹہ......

آہ خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب!

''خلیفہ جمیل احمد صاحب نے بجا طور پر لکھا ہے کہ خلیفہ جمیل احمد کے والد بزرگوار خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب جو خلیفہ عبدالرحیم کے چھوٹے بھائی تھے اور اپنے والد بزرگوار خلیفہ نورالدین کے تو وہ بہرحال نقش ثانی تھے محبت اور دوستی کا زمانہ کتنا طویل ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ مختصر ہی لگتا ہے۔ خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کو میں نے پہلی دفعہ اپنے گاؤں میں دیکھا ہے جبکہ میں بہت چھوٹا تھا اور وہ نوجوان تھے غالباً کسی کالج کے سٹوڈنٹ لگتے تھے۔ ہمارے گاؤں موضع آسنور اپنے ایک ہم طبیعت رشتہ دار پھوپھی زاد بھائی سردار بشیر احمد صاحب ولد حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب المعروف سردار مہر سنگھ کے ساتھ سیر و تفریح کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان کی پیدائش مارچ 1910ء ہے اور خاکسار کی پیدائش مارچ 1916ء ہے۔ وہ مجھ سے چھ سال بڑے تھے۔ اس کے بعد ان کا تعارف خاص طور پر ہم دونوں کے سرینگر کے ایک ساتھ قیام کے دوران پہلا یہ ہوا کہ خاکسار مدیر معاون اصلاح سرینگر تھا اور وہ جماعت احمدیہ کے منتخب صدر تھے انہی کے دور صدارت میں مسجد احمدیہ کا سنگ بنیاد ان کے والد بزرگوار نے اور مولانا ابوالعطاء جالندھری نے رکھا تھا۔ آگے کچھ عرصہ کے بعد جبکہ وہ صدر نہ تھے بلکہ ضلع مظفر آباد کی ایک کسٹم چوکی گھڑی کشمیر میں تعینات تھے برلب سڑک ایک بنگلہ میں ان کی رہائش

تھی لاہور سے اپنی دلہن کو تازہ بتازہ لے آئے تھے کہ ہم نے اپنے دورہ اخبار اصلاح کے دوران ان کے ہاں مہمان نوازی کا وہ لطف اٹھایا کہ اب تک یاد ہے اور نہ ہی میں اس لطف کو جو ان کی جانب سے اس عاجز کے حق میں صادر ہوا قارئین کو اس میں شامل کرسکتا ہوں۔

خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کی طبیعت میں بہت مزاح تھا اور یہ ان سب بزرگوں کا اور ان کے عزیزوں کا شاید خاندانی ورثہ ہے۔ وجاہت حاصل ہونے کے باوجود عجز وانکساری بھی نمایاں تھی۔خلیفہ عبدالرحیم تو عمر کے لحاظ سے میرے والد کی جگہ تھے۔ ایک دفعہ راولپنڈی میری قیام گاہ تشریف لائے میں صدر راولپنڈی میں ایک چھوٹے سے بالاخانہ میں رہا کرتا تھا۔ مجھے اوپر اطلاع ملی کہ کوئی صاحب ملنے کے لئے آئے ہیں میں نے بچے سے کہا جاؤ نام پوچھ کر آؤ۔انہوں نے ایک کاغذ پر لکھ دیا ''خاکسار عبدالرحیم'' میں نے دستخط سے پہچان لیا کہ یہ میرے بزرگ خلیفہ عبدالرحیم صاحب ہیں اور خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب ویسے بھی دھیمی اور خاموش طبیعت انسان تھے۔ان کی زندگی کے جوہر زیادہ تب کھلے کہ ان کی ڈیوٹی سرینگر میں ہی تھی موسم سرما کا زمانہ تھا اتفاق سے ان کی اہلیہ لاہور میں تھیں اور میری اہلیہ بھی اس جھاڑے کے موسم میں کسی وجہ سے اپنے گاؤں میں تھیں ۔خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کا قیام مستری فیض احمد صاحب کے گاؤ کدل والے کارخانہ میں ایک بالاخانہ میں تھا۔ ہماری باہم دوستی اور بے تکلفی تھی ۔ایک دن کہنے لگے کہ آپ بھی اکیلے ہیں اور

میں بھی اکیلا ہوں ظاہر ہے میری جگہ کھلی ڈھلی ہے آپ میرے ساتھ ہی کھانا پینا اور رہائش کر لیں کہ اس مکان میں زیادہ سہولت ہے۔ میں نے فوراً ان کی یہ دعوت قبول کر لی اور اس زمانہ کا اس طرح مل جل کر رہنا ہماری مستقل اور اس پائیدار دوستی کا سبب بنا جس کا ذکر ان کے بیٹے جمیل احمد صاحب نے کیا ہے۔

خلیفہ عبدالرحمٰن کو اس زمانے میں خاکسار نے قدرتی طور پر زیادہ قریب سے دیکھا۔ مجھے تو وہ شخص ایک فرشتہ خصلت نظر آیا پھر میں کیوں نہ ان کے ساتھ دوستی رکھتا۔ ان کے بڑے صاحبزادے خلیفہ طاہر احمد صاحب کبھی کوئٹہ سے آتے تو راولپنڈی میں اپنے ابا جان کے تاکیدی حکم کے تحت خاکسار سے ملنے ضرور آتے تھے۔ میں نے ان کو ایک فرشتہ کہہ کر بات ہی ختم کر دی۔ ان کی وفات کے معاً بعد میں نے ان کی یاد میں ان کے ذکر خیر کے طور پر ایک مفصل مضمون الفضل ربوہ کو روانہ کیا تھا۔ ان دنوں اسے طویل مضامین کی اشاعت کی نہ معلوم کیوں گنجائش نہ تھی کہ وہ مضمون شائع نہ ہوا، البتہ انہی دنوں ہمارے بزرگ دوست ماسٹر محمد ابراہیم صاحب جمونی نے ان کے بارے میں ایک اچھا تذکرہ لکھ کر میری تشنگی دور کر دی اور آج ان کی وفات پر کئی سال گزر رہے ہیں اور میں اس وقت ان کو یاد کر کے آبدیدہ ہو گیا ہوں۔ اسی پر بس کرتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور ان کی اولاد کو بھی اور ان کے بڑے برادر زادہ اور میرے عزیز دوست خلیفہ عبدالمنان صاحب، خلیفہ ڈاکٹر

عبدالمومن صاحب خلیفہ عبدالوکیل صاحب اورعزیزم خلیفہ عبدالعزیز صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا اور ان کے آگے جو اولاد کینیڈا میں ہے اور ایک بھائی مرحوم خلیفہ عبدالوہاب صاحب اور ان کی اولاد جو لاہور میں ہیں اور جو بیٹیاں بہنیں ہیں وہ سب بھی میری یاد میں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تینوں بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مناسب ہوگا کہ یہ بھی عرض کردوں کہ ظفر اقبال قریشی صاحب نائب امیر اسلام آباد خلیفہ عبدالرحیم صاحب کے داماد ہیں۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

سرینگر کی جماعت میں ان کے صدارتی دَور کا ذکر مَیں نے کر دیا ہے۔ہجرت کے بعد ان کی قسمت میں کوئٹہ کی سرزمین لکھی ہوئی تھی۔کوئٹہ میں ان کی جماعتی خدمات اور ان کی مالی قربانیوں اور سب سے زیادہ ان کے تقویٰ اور اخلاص کی زندگی کی وجہ سے انہیں ہمیشہ یاد کیا جاتا ہے اور مرحوم مغفور کو جاننے والے کبھی ان کو فراموش نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ مرحوم مغفور خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کو اپنی جنتوں میں اعلیٰ مدارج اور مقامات عطا کرے۔آمین

(داستان کشمیر صفحہ 248 تا 254)

زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب

مکرم خلیفہ طاہر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں

''ہماری والدہ زبیدہ بیگم صاحبہ حضرت شیخ محمد حسین صاحب کی سات بیٹیوں میں سے چوتھے نمبر پر تھیں ۔آپ تقویٰ کی باریک در باریک راہوں پر چلنے والی شرک سے دور بھاگنے ،اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین رکھنے والی ، ہر وقت عبادات میں محو،مثالی عبادت گذار، نہایت ہی دعا گو، فرشتہ صفت ،سادہ طبیعت مگر فہم وفراست میں یکتا ،صاف گو،نہایت مضبوط دل والی بہادر مگر محبت بھرا دل رکھنے والی، غرباء کی ہمدرد،عزیزوں رشتے داروں سے حسن سلوک رکھنے والی ، ہمسایوں اور ملنے والوں کی محسن اور مجیب الدعوات سے زندہ تعلق رکھے والی تھیں ۔تہجد گذار ،تلاوت میں محو، جماعت کے کاموں میں مگن اور تقریباً چودہ سال صدر لجنہ اماء اللہ کوئٹہ رہیں ۔انسانی جبلت اور ذاتی خصلت کو پہچاننے کا خاص ملکہ تھا۔ہم بچوں سے نہایت محبت اور شفقت اور اسی طرح خاندان کے دیگر بچوں سے بھی پیار بھرا سلوک تھا۔وفا شعار،مصائب میں ثابت قدم اور فرشتہ صفت خاتون تھیں ۔یہ تمام خواص باوجود اسکے تھے کہ آپ دنیاوی عہدہ کے لحاظ سے عظیم المرتبت والد حضرت شیخ محمد حسین سب جج کی بیٹی تھیں جبکہ اس زمانہ میں بہت ہی کم کوئی مسلمان جج ہوتا تھا۔مگر آپ کی تربیت آپ کے صحابی والد اور والدہ اور ایک جلیل القدر صحابی یعنی خلیفہ نورالدین

جمونیؓ صاحب کی بہو بننے کے نتیجہ میں ہوئی اور اخلاص وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر آپ کو قائم کیا اور اس میں مسلسل ترقی ہوئی۔

ہندو پاکستان کی تقسیم پر ہمارے خاندان نے بارہ مولا کشمیر سے ہجرت کی اور نامساعد حالات اور شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ والدہ صاحبہ نے اپنا سارا زیور بیچ کر خاوند کے ساتھ وفا کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا اور گھر کا خرچ چلایا کیونکہ پاکستان آنے کے بعد والد صاحب کو کوئی ملازمت نہ ملی دیگر کوئی ذریعہ آمد بھی نہ تھا۔

ہماری والدہ خدا تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کے ساتھ ایک زندہ تعلق رکھنے والی ہستی تھی۔ چنانچہ ہجرت کے بعد کے مشکل دور کو نہایت ثابت قدمی سے سے گذارا۔ اعلیٰ درجے کی مردم شناس تھی اور لوگوں کے دل کی بات کو بھی بھانپ لیتی تھیں کہ کس نے سچ بولا اور کس نے جھوٹ یا ریا کاری سے کام لیا وغیرہ۔ صاف گو تھیں اور مردم شناسی کا ملکہ آپ کی تینوں بہوؤں کے انتخاب میں ظاہر ہوا کہ آپ نے اپنے جیسی دیندار متقی پرہیز گار دینی دنیاوی قرآنی علم رکھنے والی اور جماعت کے کاموں میں پیش پیش لڑکیوں کا انتخاب کیا اور انہوں نے بھی اپنے بچوں کی تربیت نہایت اعلیٰ درجہ کی کی۔ تینوں اپنے خاوندوں کی زندگی کی اچھی ساتھی ثابت ہوئیں۔ الحمدللہ علی ذالک۔

ایک دفعہ صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کوئٹہ تشریف لائے۔ ہماری والدہ صاحب سے ملے اور بعد میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شاید تمہاری ماں سے ملوانے ہی مجھے کوئٹہ لایا تھا۔ ان جیسی متقی اور شرک

کو دور بھگانے والی اور ایک خدا پر یقین کامل رکھنے والی واحد ہستی ہیں۔ چند منٹ کی ملاقات بہت سبق آموز تھی۔قبولیت دعا کے بہت سے نظارے ہم نے دیکھے ہیں۔والدصاحب اور والدہ صاحبہ سالہا سال رمضان میں اعتکاف بیت الحمد، کوئٹہ میں بیٹھتے رہے۔قبولیت دعا پر ہماری شکرانہ فیڈ مل کوئٹہ کے سٹاف کو بھی کامل یقین تھا۔بعض اوقات مشینری میں کوئی ایسی خرابی پیدا ہو جاتی جس کو ٹھیک کرنا بس سے باہر سمجھتے تو والدہ صاحبہ کو فون کر دیتے تھے کہ دعا کریں۔آپ فوراً دعائیں شروع کر دیتی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خرابی دور ہو جاتی۔ایک دفعہ مجھے کہنے لگیں کہ مل والوں کو کہیں کہ جب خرابی دور ہو جائے تو مجھے بتا دیا کریں۔میں دعا کرتی چلی جاتی ہوں۔حالانکہ بعض اوقات خرابی دور ہو چکی ہوتی ہے۔پاکستان میں انڈسٹری ایمانداری اور تقویٰ شعاری سے چلانا جان جوکھوں میں ڈالنا ہے۔ایک دفعہ میں نے حالات سے تنگ آ کر بھائی جمیل سے مشورہ کیا کہ مل بیچ دیتے ہیں۔ والدہ صاحبہ سن رہی تھیں۔آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگیں کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر کر کے تمہارے لئے یہ مل مانگی تھی اور اب تم اس کے بیچنے کے پیچھے پڑ گئے ہو۔حق یہ ہے کہ جس معجزانہ رنگ میں مل اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنی جناب سے ہمیں عنایت فرمائی وہ ایک معجزہ سے کم نہیں اور پھر اسکا بلوچستان کے حالات میں چلنا نہ صرف پاکستان کی فیڈ ملوں بلکہ دنیا میں ایک مقام انفرادیت حاصل کر لینا دوسرا معجزہ اور عنایت ربی ہے۔الحمداللہ

چنانچہ 2000ء کی دہائی میں بلوچستان افغانستان اور سندھ کی قحط سالی کے دوران شکرانہ فیڈ مل نے ان علاقوں کے مویشیوں کو موت سے بچانے کے لئے بہت کام کیا۔ چنانچہ قحط سالی کے بعد گورنر بلوچستان امیر الملک مینگل سے ملنے گورنر ہاؤس گیا تو انہوں نے چھوٹتے ہی کہا

Khalifa Sahib! I should have come to see you instead you coming to see me.You have helped us rane the livestock of Balochistan.

''خلیفہ صاحب مجھے آپ سے ملنے آنا چاہیے تھا نہ کہ آپ مجھ سے ملنے آئے ہیں ۔آپ نے بلوچستان کے لائیو سٹاک کو بچانے میں ہماری بہت مدد کی ہے''

یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور ہماری والدہ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا اوران دعاؤں کے پھل اور ثمرات سے آج بھی ہم اور ہماری اولاد فیض یاب ہورہی ہے۔الحمداللہ

بلوچستان ٹائمز کوئٹہ Balochistan Time Quetta نے ایک Supplement ہماری مل کے بارہ میں شائع کیا جس کی سرخی تھی

"Shukrana Feed Mills proves its worth in saving the livestock of Balochistan"

اس Supplement میں مبارکباد کے پیغامات دینے والوں میں گورنر بلوچستان امیر الملک مینگل ،منسٹر فنانس ملک نعیم احمد صاحب ،FAO ادارہ یونائیٹڈ کے پاکستان میں نمائندے اے ایم ابوناگہ ڈائریکٹر جنرل لائیو سٹاک نیشنل بینک کے زونل چیف وغیرہ تھے۔ جناب سید فصیح اقبال صاحب چیف ایڈیٹر بلوچستان ٹائمز نے Supplement بغیر کسی معاوضہ کے اخبار کی طرف سے شائع کیا اور اپنے خصوصی پیغام میں مل کی بلوچستان کے لائیو سٹاک کے شعبہ میں خدمات کو سراہا۔ اور لکھا کہ اسی وجہ سے اخبار Supplement بغیر معاوضہ کے شائع کر رہا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

سید فصیح اقبال صاحب والد صاحب اور والدہ صاحبہ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بہت تعریفی کلمات سے والد صاحب کی کاروباری زندگی میں ایمانداری، تقویٰ اور شرافت اور لوگوں میں ان کی عزت کے مقام کے بارہ میں کہتے تھے۔

والدہ صاحبہ کی وفات کی خبر بھی بلوچستان ٹائمز میں جلی حروف میں شائع ہوئی۔ ہم دونوں بھائی یعنی خاکسار اور خلیفہ جمیل یہی سمجھتے ہیں کہ ہماری والدہ کی دعاؤں اور والدہ کی نیکی تقویٰ اور تعلق باللہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت کا مقام دیا اور نعمائے دینی و دنیوی سے نوازا۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ حق تو یہ ہے کہ یہ ثمرات ہم دونوں اور برادرم خلیفہ خلیل احمد مرحوم ومغفور اور ہماری ہمشیرہ کوثر عزیز خلیفہ مرحومہ کی اولاد میں بھی جاری وساری ہیں۔ اور صاف نظر

آتا ہے کہ اولاد کے حق میں والدہ صاحبہ کی دعائیں ضائع نہیں گئیں اور پوری نسل میں نیکی اور تقویٰ کی جھلک اولاد در اولاد نمایاں ہے۔ خاکسار کی پوتی عریبہ ثمین نے پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ مکمل کیا۔ جمیل صاحب کے پوتے بھی ٹورانٹو میں پوری صحت کے ساتھ اپنی دادی اور ماؤں سے قرآن کریم پڑھ رہے ہیں۔ میری بیٹی منصورہ مقیم ورجینیا کے دو بچے قرآن کریم ناظرہ پڑھ چکے ہیں تیسرا پڑھ رہا ہے۔ خلیل مرحوم کے بچے عمر اور عالیہ بھی اپنی نیک اور دیندار وتقویٰ شعار عبادت گذار والدہ یعنی ہماری بھابھی بھی طلعت خلیل صاحبہ کی تربیت کے نتیجہ میں بہت دیندار، شریف، عبادت گذار اور علوم دینی میں دسترس رکھنے والے ہیں۔''

اولاد خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب وزبیدہ بیگم صاحبہ

1- خلیفہ طاہر احمد اہلیہ بیگم رضیہ طاہر

1- منصورہ رضوان اہلیہ ڈاکٹر رضوان قادر ڈاریو ایس اے

امان قادر، سادات قادر، رحمٰن قادر، حسن قادر

2- خلیفہ فخر احمد اہلیہ راشدہ یو ایس اے

ناصر احمد خلیفہ، نورالدین خلیفہ

3- خلیفہ ندیم طاہر اہلیہ آمنہ ندیم لاہور

اریبہ ثمین، احسن احمد خلیفہ

4- عائشہ طاہر اہلیہ طاہر مبشر یو ایس اے

بازغ طاہر زاد

5- طارق احمد خلیفہ کینیڈا

2- خلیفہ جمیل احمد اہلیہ شبنم جمیل

1- نور احمد خلیفہ اہلیہ مبشرہ کینیڈا

مصطفیٰ احمد

2- حسیب احمد خلیفہ اہلیہ امتہ السمیع کینیڈا

عبداللہ

3- لبنیٰ اہلیہ اکرام الحق خان کینیڈا

ابراہیم حق خان، ایمان

3- کوثر عزیز خلیفہ زوجہ خلیفہ عبدالعزیز نائب امیر کینیڈا

1- نعیم عزیز خلیفہ اہلیہ نادیہ کینیڈا

تعظیم خلیفہ، مارب خلیفہ

2- فہیم عزیز خلیفہ اہلیہ امتہ الکافی کینیڈا

عظیم احمد خلیفہ، تحریم احمد خلیفہ

4- خلیفہ خلیل احمد اہلیہ طلعت خلیل کینیڈا

1- عمر احمد خلیفہ اہلیہ رافع کینیڈا

جلیس احمد خلیفہ

2- عالیہ سید اہلیہ سلمان احمد سید کینیڈا

صوفیہ، زوحا

باب دوازدہم

محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ اہلیہ حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب (سابق سردار مہر سنگھ)

پیدائش: 1894ء جموں وفات: 9/جون 1947ء قادیان

جموں کے حضرت خلیفہ نورالدین صاحب نے جو ایک قدیمی اور مخلص صحابی تھے اور قوم کے لحاظ سے غوری مغل تھے اور اب بہشتی مقبرہ قادیان میں آرام فرماتے ہیں۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کو یہ کہہ رکھا تھا کہ میری لڑکی غلام فاطمہ بڑی ہونے کو ہے اس کے لئے موزوں اور کفو رشتہ درکار ہے آپ خیال رکھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ خلیفہ صاحب قادیان آئے ہوئے تھے تو حضرت مولوی صاحب نے ان کو کہا کہ

''یہ میاں عبدالرحمٰن ایک مخلص اور نیک لڑکا ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔''

خلیفہ صاحب نے کہا کہ یہ غریب آدمی ہے اس کا نہ کوئی ''آگا'' ہے اور نہ ''پیچھا۔'' نہ اس کے خاندان کا کچھ پتہ ہے۔

حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ میرے خیال میں یہ ایک نیک آدمی ہے تبلیغ کا جوش رکھتا ہے آپ اس کے متعلق غور کر لیں۔ خلیفہ صاحب نے عرض کی کہ میں اپنی بیوی سے ذکر کروں گا چنانچہ گھر میں ذکر کر کے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میری بیوی بھی یہی کہتی ہیں کہ یہ غریب آدمی ہے نہ اس کا کوئی آگا ہے نہ پیچھا، نہ گھر نہ گھاٹ۔ اس کے کمرہ میں صرف ایک چٹائی، ایک لوٹا اور ایک چارپائی ہے بس۔ میری لڑکی کہاں رہے گی۔ حضرت مولوی صاحب نے بڑے زور سے پنجابی میں فرمایا:۔

''میاں نورالدین صاحب! جے تے تہاڈی لڑکی دے بھاگاں وچ کچھ ہے تے اوہ خالی گھر وچ جا کے وی اونوں بھر دے گی۔ تے جے اوہدے بھاگاں وچ کچھ نہیں تے اوہ بھرے گھر وچ جا کے بھی اونوں خالی کر دے گی۔''

اس پر حضرت خلیفہ صاحب نے یہ تجویز فوراً قبول کر لی۔

یہ 02-1901ء کی بات ہے چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے ہی بموجودگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ایک سو روپیہ مہر پر نکاح کا اعلان کر دیا۔ چند ماہ بعد رختصانہ لینے کے لئے ماسٹر صاحب اکیلے گئے اور اونٹ پر سفر کیا۔ اس کا باعث یہ امر ہو گا کہ ان دنوں پہاڑی سفر کے لئے موجودہ سہولتیں میسر نہ تھیں۔ آپ نے اپنی سادہ طبیعت کے موافق سیدھا پاجامہ اور قمیص اور پگڑی پہنی ہوئی تھی۔ خلیفہ صاحب نے نئے پارچات دیئے۔ محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ

کی عمر اس وقت تیرہ چودہ سال کی تھی ۔ رخصتی پر دلہن کے ہمراہ خلیفہ صاحب کی اہلیہ اول اوران کے فرزند محترم خلیفہ عبدالرحیم صاحب (حال مہاجر سیالکوٹ) جواس وقت جماعت چہارم کے طالب علم تھے قادیان آئے۔ قادیان میں مکان نہ ملتا تھا۔ بالآخر سید محمد علی شاہ صاحب مرحوم نے اپناباورچی خانہ دیا جہاں اس دولھا دلہن نے قیام کیا۔ اور وہیں آپ کی بڑی بچی بشریٰ 03-1902ء میں پیدا ہوئی۔'' 1

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن سابق مہر سنگھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

''محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ کو صحابیہ ہونے کا بلکہ دارالمسیح میں قیام کرنے اور حضرت اقدس اور حضرت ام المومنین کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ آپ کو کثرت سے سچی خوابیں آتی تھیں ۔ آپ 9 جون 1947ء کو قادیان میں ساٹھ سال کی عمر میں عالم جاودانی کو سدھار گئیں، مرحومہ کو سلسلے کے لئے مالی قربانی کرنے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ منارۃ المسیح کے لئے چندہ دینے کے باعث آپ کا نام اس پر 232 نمبر پر کندہ ہے۔ آپ ابتدائی موصیوں میں تھیں آپ کا وصیت نمبر 168 ہے۔ آپ کو تحریک جدید کی پانچہزاری فوج میں شامل ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ کا نام ص 477 پر درج ہے۔ الفضل مورخہ 11/جون 1947ء میں زیر مدینۃ المسیح آپ کی وفات اور آپ کے صحابیہ ہونے کا ذکر کر کے یہ مرقوم ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور آپ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئیں ۔'' 2

حوالہ جات اور حواشی باب دوازدہم

1- اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ نمبر 39-40
2- اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ 43

باب سیزدہم

محترمہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ مرحومہ اور حضرت میاں فیض احمد صاحب جمونی کا ذکر خیر

ولادت:96-1895ء بمقام جموں وفات:31 اگست 1984 کوئٹہ

محترم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی تحریر فرماتے ہیں کہ

''آپ پیدائشی احمدی اور صحابیہ تھیں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر جانے اور حضور سے ملنے کا شرف حاصل تھا۔شادی سے قبل آپ کو حضور علیہ السلام کے گھر خدمت کا موقعہ ملا حضرت اقدس پیار سے آپ کو خلیفی کے نام سے پکارتے تھے۔آپ کی شادی میاں فیض احمد صاحب آف جموں سے ہوئی تھی۔میاں صاحب نے 1897ء میں احمدیت قبول کی تھی۔

آپ صاحب رؤیا وکشوف تھیں اور مستجاب و بزرگ عورت اور نیک خاتون تھیں۔ان کے میاں 4دسمبر 1942ء کو وفات پا گئے تھے عمر کا باقی حصہ بھائی خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کے پاس کوئٹہ میں گزارا۔ان کے بھتیجے خلیفہ طاہراحمد صاحب اور خلیفہ جمیل احمد صاحب

ان کی قبولیت دعا کے بہت سے واقعات بیان کرتے ہیں اوراپنے تو اپنے غیر بھی ان کو دعا کے لئے کہتے رہتے تھے ان کو دعا پراز حد یقین تھا۔ایسا کیوں نہ ہوتا آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت خلیفہ نورالدین جموئیؓ کی بیٹی تھیں اور ان کے ہاتھوں کی تربیت یافتہ تھیں۔''

''امتہ اللہ بیگم صاحبہ جن کی وفات 31اگست 1984ء کو تقریباً نوے برس کی عمر میں کوئٹہ میں ہوئی۔انہی عظیم المرتبت حضرت خلیفہ نورالدین صاحب آف جموں کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے بڑے بھائی حضرت خلیفہ عبدالرحیم صاحب ہوم سیکرٹری ریاست جموں وکشمیر تھے (جن کا وصال سیالکوٹ میں ہوا تھا) اور چھوٹے بھائی محترم خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب (حال کوئٹہ) ہیں۔ میری ممانی مرحومہ نے اپنے والد بزرگوار کی طرف سے دین داری، پرہیزگاری اورقرآن کریم پڑھنے پڑھانے کی خاص صفات ورثہ میں پائیں۔ ان کی شادی حضرت میاں فیض احمد صاحب سے ہوئی۔تو اپنے شوہر نامدار کے منفرد اوصاف حمیدہ میں سے بھی وافر حصہ پایا۔ اوراس طرح ان دونوں بزرگوں کے خلق کے امتزاج سے مرصع ہوکر اپنے میاں کی وفات کے بعد تقریباً بیالیس سال تک زندہ رہ کر نیکی اور تقویٰ کی اس پیکر نے خاندان کے جملہ افراد کو احمدیت کا فدائی بنائے رکھنے کی ذمہ داری کو احسن طریق سے نبھایا۔

بعض اوصاف

''ممانی جان کے بطن سے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن انہوں نے نہایت محبت اور اخلاص سے اپنے میاں کی پہلی اولاد بلکہ اس کی اگلی پشت کی بھی عمدہ تربیت کی اور ان میں احمدیت کی صحیح روح پیدا کی اور انہیں سلسلہ کا خادم وفدائی بنائے رکھا۔ چنانچہ حضرت ماموں جان کی دوسری بلکہ تیسری پشت احمدیت میں پھلی پھولی اور وہ سب ''بڑے بی بی جی'' کے زیرِ تربیت رہے۔ قرآن کریم نہایت صحیح تلفظ کے ساتھ خوش الحانی سے باقاعدہ بلا ناغہ پڑھتیں اور بچوں کو پڑھاتیں۔ مسائل سے خوب واقف تھیں۔ سلسلہ کی روایات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی تعلیم کا موقع محل کے مطابق تذکرہ کرتی رہتیں۔ اتقاء کے اعلیٰ معیار کو اپنے عمل سے قائم رکھتیں اور اسی کی گھر والوں سے توقع رکھتیں۔ دینی معاملات میں کسی سے بھی کسی قسم کی ڈھیل برداشت نہ کرتیں اور اگر کبھی کوئی فرد اخلاقی معیار پر پورا نہ اترتا تو گرفت کرتیں اور کسی قسم کی لگی لپٹی رکھے بغیر اس کی سرزنش کرتیں۔ صاف گوئی بغیر کسی قسم کی مداہنت کے ان کی طبیعت کا خاص پہلو تھا۔ باطل کو باطل کہنا ان کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی گرفت سے بچنے کے لئے گھر کا ہر فرد ان سے خائف رہتا اور ہر ایسی حرکت سے اجتناب کرتا جو دینی اور اخلاقی لحاظ سے معیوب ہوتی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا گھر

احمدیت کا گہوارہ بنا رہا۔ نماز ۔ روزہ کی پابندی۔ خدمتِ خلق اور مہمان نوازی ہمارا شیوہ بنی رہی۔ مہمان نوازی کے مواقع میسر آنا اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ افراد جماعت احمدیہ کی باہمی محبت اور یگانگت ہماری جماعت کا خاص امتیاز ہے۔ سگے بھائیوں سے بھی بڑھ کر ہمیں دلی خلوص اور قلبی مسرت جماعت کے افراد کو ملنے ملانے اور مہمان رکھنے رکھانے سے ہی حاصل ہوتی ہے جموں میں ہمارا گھر کشمیر کے لئے گذر گاہ کے مترادف تھا۔ احباب کو ان کے جموں کے قیام میں جس قدر محبت اور عقیدت سے حضرت ماموں جان مہمان رکھتے اس کی ایک نرالی شان تھی۔ مہمان آتے تو وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے دسترخوان بہت وسیع تھا۔لیکن گھر میں خدمت کا جذبہ پیدا کرنے میں محترمہ حضرت ممانی جان کا خاص حصہ تھا۔ کھانا خود نہایت عمدہ پکاتی تھیں اور یہ خوبی آگے بچوں میں بڑے شوق اور محنت سے منتقل کی۔ ان کے نیک نمونہ اور سلسلہ کے بزرگوں کی خدمت کرنے کے ذوق اور جذبہ کو سارے گھر نے اپنایا۔ علاوہ بریں طبیعت میں دین کے تقاضوں کو دیانت داری سے پورا کرنے کا ولولہ رچا ہوا تھا۔ بدعت اور شرک اور رسومات سے ہمیشہ مجتنب رہیں ۔جس عمل کو سنتِ رسولؐ کے خلاف سمجھا اس کو اپنے اقرباء میں قطعاً رائج نہ ہونے دیا۔لباس سادہ لیکن ہمیشہ صاف ستھرا پہنا نماز کا اہتمام ۔جسم کی طہارت اور لباس کے لوازمات کے ساتھ کرتیں ۔ طبعاً نفاست پسند تھیں ۔لیکن سادگی کو شعار بنائے رکھا۔نوجوان بچیوں کو ہمیشہ پردہ کی تلقین کرتیں

اور نت نئے فیشن اور نمائش سے سختی سے روکتیں ۔ میاں کے رشتہ داروں کوانتہائی رواداری اورحسن سلوک سے اپنا گرویدہ بنالیا۔ حفظِ مراتب کا ہمیشہ خیال رکھا۔اوراس وجہ سے خاصے وسیع خاندان میں مرکزی شخصیت بن گئیں اپنے بھائیوں اوران کی اولاد سے بے حد پیارتھا۔اوران کی خواہش اورمساعی جمیلہ سےحضرت خلیفہ نورالدین صاحب جموں اورحضرت ماموں جان کی اولاد بلکہ اولاددراولاد آپس میں شیرشکرہوگئے۔امتہ اللہ صاحبہ کی اولادنہیں تھی انکے خاوند کی پہلی بیوی سےاولادتھی۔‘‘

ذاتی تعلق

’’اس بزرگ کی رحلت سے جو بزرگی کی علامت اوران تمام اوصاف سے متصف تھیں جواس دورکا خاصہ ہیں جملہ لواحقین مغموم ہیں لیکن ذاتی طورپر میں حضرت ممانی صاحبہ کا خاص طورپرممنون ہوں اوران کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ میں جوکچھ ہوں اور جو تھوڑی بہت دینی شُد بُد حاصل ہے وہ حضرت ماموں جان کی تربیت کا ہی نتیجہ ہے۔ میرے بزرگ ماموں کا میری تعلیم وتربیت کے معاملہ میں جس محبت اور ہمدردی سے (میرے والد کی وفات کے بعد) میری ممانی مرحومہ نے ہاتھ بٹایا۔ وہ ان کےاخلاق کریمانہ کی ایک جھلک ہے۔ناشکری ہوگی اگرمیں ممانی صاحبہ مرحومہ کےساتھ یہاں بعد میں ہونے والے اپنے مرحوم خسر (میاں عبدالرحمٰن

صاحب) جو حضرت ماموں جان کے بڑے بیٹے تھے جنہوں نے بڑی فراخدلی اور کاوش کے ساتھ مجھے پروان چڑھایا کا تذکرہ نہ کروں ۔ اللہ تعالیٰ ان تینوں کے درجات بلند فرمائے ۔''

''ممانی جان آخری دس بارہ سال خاصی بیمار رہیں ۔ ایک حد تک معذور ۔ ان کی بڑی بہو (میری خوش دامن مرحومہ) نے اپنی حیات تک ان کی بہت ہی خدمت کی ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری بیوی کو خاصے لمبے عرصہ تک اپنی دادی کی دیکھ بھال کرنے کی توفیق دئے رکھی ۔ پوتوں نے بھی حتی المقدور خیال رکھا لیکن آخری تین چار سال ان کے بھائی خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب نے انہیں اپنے پاس کوئٹہ میں رکھ کر بھائی ہونے کا حق ادا کر دیا ۔ وہ معذور ہو چکی تھیں لیکن خلیفہ صاحب موصوف نے ان کا جسقدر خیال رکھا وہ انہی کا حصہ ہے ۔ ساتھ ہی ان کی بیوی اور بچوں نے بھی اخلاص کا ثبوت دیا ۔''

ان کی وفات کوئٹہ میں 31 اگست 1984ء کو ہوئی ۔ موصیہ تھیں ۔ بھائی عبدالرحمٰن صاحب ان کا جنازہ بذریعہ ہوائی جہاز اپنے بیٹے جمیل احمد کے ساتھ لے کر ربوہ آئے ۔

اللہ تعالیٰ جملہ لواحقین کو ان کی خوبیوں کا وارث بنائے اور ان کی نیکی اور تقویٰ ہم سب کے لئے نمونہ کا کام دیتا رہے ۔ آمین ۔

(الفضل 31 اگست 1984ء)

جنازہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت نے پڑھایا ۔
ان کی وفات پر مکرم امیر صاحب کوئٹہ مکرم شیخ محمد حنیف صاحب نے تحریر کیا ۔

''صرف زیورات تھے پہلے حصہ جائیداد ادا کر چکی تھیں تاہم بغرض ثواب حال ہی میں مزید پانچ ہزار روپے کی رقم جو مرحومہ نے ان زیورات کی فروختگی سے حاصل کردہ رقم میں سے ادا کئے جن کا حصہ جائیداد مرحومہ قبل ازیں ادا کر چکی تھیں محض رضا الٰہی کی خاطر ادا کی تا اخلاص و مالی قربانی کا معیار مزید بڑھ جائے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

مرحومہ کا اخلاص و ایمان اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مرحومہ نے 1/5 حصہ کی وصیت کرنے کی توفیق پائی۔

مرحومہ بہت دین دار، مخلص، نیک، سلسلہ سے محبت رکھنے والی متقی خاتون تھیں۔

دستخط شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت کوئٹہ

31-8-84

روایت

میری بڑی ہمشیرہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ جو ان دنوں میرے پاس کوئٹہ میں مقیم ہیں بیان کرتی ہیں۔

''ایک دفعہ میں اور میری چھوٹی ہمشیرہ حضرت ام المومنین صاحبہ کے پاس بیٹھی تھیں حضور ٹہلتے ٹہلتے مضمون لکھ رہے تھے۔ ہماری چھوٹی ہمشیرہ نے رونا شروع کیا۔ حضور تشریف لائے اور حضرت ام المومنین سے فرمایا۔ اسے طاقچے میں سے سیب نکال کر دو۔ (روایت خلیفہ عبد الرحمٰن صاحب کوئٹہ)

حضرت میاں فیض احمد صاحب جمونیؓ

ولادت: 68-1867ء   بیعت: 1897ء   وفات: 4 ستمبر 1942ء

محترم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ و مبلغ امریکہ تحریر فرماتے ہیں کہ

''ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اہل حدیث اور حضرت مولوی فیض الدین صاحب کے ساتھ پڑھتے رہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا شاگرد ہونے کا فخر حاصل تھا۔ ابتداء میں اہلحدیث کی طرف سے مناظروں میں شریک ہوتے تھے۔ بعد میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی تحریک پر احمدیت کی طرف توجہ ہوئی اور 1897ء میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ سیالکوٹ میں حکیم حسام الدین صاحب مرحوم اور حضرت میر حامد شاہ صاحب کے خاص مصاحبوں میں سے تھے اور ان کا دینی شغف اور علم انہیں بزرگوں کا رہینِ منت تھا کاروبار کے سلسلہ میں جموں سکونت اختیار کی تو حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کی جو اُن دنوں ریاست جموں میں سرکار کے طبیب تھے معیت نصیب ہوئی اور ان سے خاص انس و محبت پیدا ہوگئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو چکنے کے بعد اکثر قادیان آتے رہے اور وفات تک یہی معمول رہا۔ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت سے فیضیاب ہونے کی وجہ سے تقویٰ و روحانیت سے خاص حصہ ملا تھا اور حضور سے ایک خاص اُنس و عقیدت تھی۔ باوجود کاروباری آدمی ہونے کے دین کو صحیح معنوں میں دنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ تبلیغ مسائلِ سلسلہ اُن کا من بھاتا مشغلہ تھا۔ دن رات یہی دھن لگی رہتی تھی۔ گھر میں اور باہر ہر جگہ یہی چرچا ہوتا تھا۔ گفتگو نہایت مؤثر اور مدلل ہوتی تھی اور ہر مخالف کو خداداد قابلیت اور جوشِ ایمان کی وجہ سے شکست دے سکتے تھے۔ ایمان اور عقیدہ اِسقدر پختہ تھا اور پھر خود حق پر ہونے کا اسقدر یقین تھا کہ نہ صرف غیر احمدی اور غیر مبائع بلکہ غیر مذاہب کے بڑے بڑے عالم کا بلا خوف و خطر مقابلہ کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی، مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری، کشمیر کے میر واعظ اور سیر و سیاحت پر کشمیر آنے والے بڑے بڑے آریہ لیڈروں کے ساتھ نہایت کامیاب گفتگو کرتے رہے۔ غیر مبائع کو ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے۔ چنانچہ جموں کے غیر مبائع اصحاب نے جہاں تک مجھے یاد ہے یہ فیصلہ کیا ہوا تھا کہ ان سے گفتگو نہ کی جائے۔ ایمان بالرسالت اور خلافت کے مسئلہ پر خاص طور پر عبور تھا اور اہل حدیثوں کی مزعومہ توحید کی مخصوص تشریح فرمایا کرتے تھے اور عام فہم اور معقول دلائل دیتے ہوئے خود فرمایا کرتے تھے۔ **اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ اِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ**۔ گھر میں دینی فضاء پیدا کرنے کا موجب ہونے کے علاوہ جموں کی جماعت کے رُوحِ رواں تھے۔ اور جب پیغامیوں کا فتنہ پیدا ہوا اور

خواجہ جمال الدین صاحب برادر خواجہ کمال الدین مرحوم انسپکٹر مدارس جموں اور دیگر سرکردہ لوگ جماعت کا ساتھ چھوڑ گئے تو نہایت استقلال اور استقامت کے ساتھ اُن کا مقابلہ کر کے جماعت احمدیہ جموں کے قیام کا باعث ہوئے ۔......اور چونکہ خدا کے فضل سے کاروبار کے سلسلہ میں حکام سے واسطہ پڑتا رہتا اس لئے حکام اور عوام میں جماعت اُن کے اثر و رسوخ کے طفیل ایک باوقار جماعت سمجھی جاتی تھی۔ مبلغین سلسلہ بلکہ افراد سلسلہ جنہیں جموں یا کشمیر ٹھہرنے یا جانے کا اتفاق ہوا ہے سبھی اس بات کے گواہ ہیں کہ احمدی احباب کی خاطر و مدارات کرنے میں وہ ایک گونہ راحت پاتے تھے۔ اور اُن کی خدمت کرنا بلکہ مالی امداد تک کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور خود کوشش کر کے دوستوں کو اپنے ہاں مہمان ٹھہراتے تھے......خدا کے فضل سے صاحبِ کشوف و رؤیا تھے حتّٰی کہ خواب میں حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت بھی کر چکے تھے۔''

(الفضل 11 ستمبر 1942ء)

احمدیوں کی خدمت کرتے تھے۔ کامیاب کاریگر تھے اور یہاں تک ہاتھ سے کام کرنے میں ترقی کی کہ جموں کی ریاست میں فرنیچر کا بہترین کارخانہ بنانے کا موجب ہوئے۔ اپنے کام میں اتنے ماہر تھے کہ خود مہاراجہ کشمیر جن کے ہاں وہ کاریگری کے نمونے بھیجتے رہتے تھے انکی کاریگری کے قائل تھے اور اپنی ذاتی استعمال کی اشیاء انہی کے کارخانے سے بنواتے ۔ سرینگر کشمیر میں کارخانہ اور

بلڈنگ بنانے کے بعد مقدمات سے بھی واسطہ پڑا مگر کامیابی سے مقابلہ کرتے رہے۔ صاحب کشوف ورؤیا تھے اور آنحضرت ﷺ کی زیارت بھی خواب میں کر چکے تھے۔ ۲ اور ۳ ستمبر کی درمیانی رات ۷۵ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس بہشت کا میوہ پڑا ہے اور کسی کو آم دیتے تھے اور کسی کو آڑو۔ ایک روز فرمایا کہ دیکھو بہشت کا دروازہ کھل چکا ہے اور میرا اور ایک پُرانے صحابی کا نام لکھا گیا ہے۔ خدا کا کرنا بھی ایسا ہوا کہ آپ اور آپ کے خُسر حضرت خلیفہ نورالدین نے ایک ہی روز وفات پائی اور دونوں بزرگ پہلو بہ پہلو قطعۂ خاص میں مدفون ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جموں کشمیر صفحہ 50 از مولوی اسداللہ کشمیری صاحب)

باب چہاردہم

حضرت شیخ محمد حسینؓ صاحب

بیعت: 1901ء یا 1902ء وفات: 11-اگست 1951ء

''محترم شیخ محمد حسین صاحب ولد شیخ غلام رسول صاحب پنشنر سب جج اسلامیہ پارک لاہور نے فرمایا کہ میری بیعت 1901ء یا 1902ء کی ہے میں نے حضور کو بیعت سے قبل بھی دیکھا اور بیعت کے بعد بھی زیارت کرتا رہا۔ حضور کے جنازے پر بھی موجود تھا۔'' 1

زبیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کے والد حضرت شیخ محمد حسین صاحب ولد شیخ غلام رسول صاحب ریٹائرڈ سب جج اور والدہ وزیر بیگم صاحبہ بنت امام دین صاحب دونوں صحابی تھے۔

شیخ صاحب نے 1901 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی اور ریٹائرمنٹ کے وقت 1935ء میں آپ جماعت احمدیہ سیالکوٹ کے امیر تھے۔ بعد میں آپ نے اسلامیہ پارک لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

حضرت شیخ صاحب لاہور ہائی کورٹ میں جسٹس ایٹکن کے ریڈر تھے۔ ایک شخص شیخ گلاب دین احمد صاحب بھی جو ہائی کورٹ میں ملازم تھے آپ کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''یہاں یہ مشہور تھا کہ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پاؤں پر کوڑھ اور برص ہے جب کوئی شخص بغرض ملاقات حاضر ہوتا ہے تو حضور ہاتھ میں دستانے اور پیروں میں جرابیں پہن کر ملاقات کے لئے باہر آتے ہیں تا کہ کوڑھ ظاہر نہ ہو۔

ایک دفعہ ہم اس بات کی تصدیق کے لئے قادیان گئے۔ میرے ساتھ چند اور بھی دوست تھے۔ جب ہم قادیان پہنچے اور حضور کی خدمت میں حاضری کے لئے اطلاع بھجوائی تو حضرت نے اسی وقت ہمیں اندر بلا لیا۔ اس وقت حضور قمیض اتار کر بیٹھے ہوئے تھے اور ہاتھ پاؤں بھی ننگے تھے چنانچہ ہم نے بغور حضور کے جسم کو دیکھا کہ کوئی کوڑھ برص وغیرہ نہ تھا۔

جس وقت مَیں شیخ گلاب دین صاحب کے زیر تبلیغ تھا اس وقت تک میرے خاندان میں کسی نے احمدیت قبول نہیں کی تھی۔ میں حضرت داتا گنج بخش صاحب کے مزار پر جا کر 40 دن قرآن کریم پڑھتا رہا اور دعائیں کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ میری راہنمائی فرمائے چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مکوڑوں کی ایک قطار جا رہی ہے وہ کلمہ پڑھتے اور کہتے جاتے ہیں کہ غلام احمد مسیح موعود سچا ہے اسکی تابعداری کرو'' چنانچہ آپ نے 1901ء میں دستی بیعت کر لی۔

حضرت شیخ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر جہلم میں رفاقت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ چنانچہ خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کی روایت ہے کہ

''حضرت شیخ صاحب لاہور سے ٹرین میں سوار ہوئے اور

اسی کمپارٹمنٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی سوار ہوئے اور جہلم تشریف لے گئے۔''

حضرت شیخ صاحب بیان کرتے تھے۔

''راستہ میں خاکسار نے گاڑی میں حضور سے اصحاب کہف کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کون تھے۔ حضرت مسیح موعود کا جو جواب شیخ صاحب نے بیان کیا وہ اب مجھے یاد نہیں۔''2

حضرت مسیح موعود کے جنازہ کے ساتھ حضرت شیخ صاحب لاہور سے قادیان گئے تھے۔

1-ایک دفعہ جبکہ حضور لاہور میں میاں چراغ دین صاحب کے مکان پر فروکش تھے، جنوری کا مہینہ تھا سن یاد نہیں۔ رات دس بجے کے قریب کا وقت تھا۔ اس سال بارش نہیں ہوئی تھی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ حضور دعا کریں بارش ہو۔ کیونکہ بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے قحط کے آثار نظر آرہے ہیں۔ حضور نے نہ دعا کی نہ کوئی جواب دیا اور باتیں ہوتی رہیں۔ پھر اس نے یا کسی اور نے بارش کے لئے دعا کو کہا۔ مگر پھر بھی حضور نے کوئی توجہ نہ کی۔ کچھ دیر کے بعد پھر تیسری دفعہ کسی نے دعا کے لئے کہا۔ اس پر حضور نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی۔ اس وقت چاند کی چاندنی تھی اور آسمان بالکل صاف تھا۔ مگر حضور کا ہاتھ اُٹھتے ہی ایک چھوٹی سی بدلی نمودار ہوئی اور بارش کی بوندیں پڑنی شروع ہوگئیں۔ ادھر حضور نے دعا ختم کی ادھر بارش تھم گئی۔ بارش صرف چند منٹ ہی ہوئی اور آسمان صاف ہو گیا۔ یہ واقعہ میری موجودگی میں ہوا۔

2-ایک دفعہ بٹالہ کی سرائے میں ہم لوگ اور حضرت صاحب رات کو سوئے ہوئے تھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ حضور کسی سے باتیں کر رہے ہیں مگر وہاں آدمی کوئی نہیں تھا۔اس وقت میں نے خیال کیا کہ حضور اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں۔

3-میرا نام حقیقۃ الوحی کے صفحہ 96 پر نمبر 51 پر درج ہے۔3

رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نمبر صفحہ 162 پر روایات درج ہیں۔

محترم خانصاحب منشی برکت علی صاحب شملوی بیان کرتے ہیں۔

حضورؑ پر مسمریزم کی کوشش سے متعلق آپ کی روایت

''غالبًا 1904ء کی بات ہے کہ ایک دفعہ شیخ محمد حسین صاحب ریٹائرڈ سب جج نے شملہ میں دوستوں کو یہ واقعہ سُنایا کہ ایک ہندو بنام جھینگن پنجاب سیکرٹیریٹ میں ملازم تھا۔ اس کو مسمریزم میں بڑا دخل تھا۔ وہ بعد ازاں تبدیل ہو کر شملہ سیکرٹیریٹ میں چلا گیا تھا۔اس نے اپنے دوستوں کے اصرار پر قادیان میں جا کر حضور پر اپنا عمل کرنا چاہا۔حضور دوستوں کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔وہ بھی آ کر ایک کنارے پر بیٹھ گیا اور اپنا عمل شروع کیا۔تھوڑی دیر کے بعد حضور نے اس کی طرف دیکھا کہ وہ نیا شخص کون ہے۔ آگے آجائے۔ چنانچہ وہ آگے آ گیا تو حضور نے فرمایا کہ دیکھو ہم تمہیں ایک قصہ سُناتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک جنگل بیابان...... میں ایک شیر تھا۔ جب حضور نے شیر کا نام لیا تو وہ قدرے پیچھے ہٹ گیا۔

حضور نے فرمایا کہ آگے آؤ پیچھے کیوں ہٹتے ہو۔ چنانچہ جب وہ آگے آیا تو حضور نے پھر ذکر شروع کیا۔لیکن پھر وہ شیر کا نام سنتے ہی ذرا اور پیچھے ہٹ گیا۔ آخر تیسری دفعہ جب حضور نے یہ ذکر سُنانا شروع کیا تو وہ شیر کا نام سُنتے ہی بھاگ گیا۔ اوراس نے واپس جا کر دوستوں کو بتایا کہ مرزا صاحب کے سامنے دال نہیں گلتی ۔ چنانچہ جب وہ شیر کا نام لیتے تھے تو میں ڈر کر بیٹھا نہیں رہ سکتا تھا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیر واقعی مجھ پر حملہ کرنے لگا ہے۔ بعد میں تیسری دفعہ آپے سے باہر ہوکر بھاگ آیا۔'' 4

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ

از جناب شیخ محمد حسین صاحب ریٹائرڈ سب جج اسلامیہ پارک لاہور)

(۱) ''میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اور اُس کی قسم اُٹھا کر لکھتا ہوں کہ میں نے بچپن میں جبکہ میری عمر ۱۱،۱۲ سال تھی ایک خواب دیکھی تھی جو میں ذیل میں لکھتا ہوں

میں ملتان میں مڈل کی کسی کلاس میں پڑھتا تھا۔۱۸۹۴ء میں میں نے تھرڈ مڈل پاس کیا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ مسجد میں جو ہمارے مکان کے پاس تھی تشریف لائے ہوئے ہیں ۔ میں ان کی ملاقات کے لئے مسجد میں گیا۔ غالبًا ظہر کی نماز یا شاید عصر کی نماز کا وقت تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وضو کرنے والی ٹوٹیوں کے تھڑے پر

تشریف رکھتے ہیں۔ میں نے جا کر اُن سے مصافحہ کیا اور پھر مسجد کے اندر نماز کے لئے چلا گیا۔ اور لوگ بھی محلّہ کے آئے ہیں مگر بغیر حضورؑ کے ملنے کے وضو کر کے مسجد کے اندر نماز کے لئے آجاتے ہیں۔ جہاں تک مجھے اب یاد ہے رسول کریمؐ نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔ نہ میں نے کوئی بات کی۔ صرف میں نے مصافحہ ہی کیا تھا۔ جب میں ۱۹۱۵ء میں ملتان منصف ہو کر لگایا گیا۔ تو مَیں نے دریافت کیا کہ اس محلّہ میں جہاں ہم رہا کرتے تھے کوئی احمدی ہے کہ نہیں۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ وہاں کوئی احمدی نہیں۔ مَیں ۱۹۰۱ء میں احمدی ہو گیا تھا۔ مجھے بعد میں یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ رسول کریمؐ سے صرف میں نے ہی مصافحہ کیا تھا۔ اس لئے میری قسمت میں ہی احمدی ہونا لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے مرتے دم تک احمدیت پر قائم رکھے۔ امین امین

مُلتان میں ان دنوں (۱۸۹۲ء تا ۱۸۹۶ء) میرے بھائی شیخ نذر محمدؓ صاحب بی۔اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز تھے۔ میں ان کے پاس رہتا تھا۔ اسکول میں پڑھا کرتا تھا۔

(۲) ''میں لاہور بھاٹی دروازہ میں رہا کرتا تھا۔ اور وہاں میاں عبدالعزیز صاحب مغل رہتے تھے۔ وہ اور میں اور چند دوسرے لوگ بازار میں کھڑے تھے۔ وہاں ایک شخص کلانور کا آ گیا اور اُس نے کہا۔ کہ حضرت صاحب کو نعوذ باللہ ہاتھوں اور پاؤں پر جذام ہے۔ مَیں نے کہا میں خود جا کر دیکھوں گا۔ چنانچہ میں اور ایک شخص تمبا کو فروش اور عبدالعزیز صاحب مغل قادیان گئے۔ حضرت

صاحب بیمار تھے۔حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ (حضرت خلیفہ اول) نے اندر کہلا بھیجا کہ دو اشخاص حضرت صاحب سے ملنے آئے ہیں۔چنانچہ اجازت مل گئی۔جب ہم اندر گئے تو حضرت صاحب نے صرف تہ بند باندھا ہوا تھا اور تمام جسم ننگا تھا۔میں نے مصافحہ کیا اور دوسروں نے بھی مصافحہ کیا اور پھر ہم باہر مسجد میں چلے آئے۔حضرت صاحب کے ہاتھ پاؤں بالکل صاف تھے اور کوئی جذام وغیرہ نہیں تھا۔چنانچہ یہ بات میں نے لاہور میں آ کر بتادی۔اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے خواب دیکھی۔جس میں حشرات ارض نے مجھے کہا کہ مرزا کی تابعداری کرو۔اور ہم کو بھی کچھ ڈالو۔پھر مَیں نے بیعت کر لی۔(از چٹھی مرقومہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۹ء)

(بشارات رحمانیہ حصہ دوم صفحہ 51-52 از مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر)

حضرت شیخ محمد حسین صاحب کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درج ذیل تبرکات تھے۔

1- منی آرڈر کی ایک رسید جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستخط تھے۔

2- ایک خط حضورؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔

(الفضل 6راگست 1939ء صفحہ 2)

خلیفہ طاہر احمد صاحب کا بیان ہے کہ

''ہماری نانی جان وزیر بیگم صاحبہ بہت زیادہ جسمانی پاکیزگی از قسم وہم کرتیں تھیں اور کپڑوں اور جسمانی طہارت کا بہت خیال

رکھتیں تھیں۔ ہمارے بڑے خالو کہتے تھے کہ گلی میں کتا بھونکتا تو غسل کرتیں تھیں اور کپڑے تبدیل کرتیں تھیں کہ کتے کے بھونکنے سے اس کا لعاب اُڑ کر میرے کپڑے پلید نہ کر گیا ہو۔ غالباً نانا جان حضرت شیخ محمد حسین صاحب نے ان کے لئے دعا اور کئی خوابوں کی تعبیر کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا تھا جس کے جواب میں حضورؑ نے مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد اس کے واضح ہو کہ آپ کا خط مجھ کو ملا آپ اپنے گھر میں سمجھا دیں کہ اس طرح پر شک وشبہ میں پڑنا بہت منع ہے شیطان کا کام ہے جو ایسے وسوسے ڈالتا ہے ہرگز ہرگز وسوسا میں نہیں پڑنا چاہیے گناہ ہے۔ اور یاد رہے شک کے ساتھ غسل واجب نہیں ہوتا اور نہ صرف شک سے کوئی چیز پلید ہوسکتی ہے ایسی حالتوں میں بیشک نماز پڑھنا چاہیے اور میں انشاءاللہ دعا بھی کروں گا۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب وہمیوں کی طرح ہر وقت کپڑے صاف نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اگر کپڑا پر منی گرتی تھی تو ہم اس منی خشک شدہ کو صرف جھاڑ دیتے تھے کپڑا نہیں دھوتے تھے۔ اور ایسے کنواں سے پانی پیتے تھے جس میں حیض کے لتے پڑے رہتے۔ ظاہری پاکیزگی سے معمولی حالت پر کفایت کرتی تھی۔ عیسائیوں کے

ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ سورٔ کی چربی اس میں ہوتی ہے۔اصول یہ تھا کہ جب تک یقین نہ ہوتا ہر یک چیز پاک ہے محض شک سے کوئی چیز پلید نہیں ہوسکتی۔اگر کوئی شیر خوار بچہ کسی کپڑے پر پیشاب کر دے تو اس کپڑے کو دھوتے نہیں تھے محض پانی کا ایک چھینٹا اس پر ڈال دیتے تھے اور بار بار آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ روح کی صفائی کرو صرف جسم کی صفائی اوپری صفائی بہشت میں داخل نہیں کرے گی اور فرمایا کرتے تھے کہ کپڑوں کے پاک کرنے میں وہم سے بہت مبالغہ کرنا اور وضو پر بہت پانی خرچ کرنا اور شک اور یقین کی طرح سمجھ لینا یہ سب شیطانی کام ہیں اور سخت گناہ ہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہم کسی مرض کے وقت میں اونٹ کا پیشاب بھی پی لیتے تھے فقط خوابوں سے مفصل تعبیر کرنے کی گنجائش نہیں اتنا لکھنا کافی ہے کہ سب خوابیں اچھی ہیں۔بشارتیں ہیں کوئی خرابی نہیں ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہٗ از قادیان

یہ خط 25-نومبر 1903ء کا ہے۔

پوسٹ کارڈ بذریعہ خط

آپ کی اہلیہ وزیر بیگم صاحبہ کی بیعت 1903ء کی ہے چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ سے قبولیت بیعت کی اطلاع دی۔

قادیان ۳۰ جولائی

السلام علیکم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کی بیوی کی بیعت قبول فرماتے ہیں۔

والسلام

عبدالکریم

فرماتے ہیں

استغفار بہت پڑھا کریں انشاء اللہ دشمنوں کی پناہ میں نہ کرے گا۔

پوسٹ کارڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ خط آپ کا آیا حضرت اقدس دعا فرماتے ہیں۔آپ بھی دعا کریں۔اور اپنے گھر والوں کو کہہ دیں کہ تقویٰ طہارت دعا استغفار۔نماز۔تہجد میں بہت کوشش کریں۔اس وقت اس سے سوا کوئی بچاؤ نہیں والسلام ۲۶ اپریل قادیان

خاکسار عبدالکریم

پوسٹ کارڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ نصلی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ ۔کارڈ آپ کا پہنچ گیا ۔مبلغ ۵ وصول ہوگئے ۔جزاکم اللہ الحسن الجزاء ۔حضرت اقدس دعا فرماتے ہیں

والسلام ۲۷ مارچ قادیان

خاکسار عبدالکریم

شیخ محمد حسین صاحب ریٹائرڈ سب جج کا سفاکانہ قتل

11/اگست 1951ء بروز ہفتہ رات کے 8 بجے کے قریب مکرم جناب شیخ محمد حسین صاحب ریٹائرڈ سب جج کو تین مسلح افراد نے گولی مار کر شہید کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حملہ آوروں میں سے دو انکے ملازم تھے۔ان میں سے ایک کے پاس پستول اور دوسرے کے پاس چھرا تھا۔ جب جج صاحب مرحوم کی دو بیٹیوں نے اپنے والد کو بچانا چاہا تو حملہ آوروں نے چھرے کا وار کر کے انکو بھی گھائل کر دیا۔ دونوں میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں گو ابتدا میں حالت نازک بیان کی جاتی تھی۔لیکن اب دریافت کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ حالت نسبتاً رو بہ اصلاح ہے۔ احباب صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔جج صاحب مرحوم موصی تھے۔ دوسرے روز سہ پہر کے وقت اس حضرت صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب، شیخ بشیر احمد صاحب، ڈاکٹر محمد بشیر صاحب اور بہت سے مقامی احباب کے علاوہ ابو الاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعت اسلامی بھی تدفین کے وقت قبرستان میں موجود تھے۔

لاش کو ماانتاً قبرستان میانی صاحب میں سپرد خاک کیا گیا۔ جماعت احمدیہ لاہور کے احباب کثیر تعداد میں نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔5

نماز جنازہ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب جو اس وقت پرنسپل تعلیم الاسلام کالج لاہور تھے نے پڑھائی۔

محترم چودھری مظفر علی صاحب سیکشن آفیسر سکرٹریٹ نے بیان کیا کہ

''محترم شیخ صاحب نہایت ہی مخلص احمدی تھے۔ بڑی باقاعدگی کے ساتھ اور باشرح چندہ دیا کرتے تھے۔ نرینہ اولاد نہیں تھی مگر لڑکیاں کئی ایک تھیں جن میں سے دو کی شادی یکے بعد دیگرے محترم ضیاء اللہ صاحب سے ہوئی۔ آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا دردانگیز ہے۔ آپ کے ایک ملازم نے دو اور لٹیروں کے ساتھ مل کر آپ کے گھر میں ڈاکہ ڈالنا چاہا مگر شیخ صاحب مزاحم ہوئے جس پر اس نے گولی چلا دی۔ زخم کاری لگا جس سے جانبر نہ ہو سکے۔ ایک لڑکی نے بھی مزاحمت کی۔ اُسے بھی چوٹیں لگیں مگر بچ گئی۔ مقدمہ چلا جس کے نتیجہ میں ملازم اور ایک ساتھی کو پھانسی کی سزا ملی اور تیسرے کو عمر قید کی۔'' 6

خلیفہ طاہر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''ڈاکوؤں کا مقابلہ کرنے والی لڑکی ہماری والدہ زبیدہ بیگم صاحبہ تھیں ایک ڈاکو نے دورانِ مقابلہ چھرے کا وار کر کے شدید گھائل کر دیا مگر آپ دوسرے ڈاکو کو دھکا دے کر باہر نکل گئیں اور باہر جا کر شور مچا دیا۔ خاکسار بھی والدہ صاحبہ کے ساتھ باہر نکل گیا محلے دار اکٹھے ہو گئے جس سے ڈاکو بھاگ گئے اور اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔''

حضرت شیخ محمد حسین صاحب اور وزیر بیگم صاحبہ کی مندرجہ ذیل اولاد تھیں۔

1- سردار بیگم صاحبہ اہلیہ صوفی عبدالرحیم صاحب
2- اختر بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر فیض اللہ خان صاحب
3- مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد ضیاء اللہ صاحب آف اورینٹل ٹیکسٹائل مل گارڈن ٹاؤن لاہور

4- زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب

5- رابعہ بیگم صاحبہ اہلیہ میر ضیاء اللہ صاحب

6- محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد ضیاء اللہ صاحب آف اورینٹل ٹیکسٹائل مل گارڈن ٹاؤن لاہور

7- شاہدہ بیگم صاحبہ

نوٹ : سردار بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پڑھایا تھا اور خطبہ نکاح میں لڑکے کی تعریف کی تھی بعد میں صوفی صاحب جماعت چھوڑ کر مودودی صاحب کے دست راست بن گئے۔

مبارکہ صاحبہ کا نکاح سیالکوٹ میں 1933ء میں ہوا تھا۔ جہاں شیخ محمد حسین صاحب سب جج تھے اور جماعت احمدیہ سیالکوٹ کے امیر بھی تھے۔ چوہدری محمد ضیاء اللہ صاحب خالو جان نے مجھ سے بیان کیا کہ چوہدری شاہ نواز صاحب (شاہنواز لمیٹڈ) سیالکوٹ میں پریکٹس کرتے تھے مَیں نے بھی وہاں لاء پریکٹس شروع کی اور اُن کے ساتھ دفتر Share کرتا تھا۔ شیخ صاحب وہاں سب جج تھے اور امیر جماعت بھی تھے۔ میرا رشتہ ان کی بیٹی مبارکہ سے طے پا گیا اور شادی کی تاریخ طے ہوگئی چونکہ شیخ صاحب کا کوئی بیٹا نہ تھا اس لئے اُن کی طرف کے شادی کے تمام انتظامات چوہدری شاہ نواز صاحب نے سنبھال لئے اور تمام انتظامات بخیروخوبی انجام دیئے۔ 7

حوالہ جات

1- تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 290 از مولوی شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل)۔
2- تحریری روایت خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کوئٹہ داماد شیخ محمد حسین صاحب
3- تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 290-291۔
4- اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 9
5- روزنامہ الفضل 14-اگست 1951ء لاہور۔
6- تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 291۔
7- بیان خلیفہ طاہر احمد صاحب